تاریخ کا روشن پہلو

خلافتِ

رشید ابنِ رشید

امیر المومنین سیدنا یزید رضی اللہ عنہ

ابو یزید محمد دین بٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلان

اس کتاب کو صاحب ذوق حضرات مصنف سے اجازت لے کر چھپوا سکتے ہیں لیکن بغیر اجازت طبع نہ فرمائیں

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

تاریخ کا روشن پہلو

خلافت

رشید ابن رشید

امیر المومنین سیدنا یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جزی اللہ امیر المومنین (یزید رحمۃ اللہ) واحسن الجزاء

(ارشادات گرامی سیدنا علی زین العابدین)

برائے مطالعہ محبان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

مولف و ناشر

ابو یزید محمد دین بٹ

[illegible] حنیف، چوک شہید گنج، لنڈا بازار لاہور پاکستان

"بارگاہِ امیر شامؓ میں"

سید ابو معاویہ گیلانی

تیرے فضل و منقبت کے معترف حق و بشیر
تیری دانش کا ہے شاہد خود پیمبر خیر الانام

حلم و حکمت، عدل و تقویٰ تیری فطرت کا شعار
موسوم ہے تیری عرب میں اور عجم میں تیرا نام

لاکھ کسریٰ اور افلاطون تیری جوتی پر نثار
لاکھ ذو القرنین اور لقمان ہیں تیرے غلام

ہادی و مہدی امت، کاتب وحی مبین
مقتدی شیخینؓ کا اور مستقل پیغمبر امام

جب علیؓ جیسے صحابی پر ہوئے مجتمع لوگ
پھر بھلا ان کے لیے کو کیوں بناتے سب امام؟

تو نے بخشی دی زمام کار در دست یزید
یہ عمل نہ کفر تھا نہ فسق و مکروہ و حرام

حد سے حد تھا ترک افضل از خلیفۂ مفضول امیر
خود ہیں ظالم اور فاسق جو کریں تجھ پہ ملام

باقی تقلید عمرؓ تو خود علیؓ نہ کر سکے
وقت رخصت تھی خلافت سے حسنؓ کو بھی

تو خوارج کی ضلالت اور شقاوت سے خبیر
اور سبائیہ کی سازش کو کچلنا تیرا کام

ساری دنیا کے ولی ہوں اک طرف تو اک طرف
تو صحابیؓ! اور صحابہ میں بھی ہے فرخندہ نام

بحوالہ اخبار تنظیم اہل سنت امیر معاویہؓ نمبر دسمبر ۶۲ء اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

ندائے حق

"پیام مشرق" لاہور دسمبر ۶۲ء میں آغائے کاشغری کی ایک نظم زیر عنوان "شہید تیغ ابن سبا" شائع ہوئی تھی، جسے معمولی ترمیم و تصرف کے بعد ایڈیٹر پیام مشرق جناب مولانا حافظ طالب حق صاحب کی اجازت سے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ الجنیدیت۔

ابنِ علیؓ کو حد سے بڑھایا نہ جائے گا
انسان کو خدا تو بنایا نہ جائے گا

کتنا بلند کیوں نہ ہو غیر نبی مگر
پھر بھی نبیؐ سے اس کو ملایا نہ جائے گا

بنیادِ لا الٰہ تو رکھتا ہے خود رسولؐ
نانے کی جا نواسہ بٹھایا نہ جائے گا

اک فرد حق پسند ہو امت ہو کفر کوش
یہ کلمۂ نفاق پڑھایا نہ جائے گا

اصحابؓ فسق کیش ہوں معصوم ہوں حسینؓ
یہ زہر اہلِ حق سے تو کھایا نہ جائے گا

حسینؓ کے اس فعل پہ ناراض تھے اصحابؓ
تفریق کو تو دین بنایا نہ جائے گا

اجماع ہوا صحابؓ کا خلافت یزیدؒ پر
اب کلمۂ اختلاف اپنایا نہ جائے گا

ہمنوا تمام تھے وہ اصحابؓ رسولؐ کے
رحمت کا یہ نشان مٹایا نہ جائے گا

سالارِ فوجِ مغفور لہم کا مرتبہ
کوئی بھی ہو کسی سے گھٹایا نہ جائے گا

محبوبِ اہل بیتؓ ہیں ابنِ معاویہؓ
پرچم کسی سے ان کا گرایا نہ جائے گا

ابنِ سبا کی نسل بھی سن لے یہ داشگاف
نامِ یزیدؒ ان سے مٹایا نہ جائے گا

بندش زباں پہ ہو کہ پہرے قلم پہ ہوں
جوشِ جہادِ حق دبایا نہ جائے گا

"نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا"

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے کا جواز

یہ حق ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق پر لبیک کہہ کر ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح خطاب فرمایا ہے کہ "یہ لوگ مجھ پر ایمان لاکر میرے رب ہونے پر خوش ہوئے، اس لئے میں بھی ان پر خوش اور راضی ہوں" (قرآن کریم) اس فرمان خداوندی کے مطابق ہم مسلمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ امیر المومنین یزیدؒ چونکہ تابعین میں سے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ بعض دوست آپ کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے پر اعتراض کریں۔ لیکن ذیل کے دلائل کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کے بعد امیر المومنین یزیدؒ کی ذات اس کی بہت ہی زیادہ مستحق ہے کہ آپ کو رضی اللہ تعالیٰ کہا اور لکھا جائے (اول) صحابہ کرامؓ نے امیر یزیدؒ کو اپنا امیر و امام منتخب فرما کر ان کی امامت میں مناسک حج اور نمازیں ادا فرمائیں۔ ان کی قیادت میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کئے۔ اور ان کو امیر المومنین کے خطاب سے یاد کیا۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کی شان وغیرہ کے پیش نظر اور ان بزرگوں کے مرتبے و عزت کی خاطر ان کے امیر اور امام کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنا ازحد لازمی ہے، ورنہ ان بزرگوں کی شان میں گستاخی ہوگی۔

(دوم) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے، مسکرا مسکرا کر اور راضی ہو کر خوش قسمت لوگوں کے لئے اس بشارت کا اعلان فرمایا کہ "میری امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گی وہ مغفور ہے"۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے پیش نظر کہ "میرا نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا"۔ اگر اس مغفور فوج کے ہر فرد کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جائے تو صحیح اور درست ہے تو پھر اس مغفور فوج کے جرنیل کو کیوں نہ رضی اللہ کہا اور لکھا جائے۔

(سوم) جب کہ اللہ تعالیٰ نے بھی جہاد کرنے والوں پر اپنی خوشی کا اس طرح اعلان فرمایا کہ جو کوئی لڑے اللہ کے راستہ میں پس مارا جائے یا غالب آوے، پس

دیں گے ہم اس کو ثواب بہت زیادہ۔" (آیت ۷۴ نساء)

"بزرگی دی اللہ نے جہاد کرنے والوں کو اوپر بیٹھنے والوں کے اور ثواب بہت زیادہ اپنی طرف سے درجات (اور) بخشش اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان" (آیت ۹۵ نساء)

"اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف باندھ کر، گویا کہ وہ عمارت ہے سیسہ پلائی ہوئی۔" (آیت ۴ صف)

"جو لوگ ایمان لائے ساتھ رسولؐ کے اور جہاد کیا انہوں نے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہیں بھلائیاں اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔" (آیت ۸۸ توبہ) قرآن کریم کی ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو کر اس کے دشمنوں سے لڑے چاہے وہ شہادت پہ فائز ہوں یا اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب واپس کرے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ان پر راضی اور آئندہ زندگی میں ان کے ساتھ نہایت ہی اچھے وعدے فرماتا ہے، اور پھر جب اس حقیقت پر تمام محدثین اور اہل حق متفق ہیں، کہ امیر المومنین یزیدؓ بھی جہادوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، تو پھر ان آیات اور آنحضورؐ کی بشارت مغفور لہم کے پیش نظر کیوں نہ صحابہ کرامؓ کے امیر کو "رضی اللہ عنہ" کہا اور لکھا جائے۔ ہاں یہ بات ان لوگوں کے مسلک کے سراسر خلاف ہے، جو حقیقت کو جھٹلا کر صحابہ کرامؓ اور ان کے امیر پر دشنام طرازی کرنا ہی دین کی خدمت جانتے ہیں۔

التماس

اہل حق قارئین سے مخلصانہ التماس ہے کہ بندہ کے پیش کردہ دلائل جو قرآن و سنت اور صحابہ کرامؓ کے صحیح مسلک کے عین مطابق ہیں، کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کتاب کو دوسرے بھائیوں کے مطالعہ کے لئے وقف کر کے اس تبلیغ میں حصہ لیں اور بندہ کو اپنی نیک آراء سے آگاہ فرمادیں۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے اس حکم: "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ حق پر ہیں ان کا ساتھ دو۔" (سورۃ توبہ) کے پیش نظر ہر اہل ایمان کا فرض ہے کہ وہ حق بات کی حمایت کرے۔ اس لئے آپ بھی فرض سے سبکدوش ہونے اور سبائیوں کے جھوٹے اور گمراہ کن پروپیگنڈے کو بے نقاب کرنے کے لئے اس پیغام حق کو ہر مسلمان تک پہنچا کر صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرا کے تمام دروازے بند کرنے کی کوشش فرمائیں۔

احقر العباد:- ابو یزید بٹ

نوٹ:- بندہ کی دوسری کتاب بدری صحابی سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دشمن رسولؐ جو حقیقت بیانی سے مزین ہوگی، کا انتظار فرمادیں۔

فہرست

حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال رح صاحب اور واقعہ کربلا

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لئے (اقبال رح)

(مرزا حیرت دہلوی کی کتاب تازیانۂ شہادت سے تصرف اور ان سے معذرت کے ساتھ)

فائدہ اس بحث سے دنیا کو پہنچے گا ضرور
صاف ہو جائے گا مطلع خوب بڑھ جائے گا نور

علم سے گھٹ جائیگی کچھ تو جہالت بھی ضرور
حرکتوں پہ اپنی نادم ہوں گے اکثر ذی شعور

برگزیدہ بندوں کی تحقیر کم ہو جائے گی
بے گناہ بڑھ جائیں گے تقصیر کم ہو جائیگی

قرآن و سنت کے دلائل مومنوں کے ارشادات
کس کی طاقت ہے جو جھٹلائیگا سچے واقعات

آج کس کے ان مومنوں میں کچھ ایسے نیک ذات
میری جانب یہ کریں گے حد سے زیادہ التفات

ان کا مجھ کو کوسنا اور گالیاں ہوگا جواب
میں کروں گا صبر ہوگا ان کی گردن پر عذاب

نذرِ عقیدت

حقیر پیشکش بارگاہِ رسالت کے حضور میں جن کی لافانی وابدی تعلیمات نے مدارِ فضیلتِ انسانی کے حسنِ عمل وکردار کو قرار دیا، نہ نسبی امتیاز اور قرابت کے شرف کو۔ غیبت وبدگوئی کے عذاب سے ڈرایا۔ بار بار تاکید فرمائی کہ بھائی بھائی کی حیثیت سے جماعت کے ساتھ رہو جو جماعت سے علیحدہ ہوا اسکا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ فرد تباہ ہو سکتا ہے پوری جماعت اور امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی اور کسی حاکم وخلیفہ سے جب تک کھلا کھلا کفر کفرِ بواح ظاہر نہ ہو اسکے خلاف خروج کرنے کو حرام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں خاتم النبیین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اللہ علیہ وسلام۔

بندہ ناچیز ابو یزید بٹ

حرفِ اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ

(اے میرے پیارے حبیب) بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے بہت سے گروہ یعنی فرقے تو آپ کا ان سے کوئی بھی تعلق نہیں انکا معاملہ اللہ کے حوالے ہے پھر وہ انکو بتا دیگا جو وہ کرتے تھے جو کوئی نیکی کرتا ہے اس کیلئے دس گنا اجر ہے اور جو کوئی بدی کرتا ہے تو انکو اس کے برابر ہی سزا دی جائیگی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ کہہ دو بیشک مجھ کو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی ہے جو دین ہے صحیح طریقہ ابراہیم کا جو ایک طرف کے تھے اور نہ تھے مشرکوں سے اعلان کر دیجئے بیشک میری (ہر قسم کی) عبادت اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کیلئے ہے۔ جو جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار (یعنی مسلمان) ہوں۔ کہہ دو کہ میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو رب بنانے کیلئے (کس طرح) تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا مالک ہے اور جو شخص گناہ کرتا ہے اسکا وبال اس پر ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس لوٹ جانا ہے پھر وہ تم کو اس کی خبر دیگا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں اپنا خلیفہ (یعنی حاکم بنایا) اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا تاکہ تمہیں اپنے دیئے ہوئے حکموں میں آزمائے بیشک تیرا رب بہت جلد بدی کی سزا دینے والا ہے۔ اور یقیناً وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے (آخری آیتیں سورت چھ پارہ) (الانعام)

مجیب یہ حقیقت ہے کہ ہم محمد بن عبداللہ کے نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں جنہوں نے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے یہ اعلان فرمادیا تھا کہ آج کے بعد کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی قسم کی کوئی فضیلت و فوقیت نہیں ہے اور نہ ہی کسی گورے کو کسی کالے پر۔ اگر کوئی فضیلت ہوسکتی ہے تو وہ ہے دلوں کی پرہیزگاری یعنی اللہ کا ڈر اور دوسروں پر رحم۔ اسلئے ہمیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ وہ لوگ جو آنحضور صلعم پر اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے دین کے اصولوں کی نافرمانی اور اپنے وضع کردہ اصولوں پر عمل کر کے سالکوں میں سے کچھ بزرگوں کو برا کہتے ہیں، اور کچھ کو حد سے زیادہ بڑھا کر تفرقہ پیدا کر کے فساد فی الارض کا موجب بنتے ہیں۔ ایسے لوگ اسلام سے خارج اور ڈھور ڈنگروں سے بھی بدتر ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر سورت چوپائے (الانعام) میں شیعا کہہ کر اپنے رسول کے مخالف گویا اسلام کے دشمن قرار دیا ہے اور ان آیات میں انکی پوزیشن مزید واضح فرمادی ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۝

ترجمہ: اور انہیں اس شخص کا حال سنادو، جسے ہم نے اپنا آئین دیا، پھر وہ اس سے نکل گیا، اور پھر شیطان اس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس آئین کی بدولت اسکا رتبہ بلند کرتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی اس پر تو سختی کرے تو بھی ہانپے اگر چھوڑ دے تو بھی ہانپے یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہمارے آئین کو جھٹلایا انکی (بہت ہی) بری مثال ہے اور وہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور

جسے وہ گمراہ کر دے، پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں اور ہم نے دوزخ کے لئے ایسے بہت سے جن اور انسان پیدا کئے ہیں جن کے دل تو ہیں ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں تو ہیں ان سے دیکھتے نہیں اور انکے کان تو ہیں ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے، بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ رو یہی لوگ ہیں اپنی عاقبت سے غافل۔ (الاعراف آیت ۱۷۵ تا ۱۷۹)

افسوس کہ اللہ تعالےٰ کے ان واضح حکموں کے ہوتے ہوئے بھی اکثر نام ونہاد مسلمان انہی ایام جاہلیت کی رسوم واوہام میں گرفتار رہکر مخالف اسلام افعال واذکار کے مرتکب نظر آتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ دین دوسروں پر تنقید کرنے یا برا کہنے اور ذات پات یا خاندانی جھمیلوں میں الجھنے کا نام نہیں۔ بلکہ دین تو مساوات قائم کر کے دوسروں پر رحم کرنے اور زیادتی سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور فقط اسی ایک بات میں انسانیت کے عروج اور فلاح کے اسرار پوشیدہ ہیں

"اور بیشک سب فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ دیتا ہے جسکو اس کا حقدار سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑے فضل کا مالک ہے" (قرآن کریم)

احقر العباد ۔ ابو یزید بٹ

چیلنج

"ہدایت اور نصیحت صاحب عقل ہی حاصل کرتے ہیں" (مومن آیت ۵۴)

وہ لوگ جو اللہ تبارک و تعالیٰ اور پیغمبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں قرآن کریم کے احکام اور فرمان نبوی پر عمل کرنا عین فرض سمجھتے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرنا گناہ عظیم جانتے ہیں۔ جو کہنا جزو ایمان سمجھتے ہیں، صداقت اور انصاف پر ایمان محکم رکھتے ہیں۔ راقم الحروف ان اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائیوں سے عرض پرداز ہے اور بطور چیلنج حسب ذیل امور پیش کرتا ہے۔

(۱) امیر المومنین یزید رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حسینؓ کے قتل سے بری الذمہ تھے۔

(۲) تمام صحابۂ کرام نے جو بھی اس وقت دنیا میں تشریف فرما تھے سب نے امیر یزیدؒ سے بخوشی بیعت کی تھی۔ اور ان صحابہؓ و تابعین نے امیر المومنین یزیدؒ کی امامت میں نمازیں ادا فرمائیں، انکے خطبات سنے۔ انکے اتباع حکم میں جہاد کئے اور کاروبار خلافت میں ان سے تعاون کیا، مناصب اور عہدے قبول کئے۔

(۳) اس وقت کے تمام مسلمان معہ سیدنا حسینؓ و ابن زبیرؓ اور خاندان نبوت کا ہر فرد امیر المومنین یزیدؒ کو نیک کردار اور دیندار سمجھتا تھا۔

(۴) سیدنا علیؓ کی خلافت پانچ سال کے قریب ہے اور امیر المومنین یزیدؒ کی خلافت بھی قریباً چار سال ہے۔ اگر دونوں خلفاء کے عہد خلافت کا بچشم انصاف مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہو سکے گا کہ ہم با اعتبار اجتماع و ائتلاف اتحاد و اخوت

کے نیز بلحاظ تحفظ نفوس مسلمین۔ اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیوں کے باعث
اسلام کو سیدنا علیؓ کے زمانہ کی خانہ جنگیوں اور اندوہناک خونریزیوں سے تقویت پہنچی
یا امیر المومنین یزیدؒ کے حسن انتظام سے۔ قرآن حکیم کا فرمان ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰا
اُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ــــ ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے اے عقل اور ایمان
والو (سورت طلاق) قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۔ بات سچی، سیدھی اور صاف کہا کرو! در
ان احکام خداوندی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ بات سچی اور صاف کرے۔
ضد کی وجہ سے دوسرے شخص کی بات کو غلط رنگ میں پیش نہ کرے۔ اور نہ ہی تعصب
کی بنا پر کسی کی ذات اور نیت پر حملہ کرے۔ ہر حالت میں انصاف کو ہاتھ سے نہ
جانے دے۔ نیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اگر کسی کی نیت بری ہو گی تو وہ ضرور اللہ
تعالیٰ کی جناب سے سزا پائیگا۔ بیشک سیدنا علیؓ کی شخصیت صدر اوّل کی ایک محترم
شخصیت ہے جہادوں میں انکی روشن خدمات اور ذاتی اوصاف سے کسی بھی مسلمان کو
انکار کی گنجائش نہیں۔ حضرت موصوف سے امیر یزیدؒ کے تقابل کا سوال ہی پیدا نہیں
ہوتا۔ سیدنا علیؓ آنحضور صلعم کے صحابی ہیں اور امیر المومنین یزیدؒ تابعی ہیں۔ لیکن یہاں تو انکی
خلافت کے زمانوں کے متعلق یہ دیکھنا ہے کہ کس عہد میں تفرقہ کی بدولت خانہ جنگیوں سے
لاکھوں پیروان اسلام ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر فنا ہو گئے اور کس کے عہد میں
سازشوں۔ طرح طرح کی مخالفتوں کے باوجود اسلام نے دنیا میں ترقی اور تقویت حاصل
کی۔ اور خلافت کے خلاف خروج کرنے والوں پر حتی الامکان تشدد نہیں کیا گیا جیسا
کہ سیدنا حسینؓ مکہ معظمہ میں جا رہنے تک خروج کرنے یعنی حکومت کا تختہ الٹنے کی
تیاریاں کرتے رہے۔ کوفی ان کے پاس آتے جاتے رہے، حکومت کے خلاف پروگرام

پہنچے تب ہے مگر حکومت کی طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں کی گئی۔ کربلا میں جو واقعات پیش آئے ان کا نیز واقعہ حرہ کے موقعہ پر جس کا ذکر آگے آتا ہے ان مواقع پر بھی حکومت حکومت کے فوجی دستوں نے مدافعانہ پہلو سے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ کتابوں نے جو داستان ہیں و تراشی ہیں وہ سب غلط اور مبالغہ آمیز ہیں۔ بدیں وجہ اگر کوئی شخص میری اس تالیف سے سیدنا علیؓ اور امیر یزیدؒ کی شان کا تقابل سمجھے تو وہ تعصب سے کام لیگا۔ لہٰذا میری گذارش ہے کہ اس صراحت اور وضاحت کے بعد میرے کسی لفظ کا غلط مفہوم نکالنا میرے مقصد کے صریح خلاف ہوگا۔ اور اس دور میں قوم جن حالات سے دوچار ہے وہ بہت ہی خطرناک ہیں۔ اور قوم کے ناخداؤں (علماء) کا کسی ایک مسئلہ پر بھی متفق ہونا محال بلکہ ناممکن ہے۔ لہٰذا اس وقت کسی بات کے فیصلہ کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ فریقین کا یہ مسئلہ کسی غیر جانب دار پنچایت یا عدالت عالیہ میں پیش کر دیا جائے عدالت عالیہ کے فیصلے کو حتمی اور قابل قبول سمجھا جائے اور جس فریق کے خلاف فیصلہ صادر ہو وہ ہر قسم کے اخراجات کا ذمہ دار ہونے کے علاوہ فیصلہ سے اتفاق کرے اور مناسبت جیتنے والے کے ساتھ متفق رہے۔

(احقر العباد۔ ابو یزید محمد دین بٹ)

باب اوّل

باب اوّل میں مسلمانوں کے فرقوں اور واقعہ کربلا کے راویوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں ایک مسلمان کے فرائض

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا — کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا — خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں — کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں (مولانا حالی مرحوم)

انسان دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ دنیا کو فتنہ وفساد برپا کر کے جہنم کدہ بنا دے اور وحشت اور درندگی کا مظاہرہ کر کے کشت وخون کا بازار گرم کر دے۔ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالے اور ظلم وستم ڈھائے۔ فقط اپنے عیش وآرام اور راحت کے لئے انسانیت سے گرے ہوئے طریقوں کو اختیار کر کے انسانیت کی مٹی پلید کرتا پھرے۔ اور نہ اس کی تخلیق کا یہ مقصد ہے کہ انسان روحانی عروج وارتقاء کے نام پر اس دنیا اور اسکے لوازمات کو یعنی بال بچوں۔ مال ومتاع اور گھر بار وغیرہ کو چھوڑ چھاڑ کر جنگلوں بیابانوں اور غاروں میں حیوانوں کی طرح چھپتا اور انسانوں سے دور بھاگتا پھرے۔ اور اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ تکلیفیں دینے اور پتھروں کی طرح خاموش رہنے ہی کو روحانی عروج کا ذریعہ سمجھے۔ بیشک انسان مسلمان بن کر انسانیت کے عروج پر پہنچا اور انسان کامل بن جاتا ہے۔ لیکن اس وقت جب اسکے دل وذہن میں انقلاب سے اسکے عادات واطوار اور طرز زندگی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے عین مطابق ہوں کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے نازل فرماتے ہوئے دین اسلام نے انسان کی ترقی وفلاح کے لئے جو اصول بنائے ہیں وہ خدا ترسی اور مساوات پر قائم رہتے ہوئے دین ودنیا دونوں کو ساتھ قائم رکھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ تاکہ انسان دین کے ساتھ ساتھ دنیاوی ترقی کی تمام منزلیں بھی طے کرتے

ہوتے عزت وکامیابی کی زندگی بسر کرے۔ جب انسان روحانی اور دنیاوی دونوں طاقتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے تو شیطانی طاقتیں اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔ اس وقت انسانیت کا بول بولا ہوتا ہے۔ اور یہی انسانی تخلیق کا اصل سبب اور مقصد ہے۔ لیکن جب انسان خدا پرستی اور صلوات کو چھوڑ کر خود غرضی پر اتر آتا ہے تو پھر اس کا وجود فساد فی الارض کا باعث بن جاتا ہے۔ اس وقت اس کا دماغ اپنے مخالفوں کو غلط راہ پر اور خود کو حق پر سمجھتا ہے۔ اسکی غلط تاویلیں انسانیت کی بربادی کا باعث بن جاتی ہیں۔ اور یہ خدا کا خلیفہ فرشتوں کے اس اندیشے کا نقشہ بن کر رہ جاتا ہے کہ یہ دنیا میں فساد کا موجب ہوگا۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى جَاعِلٌ فِى الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۝

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب پیدا کرنے والا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی اے رب العالمین کیا اسکو پیدا کرنے والا ہے جو زمین میں فساد پھیلائے گا۔ اور خون ریزیاں کرے گا"۔ البقرآیت ۳۰

مالک حقیقی نے اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے نیک پاک اور برگزیدہ بندوں کو مامور فرمایا۔ سب کے بعد خاتم النبی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کے لئے مکمل ضابطہ حیات قرآن کریم عنایت فرما کر انسانوں پر اپنی نعمتیں پوری فرمادیں جس میں انسانیت کے عروج کا بنیادی نقطہ یہ رکھا۔ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ

وَ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ
اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۔

ترجمہ۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور کر دیئے تم میں کنبے اور قبیلے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اور فرمایا کہ تم سب میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور اقرب وہ شخص ہے جو تم میں سے نیک اور اللہ سے بہت ڈرنے والا اور اس کے حکموں کی تعمیل کرنے والا ہو۔

(قرآن کریم) حجرات آیت ۱۳ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے سب بندے ایک ہو کر ایک دوسرے کے ہمدرد بنکر زندگی بسر کریں۔ اس حکم نے یہ تعلیم دی کہ تمہارا اور سب کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ تم سب کا آنے اور جانے کا راستہ ایک۔ تمہاری سب کی ضروریات زندگی ایک ہیں۔ یعنی تم سب ایک ہی خاندان کے فرد ہو اور آپس میں بھائی بھائی ہو۔ انسانیت میں سب برابر ہو۔ بڑا وہ ہے جو انسانیت کا خادم ہو

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلعم کی معرفت قرآن کریم میں وضاحت سے فرما دیا ہے کہ ہر شخص جو کچھ وہ عمل کرتا ہے اسکے مطابق جب وہ میرے حضور میں حاضر ہوگا فیصلہ کیا جاتے گا۔ قرآن کریم میں مالک حقیقی نے واضح طور سے تمام انسانوں کی سزا اور جزا کا معیار ان کے اعمال کو قرار دیا۔ یہاں تک فرمادیا کہ اگر کوئی شخص ذرہ بھر بھی نیکی کریگا وہ بھی، اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا وہ بھی یوم حساب کو سامنے لائی جائیگی۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ باپ بیٹے کا، بیٹیا ماں باپ کا بھائی بھائی کا۔ بلکہ کوئی بھی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ
عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

ترجمہ: جو لوگ ہماری آیات سے انکار کرتے ہیں ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور وہی آگ والے ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (آل عمران ۱۱۶)

اور پھر عام انسانوں کو متنبہ کرنے کے لئے اپنے رسولوں کے متعلق فرمادیا کہ اگر وہ میرے حکم میں کسی قسم کی کمزوری دکھائیں گے (یعنی کمی کرینگے) تو وہ بھی قیامت میں ان کے سامنے لائی جائیگی۔ (حالانکہ یہ رسولوں کی شان کے خلاف ہے کہ وہ ایسا کریں)

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۞

ترجمہ: اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ اور جو کوئی خیانت کرے۔ لاوے گا ساتھ اسکو دن قیامت کے جو خیانت کی تھی۔ پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو کمایا تھا اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر۔" آل عمران آیت ۱۶۱ اور پھر یہانتک فرمادیا کہ جو کچھ کوئی شخص کرتا ہے اسکا جواب اسی کو دینا پڑے گا۔ میرے رسول بھی کسی کے کام نہ آسکیں گے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے فرزندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۞ ترجمہ۔ یہ ایک جماعت (امت) تھی کہ گذر گئی ان کے لئے ہے جو کمایا۔ انہوں نے اور تمہارے لئے ہے جو کمایا تم نے اور تم سے باز پرس نہ ہوگی جو وہ کرتے تھے۔ آخری آیت پارہ اول)

اور پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص نیک کام کرتا ہے تو اپنے لئے کرتا ہے اور اگر کوئی شخص برا کرتا ہے تو وہ بھی اپنے لئے کرتا ہے۔ کسی شخص کو کسی دوسرے پر سختی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں یہتنی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول نبی پاک صلعم کو

بھی فرما دیا، کہ جو کچھ تمہیں حکم دیا جاتا ہے وہ دوسروں تک پہنچا دو۔ اگر نہ مانیں تو تمہیں سختی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ حکم ہوا کہ ہم نے تمہیں داروغہ (تھانیدار) بنا کر نہیں بھیجا کہ دوسرے انسانوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤ (قرآن پاک) ثابت ہوا کہ کسی بھی انسان کو کسی دوسرے انسان پر سختی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اور پھر آنحضور صلعم نے تو اپنے پیروان کو مُردوں کو برا یاد کرنے سے بھی منع فرمایا ہوا ہے۔ کیونکہ ان کا معاملہ اب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ جو بخشنے والا مہربان ہے۔ اب اگر کوئی شخص سابقوں الاولون پر سب و شتم کرے تو ایسا شخص اس ارشاد کے مطابق آنحضور صلعم کے حکم کی مخالفت کرتا ہے گویا اپنی بدبختی پر ناز کرتا ہے۔ سرورِ کونین رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ وہ اس سلسلہ میں قیامت تک ایمان والوں کے لئے مشعل راہ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کا ضابطہ حیات اور روح تصور کیا جاتا ہے گا آنحضور صلعم نے فرمایا۔ لوگو! آج جاہلیت کے دستور و قوانین میرے قدموں کے نیچے ہیں (یعنی لغو قرار دیئے گئے ہیں) اے لوگو! بلاشبہ تمہارا سب کا رب ایک ہے تم سب ایک باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ عربی کو غیر عربی پر اور سرخ کو سیاہ پر سیاہ کو سرخ پر کسی قسم کی فضیلت نہیں۔ ہاں اگر کوئی وجہ فضیلت ہو سکتی ہے تو وہ صرف تقویٰ ہی ہے یعنی جو شخص مخلوق خدا سے انسانیت سے پیش آتا ہے وہ سب سے افضل ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے قربانی کے دن خطبہ پڑھا تو فرمایا کہ لوگو! بتاؤ یہ کون سا دن ہے سب نے عرض کیا کہ یہ حرمت کا دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے۔ سب نے عرض کیا کہ یہ بلاد الحرام ہے۔ آپؐ نے فرمایا بتاؤ یہ کون سا مہینہ ہے۔ سب نے عرض کیا

یہ حرمت والا مہینہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا یقیناً تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبرو دیں تم پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ اسی طرح جیسے ان کی حرمت اس دن اس شہر میں اس مہینہ میں تمہارے لئے ہے (صحیح بخاری ب کتاب الحج)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ۝

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے ایذا دی ایمان والوں کو، پھر نہ توبہ کی ان کے لئے عذاب ہے دوزخ کا اور عذاب ہے ان کے لئے آگ میں جلنے کا۔ (سورۃ بروج آیت ۱۰)

سیدنا علیؓ روایت فرماتے ہیں کہ تم مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے یعنی فرض پس جو شخص کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اس کی تو کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ کوئی نفل (صحیح بخاری ب فضائل مدینہ) مسلم شریف میں سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے مفلس کون شخص ہے صحابہؓ نے عرض کی کہ جس شخص کے پاس درہم اور دنیا وی سامان نہ ہو۔ حضور صلعم نے فرمایا نہیں نہیں میری امت کا مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن آئے گا نماز روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ مگر اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی۔ یا کسی پر تہمت لگائی ہوگی۔ کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون کیا ہوگا، یا کسی کو مارا ہوگا پس ان زیادتیوں اور ظلم و جور کی وجہ سے ان کے بدلے میں اس کی نیکیاں ان کو دیدی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو جو پھر زیادتیاں کی ہوں گی ان کے گناہ اس کو دیدیئے جائیں گے۔ اور اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ) اور پھر آنحضورؐ نے فرمایا

کہ جو شخص کسی دوسرے کے بارے میں وہ بات کہے جو اس میں نہ تھی تو ایسے
شخص کو اللہ تعالیٰ دوزخ کے لہو اور پیپ میں ڈالے گا جب تک وہ اس
بات سے نہ نکلے یعنی توبہ نہ کرے اس چیز سے جو اس نے دوسرے کے بارے
میں کہی۔ (مشکوٰۃ) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو لوگ دوسروں پر الزام
تراشیاں کرتے ہیں اور اپنی زندگی میں خدا سے ڈر کر اس سے تائب
نہیں ہوتے اور مر جاتے ہیں۔ وہ دوزخ ہی میں رہیں گے کیونکہ توبہ کا دروازہ
موت کے بعد بند ہو جاتا ہے۔ یہی وہ دین حق ہے جو خاتم المرسلین رحمت
للعالمین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو انسانیت کے
عروج پر پہنچنے کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات کی صورت میں عطا فرمایا۔ جو
یہ تعلیم دیتا ہے کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسلئے ایک بھائی دوسرے
بھائی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے جھوٹ اور فریب سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے
چھوٹے بڑوں کی عزت کریں۔ بڑے چھوٹوں سے شفقت سے پیش آئیں جن کو
اللہ تعالیٰ نے مال و زر دے رکھا ہے وہ غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کریں۔ غریب
نیک نیتی اور محنت سے کام کریں اور بلندی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ دنیا
ایک کھیتی ہے۔ جو کوئی جس چیز کا بیج بوتا ہے اس کا پھل کاٹتا ہے۔ یہ نا
ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے کھیت میں تھوہر اور تمے بوتا اور امید سیبوں کی لگائے
بیٹھا ہو۔ ایسا شخص اول درجہ کا پاگل ہے اور انسانیت سے کوسوں دور ہو گا۔
ثابت ہوا کہ جب تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، تو پھر نہ کوئی بڑا نہ
اور نہ ہی چھوٹا۔ انسانوں میں بڑا وہ ہے جو انسانوں سے انسانیت کے ساتھ پیش

آتا ہے۔ ہمدردی و غمخواری کو اپنا شعار بناتا ہے

؎ دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

رہبرِ اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ دوسروں کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ اس فرمانِ نبوی کو جو لوگ مشعلِ راہ بنا لیتے ہیں، انسانیت ان پر ناز کرتی ہے، ان کا کردار عملاً اس قدر احسن ہو جاتا ہے کہ وہ معاملات میں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی صاف گوئی اور صداقت بیانی سے کام لیتے ہیں۔ کسی دوسرے پر زیادتی کرنا گناہِ عظیم سمجھتے ہیں اگر ان پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ ان کے کردار و عمل اور تحریر و تقریر میں جھوٹ کا نام تک نہیں ہوتا، گویا یہ لوگ قانونِ فطرت یعنی انسانیت کا نمونہ ہوتے ہیں۔ اس قانونِ خداوندی کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دلیل اور ثبوتِ کامل کے بغیر ہر بات گمراہی ہوتی ہے۔ ہر مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی بات شائقہ ہو یا حال کے متعلق سامنے آئے تو اسی پر وہ اندھا دھند فیصلہ نہ کر دے بلکہ اس کی پوری طرح تحقیق کر لے۔ کہ اس میں سچائی اور صداقت کہاں تک ہے، اگر وہ قرآن وسنت کے مطابق ہو اور اس کے کرنے سے انصاف و دیانت داری کے تقاضے پورے ہوتے ہوں تو دل و جان سے اس پر عمل کرے خواہ وہ اسکی وجہ سے ساری دنیا ہی کیوں نہ اسکے خلاف ہو جائے۔ دراصل اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اب اہلِ نظر کے سامنے ایک ایسا مسئلہ جسے ناعاقبت اندیشوں نے دین کا جزو بنا دیا ہے پیش کیا جا رہا ہے جس میں لوگ غلط پروپیگنڈے چڑھی

اور وضعی من گھڑت روایتوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ اور اب بہت سے لوگ کم علمی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اتنے آگے نکل گئے ہیں۔ کہ اب یہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور کسی عاقل کی بات تک سننے کو تیار نہیں۔ لیکن امید ہے کہ وہ لوگ جو منصف مزاج اور انصاف پسند ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اپنے دامن کو کسی بھائی پر الزام لگانے سے بچائیں وہ تو دلائل و براہین کو دیکھ کر ضرور کچھ نہ کچھ حاصل کر لیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ کہ ہدایت اور نصیحت صاحب عقل ہی حاصل کرتے ہیں۔ .. مومن آیت ۵۴

اگر حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو اصول اسلام کے مطابق بزرگوں کے آپس کے نزاع کے متعلق ہم سے قطعاً نہیں پوچھا جائے گا۔ مالک حقیقی کے سامنے ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہو گا لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وہاں کوئی بھی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم خواہ مخواہ بزرگوں کے آپس کے تنازع جھگڑے میں اپنی آرا ظاہر کر کے کسی پر تشدد اور ظلم کی تہمت لگائیں۔ اور کسی کو مظلوم ٹھہرائیں۔ مثال کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں ہی کو لیجئے۔ ان میں جھگڑا ہوا آپ کے بھائیوں نے آپ پر ظلم کیا یہاں تک کہ آپ کو ایک غلام کی حیثیت سے فروخت کرنے سے بھی گریز نہ کیا جو بہت بڑا صریح ظلم ہے۔ لیکن ان کے ظلم کا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے نوٹس لیا اور نہ ہی حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالانکہ آپ کو اس واقعہ کی وجہ سے بہت ہی زیادہ مصائب برداشت کرنا پڑے

جب کہ حضرت یوسفؑ پیغمبر تھے اور مدِ مقابل عام آدمی۔ اب کسی تیسرے شخص کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اپنی ٹانگ اڑاتا پھرے۔ اگر بفرضِ محال کوئی تیسرا آدمی حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی تنقیص بیان کرے تو حقیقتاً وہ شخص بڑا بدبخت ہوگا۔ کہ خواہ مخواہ کی عیب جوئی جو نہ خلیل اللہ کو بھاتی ہے اور نہ حبیبِ خدا نبی صلعم کو بھلی لگتی ہے۔ بیجا عیب جوئی جس کے گویا کو آنحضور صلعم جہنم کا ایندھن بتاتے رہے ہیں۔ ہم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کی، جناب محمد کریم صلعم کے نواسہ اور نیک کردار ہونے کے لحاظ سے بہت زیادہ عزت ہے۔ لیکن کسی دوسرے شخص کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ حضرت حسینؓ کے ایک معاصر اور رشتہ دار کو جس سے آنحضورؐ کے ساتھیوں آنحضورؐ کے صحابہؓ جن کے سینے مشکوٰۃ نبوت کے نور سے منور تھے، تعاون فرمایا، اس کی بیعت کی اسکو امیر المومنین کے خطاب سے نوازا اس کی امامت میں نمازیں۔ اور مناسکِ حج ادا کئے جس سے خدائے واحد کے دینِ مبین کو فائدہ پہنچا۔ جس شخص نے عام انسانوں پر احسان کئے۔ ایسے شخص کو ان بدفطرت دین میں تفرقہ ڈالنے والے کوفیوں کے بہکانے میں آکر برا کہے۔ اور اصحاب نبیؐ پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک پر حملے کرے۔ اس سے زیادہ گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے کہ صحابہؓ کرام کے امیر پر ناروا حملے کئے جائیں۔

ہمیں نہ تو حضرت حسینؓ کی شان کم کر کے اور نہ ہی بہت بڑھا کر کچھ حاصل ہو سکتا ہے، اور نہ ہی امیر المومنین یزیدؒ کی شان بڑھا کر اور نہ ہی ان کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کر کے کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر ان بزرگوں پر حرف آتا ہے۔

جنہوں نے المیر سے نفع دان فرمایا تھا۔ اس لئے ہمیں تو قرآن کریم کے اصول کے مطابق ہمارے اپنے اعمال کے بارے میں سوال ہو گا۔ اگر ہم نے نیک کام کئے ہوں گے۔ کسی دوسرے کو کسی قسم کا دکھ نہ دیا ہو گا۔ تو عقبیٰ میں ہم کامیاب ہوں گے ورنہ وہاں نہ تو کسی نبی کے مجرم بیٹے کو معاف کیا جائے گا۔ اور نہ کسی نبی کی مجرم بیوی کو چھوڑا جائے گا۔ اور نہ ہی کسی نبی کے مجرم باپ کا لحاظ کیا جائے گا۔

اہل حق جانتے ہیں کہ قانون خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر انسان صالح اور نیک زندگی بسر کرے۔ اگر کوئی شخص برا کرتا ہے تو وہ مالک حقیقی سب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ قانون قدرت کا تقاضا یہ ہے کہ تمام انسان نیکی اختیار کریں۔ اور اپنے رب سے دوسروں کے لئے نیک اور اچھی سفارش کریں۔ اور اللہ والوں کے نزدیک سب سے اچھی سفارش یہ درود شریف ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ ——— یعنی اے اللہ تو رحمت بھیج محمد کریم صلعم اور آپ کے پیروان پر۔

آلِ محمد کون ہیں

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ قرآن کریم نے آل سے مراد پیروان سے ہے۔ جیسے کہ وَاَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ (اور ڈبو دیا ہم نے فرعونیوں کو) فرعون تو بے اولاد تھا اور جیسا کہ آنحضور صلعم کے ارشاد گرامی سے ثابت ہوتا ہے "جس نے میرے طریقے کی پیروی کی وہ میری آل ہے"۔ نیز نبی کریم صلعم کے کل مسلمان متبعین یوم قیامت تک آپ کی آل ہیں۔ دینی حیثیت سے کل متقی مسلمان آل نبی ہیں جیسا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا جب آل کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تھا۔ (کلیات ابی البقا) اور جب آل ابراہیم و آل عمران کی تفسیر میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے وضاحت سے

بتایا ہے کہ مراد ان کے متبعین اور پیروؤں سے ہے جیسے آلِ محمد سے مراد پیروانِ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے (جامع البیان والدر المنثور فی تفسیر بالماثور) نیز (تیسیر الوصول ابن الدیبع بحوالہ تحقیق سید سادات صہ ۲۸۰)

ثابت ہوا کہ جب آپ کہیں گے کہ "اللّٰھم صلی علی محمد و آل محمد" تو قرآن کریم اور آنحضور صلعم کے ارشاد مبارک کے مطابق ترجمہ اس طرح ہوا۔ "اے اللہ رحمت بھیج محمد کریم صلعم پر اور محمدی لوگوں پر"۔ اس اصول کے مطابق ہر وہ آدمی آل میں داخل ہے جو رسول پاک صلعم کا سچا پیروکار ہے۔ اس میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور تمام صحابہ کرام معہ حضرت حسینؓ اور امیر المومنین یزید اور تمام تابعین عظام اور تبع تابعین اور باقی تمام نیک مسلمان جو گذر چکے ہیں اور جو آنے والے ہیں سب آل میں داخل ہیں۔ اب جب آپ یہ کہیں گے اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد تو یہ سب کے لئے نیک سفارش ہوگی۔ جس سے آپ کو بھی پورا پورا حصہ ملے گا۔ لیکن اگر آپ اللہ تعالےٰ سے سفارش بھی کریں اور اللہ تعالیٰ کو کچھ نہ جاننے والا سمجھ کر مشورہ بھی دیں۔ کہ اے اللہ تعالیٰ فلاں شخص ایسا ہے فلاں ویسا ہے ان پر لعنت بھیج۔ یہ بہت بڑے ظالم ہیں ان کو کبھی نہ چھوڑنا۔ تو یاد رکھو یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ ایسے شخص قرآن پاک کے اصول کے مطابق اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کسی صورت بھی نہیں بچ سکتے۔ کیوں کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝

"اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ اس کو کوئی بھی عاجز کر سکے آسمان اور زمین میں۔ بیشک وہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے" سورہ فاطر آ ۴۴

دوستو! آؤ آپ کی بہتری کیلئے بہت ہی آسان نسخہ بتاؤں جس پر عمل کرنے سے ہم سب کی عاقبت درست ہو سکتی ہے اور خرچ بھی کچھ نہیں ہوتا۔ مہربانوں سے مہربان مالک کا آسان تحفہ۔ مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا

اعلانِ حق | جو کوئی اچھی بات (کی) سفارش کرے اسکو اس سے حصہ ملے گا۔ اور جو کوئی بری بات کی سفارش کرے اس کو اس سے حصہ ملے گا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قابو رکھنے والا ہے۔ سورت نساء آیت ۸۵ اس آیت پر ہر مسلمان کو ٹھنڈے دل و دماغ سے خوب اچھی طرح غور کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ آیت واضح طور پر اعلان کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے لئے بددعا کرتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے! اے اللہ فلاں آدمی کو رزق نہ دے۔ تو یاد رکھو! اسکو اللہ تعالیٰ رزق دے یا نہ دے یہ تو اسکی اپنی مرضی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فرمان گرامی کے مطابق ایسا کہنے والے کو ضرور کچھ نہ کچھ حصہ ملے گا۔ یعنی اس کا تھوڑا بہت رزق کم کر دیا جائے گا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی فرماتا ہے اسے ضرور کرتا ہے۔ وہ وعدہ کا بہت ہی سچا ہے۔ لہٰذا دوستو! اپنا نقصان کرنے کے بجائے کیوں نہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت یہ دعا مانگیں، اے اللہ رب العالمین تمام انسانوں کا بھلا کر۔ اس میں کافروں کے لئے بھی نیک دعا ہے۔ کہ ان کو ایمان نصیب کر، بھلا سے یہی مراد ہے۔ خدا کی قسم ایسا کرنے سے آپ کو دونوں جہان کی نعمتیں نصیب ہو جائیں گی۔

قارئین حضرات! بڑے افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ رب العزت اور اس کے رسول پاکؐ کے اتنے واضح ارشادات عالیہ کے ہوتے ہوئے بھی بعض لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ اور جو کچھ دل میں آتا ہے کہتے چلے جاتے ہیں۔ جو لوگ صحابہ کرامؓ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ بھی صحابہ کرامؓ کے امیر کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، یا گستاخیاں کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور پھر اپنے اس فعل پر نادم ہونے کی بجائے اس پر ناز کرتے ہیں اور اگر کچھ کہا جائے تو جواب صبائی کوفیوں کی من گھڑت اور السنائیت سے گری ہوئی روایتوں سے پیش کرتے ہیں۔ جو اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے سبائیوں نے وضع کیں تاکہ اسلام میں تفرقہ ڈالا جائے جس میں کوفی کامیاب رہے۔

قارئین کرام! اس خیال کے لوگوں سے کہو کہ جناب حسینؓ کے رفقاء جو کربلا میں آپ کے ساتھ موجود تھے اور زندہ سلامت رہے یا باقی عزیز و اقارب جو آپ کے بعد کافی عرصہ تک حیات رہے اور جن کا حضرت موصوف کے ساتھ خونی رشتہ تھا اور اس قتل سے ان کو حد سے زیادہ کوفت ہوئی تھی ان سب حضرات سے امیر المومنین یزیدؓ کے خلاف ایک بات بھی ثابت کریں۔ بلکہ میں آئندہ ثابت کروں گا کہ سیدنا عباسؓ۔ سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا جعفر طیار۔ سیدنا علیؓ۔ بلکہ سیدنا حسینؓ ان سب بزرگوں کی تمام اولاد نے امیر المومنین یزیدؓ سے خلافت کی بیعت کی اور حکومت کے کام میں ہر قسم کا تعاون فرمایا۔ اور دنیاوی فوائد حاصل کئے یہ بزرگ امیر کے خلاف کسی قسم کی گستاخی سننے کو بھی تیار نہ تھے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے بیان سے ثابت ہوتا ہے قارئین

بڑے افسوس کا مقام ہے رب العزت تو اپنے دوستوں کی اسقدر عزت و احترام کرے کہ ان کے کتے کو بھی ان سے جدا نہ کرے (اصحاب کہف) لیکن ہم ہیں کہ جن کی عزت کرنا ہمارے ایمان کا جزو ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص دوستوں میں سے ہیں۔ ان کے امیر کو برا بھلا کہنے میں ہی اپنی نجات سمجھتے ہیں جب اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں سے ان کے کتے کو بھی جدا کرنا پسند نہیں کرتا تو پھر اپنے دوستوں کے منتخب امیر کو آپ لوگوں کے کہنے پر کس طرح ان سے دور رکھ سکتا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اپنے آپ کو سبائی کوفی پروپیگنڈے سے بچاؤ۔ ورنہ ایک دن پچھتانا پڑے گا۔

قارئین! امیر المومنین یزیدؒ پر قتل حسینؓ کا الزام عائد کرنے والے وہی لوگ ہیں، جنہوں نے حضرت حسینؓ کو خطوط اور اپنے آدمی بھیج بھیج کر حلف اٹھا اٹھا کر یقین دلایا تھا کہ ہم ہر حالت میں آپ کے ساتھ ہیں۔ جب حضرت حسینؓ انکے بھروسہ پر مکہ مکرمہ سے خروج کر کے چلے آئے تو یہ لوگ آپ کی بیعت توڑ کر یعنی تقیہ کا لباس اتار کر امت مسلمہ کی بربادی کے لئے مزید فتنوں کے دروازے کھول کر غائب ہو گئے۔ اور ان کے بھیجے ہوئے آدمی جو آپ کو مکہ مکرمہ سے ساتھ لائے تھے۔ وہ تقیے کے سہارے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے آپ کے پر فریب مشیر بنے رہے۔ ان کوفیوں۔ اور مسلم بن عقیل کے بھائیوں کے ناعاقبت اندیشانہ جذبے سے یہ دل ہلا دینے والا واقعہ پیش آیا۔ جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فتنوں کے سیلاب بہا دیئے۔

حضرت زید کا خروج

ذیل کا مضمون ان واقعات پر پوری طرح

روشنی ڈالتا ہے۔ سیدنا حسینؓ کے سگے پوتے حضرت زید بن علی (زین العابدین) کو جب ۱۲۲ھ میں امیر المومنین ہشام بن عبدالملکؒ کے خلاف خروج پر ساتھیوں نے ورغلایا تو آپ کے ابن عم اور دلی دوست داؤد بن علی بنؓ عبداللہ بن عباسؓ نے روکا اور منع کیا کہ یہ لوگ بے ایمان ہیں ان کا کام شروع ہی سے آگ لگانا ہے۔ ان کے بہکانے میں نہ آؤ۔ جسکو شیعہ مورخ طبری اس طرح بیان کرتا ہے۔

لکھتا ہے | اے بھائی یہ آپ کو دھوکہ دیکر آپ کی جان خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ وہی فرقہ پرور لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے جد امجد حضرت علیؓ بن ابی طالب کا جو تم سے بدرجہا بہتر تھے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور بالآخر کار ان کو قتل کرا دیا تھا۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے حسن بن علیؓ سے بیعت کی اور پھر ان ہی پر حملہ آور ہوتے ان کی گردن سے، چادر تک گھسیٹ ڈلی۔ خیمہ ان کا لوٹ لیا اور زخمی کر دیا۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے خود تمہارے دادا حسینؓ بن علیؓ کو تحریر بھیج کر قسمیں کھا کھا کر اپنی وفاداری کے حلف اٹھا اٹھا کر خروج پر آمادہ کیا۔ پھر ان ہی سے غداری کی۔ یہاں تک کہ ان کو معہ ساتھیوں کے قتل کر دیا۔ پس تم الیاسمت کرو، ان کے ساتھ مت جاؤ (طبری جلد ۲ صـ ۲۸۶ طبع دکن)

اہل نظر یہ ایک شیعہ بیان کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ اس وقت کے تمام کے تمام لوگ کوفیوں ہی کو قتل حسینؓ کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ لہٰذا اہل نظر کا فرض ہے کہ ان واقعات کو جو میں تحریر کر رہا ہوں قرآن و سنت کی روشنی میں جیسے کہ چند آیات اور احادیث اوپر بیان کر چکا ہوں ان کی روشنی میں انصاف اور دیانتداری

بے غور فرمائیں ۔ کہ یہ واقعات جو کوفی سبائیوں نے وضع کئے ہیں اور کچھ توڑ مروڑ کر بیان کئے ہیں ان کو مان کر کہیں آپ اپنا ہی نقصان تو نہیں کر رہے ۔ احباب کرام! میری اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں نے جس شخص کو اپنا امیر تسلیم کر لیا ہو اسکے خلاف کسی قسم کی کوئی بات نہ کہی ہو بلکہ اسکی تعریفیں کیں جو آپ کے سامنے تفصیل سے بیان کی جا رہی ہیں ۔ پھر کسی بعد میں آنے والے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ان بدفطرت سبائی کوفیوں کی یادہ گوئی سے بہک کر ان جملہ بزرگ ہستیوں ، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے مسلک کے خلاف حاشیہ آرائی شروع کر دے ۔ اور یہ بھی واضح کر دینا مناسب ہوگا کہ اگر کوئی شخص ان بزرگ ہستیوں اصحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کے مسلک کے مقابلہ میں ان کے بعد آنے والے تمام مسلمانوں کے خیال یا مسلک کو پیش کرے ۔ تو یہ ایک سچے مسلمان کے نزدیک ذرہ بھر وقعت کے حقدار نہیں ۔ یہ کسی ضد یا تعصب کی بناء پر نہیں بلکہ اسلئے کہہ رہا ہوں کہ یہ بزرگ دین حق کی کسوٹی ہیں اور ہم دینی امور میں کھوٹے اور کھرے کی پہچان اسی کسوٹی ہی کے ذریعہ کر سکتے ہیں ۔ اگر کوئی شخص ان بزرگانِ دین کے مسلک صحیح پر معاندانہ تنقید کرتا ہے تو ہم اس کو دریدہ دہن اور بے دین سمجھتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو کہ اہلِ حق ان صحابہؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان

حاکم نے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پسند کیا اور میرے لئے میرے اصحاب کو منتخب فرمایا ، پھر ان میں نے

بعض کو میرا وزیر اور بعض کو میرا انصار اور بعض کو میرا سسرالی رشتہ دار بنا دیا
لہذا جو میرے اصحاب کو برا کہے اس پر خدا اور اس کے فرشتوں اور سب لوگوں
کی لعنت ہے۔ اس کی قیامت کے دن کوئی نفلی یا فرض عبادت قبول نہ ہوگی۔
(ازالۃ الخفاء ص ۳۴۳ طبع کراچی)

(۲) ابو زرعہؒ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے
نزدیک برحق ہیں اور قرآن کریم بھی برحق ہے۔ اور یہ قرآن کریم اور نبی پاک صلعم کی
سنتیں صحابہ کرامؓ سے ہی ہم کو پہنچی ہیں۔ زندیق چاہتے ہیں کہ ہمارے ان حق و صداقت
پر شہادت دینے والے صحابہ کرامؓ کو مجروح کر دیں تاکہ یہ لوگ کتاب و سنت کو
باطل ٹھہرا دیں۔ حالانکہ جرح ان لوگوں پر ہونی چاہیے۔ اور یہی اسکے مستحق ہیں۔
(کتاب الکفایہ فی علم الروایہ الخطیب البغدادی ص ۴۹)

امیر المومنین یزیدؒ جن کو اللہ تعالیٰ نے رہبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی زبان مبارک سے پاک فرمایا ہے اور دنیائے اسلام کے بنیادی ستونوں
بزرگ ترین ہستیوں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے آپ کے ساتھ ہر طرح سے
تعاون فرمایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور رحمت اللعالمین اور صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ
ان سب کے خلاف بعد میں آنے والے لوگوں نے عبداللہ بن سبا کی امت کے
پروپیگنڈے کا شکار ہو کر امیر المومنین یزیدؒ کو اپنے ستم کا تختہ مشق بنانا مباح
اور جائز جانا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے باوجود کہ میرا رسولؐ اپنی مرضی سے
کوئی کلام نہیں کرتا۔ آنحضور صلعم کے ارشاد مبارک مغفور کو جھٹلاتے ہوئے کمر بستہ
ہو کر بخشے ہوئے انسان کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا اور نعوذ باللہ انہیں پلید

کہا۔ یعنی نہ صرف اپنے دل پر سیاہی ملنے کو فخر سمجھا۔ بلکہ قیامت تک، اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی روسیاہی مول لے لی۔ بعض لوگوں کے مذہب میں بزرگان دین کی شان میں گستاخیاں اور دشنام طرازی اور تبرا بازی جزو ایمان ہے لیکن اگر کوئی شخص حضرت حسینؓ کو وہ درجہ و مقام اور مرتبہ نہ دے جو انہوں نے خود ساختہ آپ کو دے رکھا ہے۔ تو اس پر ناراضگی کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ ہر مذہب کا اپنا اپنا عقیدہ ہے (ہر انسان کو اپنے عقیدہ کی تبلیغ کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے اگر وہ صحیح ہوگا تو لوگ اسکے ہم خیال بن جائیں گے، ورنہ پاگل سمجھ کر اس کو حقارت سے دیکھیں گے) دین حق نے یہ کہاں بتایا ہے کہ زبردستی دوسروں کو کسی مذہب پر چلنے کے لئے مجبور کیا جاتے اور پھر یہ کہاں کی عقلمندی اور شرافت ہے کہ اہل سنت تو دوسرے مذہب کے پیشواؤں کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور دوسرے گروہ والے اہل سنت کے بزرگوں کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوں۔ اور اس غیر توازن کو صلح و آشتی کا معیار سمجھا جائے۔ یہ کب اور کیسے درست ہے۔

ایک سوال

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ بعض بزرگ یزیدؒ کو کیوں برا سمجھتے ہیں۔ اسکی وجہ کیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انسانی دماغ کی تکوین کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ اس میں جب کوئی چیز جڑ پکڑ جاتی ہے۔ تو جب تک معقول دلائل اس کے خلاف نہ ملیں۔ کوئی بھی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اپنے پہلے نظریہ سے نہیں ہٹ سکتا اور کسی طرح اسے چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح امیر المومنین یزیدؒ کے خلاف ان کو جو بدگمانی شروع ہوئی چودہ صدیوں سے کذب

بیابانی کے پہاڑ استوار کئے ہوئے ہیں انہوں نے ایک ایسی راہ ہموار کھلی ہے
کہ اس سے چھوٹا و بڑا کچھ نہ کچھ اثر ضرور قبول کرتا ہے۔ اور دماغ میں جمی ہوئی
چیز کا باہر نکالنا پھر اسکی جگہ دوسری چیز کا بٹھانا مشکل نظر آتا ہے۔ اسلئے بعض
اوقات بڑے سے بڑا انسان بھی ظاہری حالات سے متاثر ہو جاتا ہے۔ مثلاً
اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اسی طرح ایک موقعہ پر مشتعل ہو کر
اپنے بھائی کی داڑھی پکڑ لیتے ہیں جس کے متعلق خود آپ نے اللہ تعالیٰ سے
عرض کی تھی، کہ اے اللہ میرے بھائی کو میرا مددگار بنا دے۔ کیوں کہ وہ بہ
نسبت میرے خوب بیان کر سکتا ہے۔ مگر صرف ظاہری واقعات کو مدنظر
رکھ کر اپنے بھائی کو لوگوں کے سامنے پکڑ لیتے ہیں۔ مگر حضرت ہارونؑ کے
کہنے پر کہ میں اس معاملے میں پاک ہوں میرا کوئی قصور نہیں۔ خواہ مخواہ
مجھے لوگوں کے سامنے بے عزت نہ کیجئے۔ تب کہیں حضرت موسیٰؑ حضرت
ہارون علیہ السلام کو چھوڑتے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے واقعات آپ کو
تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہونگے جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان
ظاہری اسباب کی بنا پر ان سے ضرور اثر پذیر ہوتا ہے اور یہی
وجہ ہے کہ کوفیوں کے شر انگیز جھوٹے واقعات اپنا تھوڑا بہت اثر
عوام الناس کے اذہان پر چھوڑے ہوتے ہیں، کاش کہ لوگ ذرا عقل سلیم سے کام
لیں اور سوچیں کہ ان بے راہ لوگوں نے کس طرح جھوٹے سکوں پر ملمع سازی
کر کے دوسرے لوگوں کو بھی بے راہ رو ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ لہٰذا ان
واقعات اور دلائل کو جو کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ اور

باقی دوسرے واقعات کو ذہن نشین فرما کر بار بار ان پر غور کریں اور سوچیں کہ
جسکی وجہ سے آپ لوگ امیر المومنین یزید کو برا کہتے ہیں وہ یعنی خاندان سیدنا علیؓ
بلکہ اس وقت کے تمام مسلمان تو امیر یزیدؓ کو امیر المومنین کے لقب اور نیک دعاؤں
سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ لیکن قاتلان حسینؓ کی اولاد سبائی گروہوں نے اپنے
بزرگوں کی خفت مٹانے اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لئے طرح طرح کے من گھڑت
قصے تاریخ اسلام میں داخل کر دیئے۔ جن کو علامہ ابن خلدون اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ابن خلدون کی حق بیانی

لیکن جو کیا کیا جائے نا اہلوں نے من گھڑت
خرافات و بے بنیاد باتیں تاریخ میں ملادیں
اور لغو و کمزور بے بنیاد باتوں کو ادھر ادھر سے لے کر یا خود ساختہ شامل
کر لیں اور پھر بعد میں آنے والے بہت سے لکیر کے فقیر ہو کر ان ہی کے نقش قدم
چلے اور سنی سنائی باتوں کو ہم تک پہنچایا نہ انہوں نے واقعات کے اسباب پر
نظر رکھی اور نہ خاص خاص حالات کو لحاظ میں لاتے اور نہ لے اصل اخبار اور محض
زٹلیات سے تاریخ کے دامن کو پاک کیا۔

غرض چنانچہ — موجودہ اکثر و بیشتر تاریخیں اسی لیے تحقیقی و تنقیحی پہلو سے
یکسر خالی ہیں اور صاف و معرّیٰ ہیں اور محض و بیجا باتوں سے سراسر اٹی پڑی
ہیں کیونکہ تقلید کا مادہ زیادہ تر لوگوں میں پیوست ہے اور نا اہلوں کا فنون
علم پر پورا پورا تسلط ہے۔ غرض جہالت کی تاریکی لوگوں پر بری طرح چھائی
ہوئی ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص۱۴)

پھر لکھتے ہیں

ان کے بعد مقلدین و کوتاہ بین نظر و عقل مورخین

کا دور دورہ شروع ہوا جو انہی سابقین ابن الکلبی۔ محمد بن عمر الواقدی (وطبری) کی لکیر پیٹنے لگے اور انہی کے اقوال کو نمونہ و مثال بنانے لگے (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۵)

مزید لکھتے ہیں

چنانچہ اکثر و بیشتر مورخین و مفسرین اور ناقلین نقل حکایات و وقائع میں غلطیوں کا شکار ہو گئے۔ محض اس لئے انہوں نے صرف نقل پر بھروسہ کیا خواہ وہ قابل رد ہو یا قابل قبول۔ اور پھر ان کو نہ تو اصول کے مطابق پرکھا اور نہ ہی اخبار پر گہری نظر ڈالی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حق سے بہک گئے اور وہم و غلطی کے جنگل میں بھٹکتے پھرے (ص ۳۹ مقدمہ ابن خلدون)

نیز کہتے ہیں کہ

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ سادہ ذہنیت میں جب کوئی بات سنتا ہے تو اسے وہ منصفانہ نظر کی کسوٹی پر پرکھتا ہے یہاں تک کہ سچ جھوٹ سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی رائے یا عقیدے کا پہلے سے پیروکار ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی رائے و عقیدہ کے موافق سب چیزوں کو یکدم قبول کر لیتا ہے۔ گویا کہ جانب داری و پاسداری کی پٹی اسکی چشم بصیرت پر بندھ جاتی ہے۔ اور وہ سنی ہوئی خبروں کی چھان بین اور تحقیق سے باز رہتا ہے۔ اسی لئے وہ جھوٹی خبر کو بلا تامل قبول کر لیتا ہے اور پھر بے دھڑک اسکی نقل بھی کرتا ہے (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۵)

آخر میں لکھتے ہیں

انسان طبعاً عجیب بات کہنے کا دلدادہ ہے اور اعتراض یا تنقید سے غفلت برتتے ہوئے اسکو جلد زبان پر لے آنے کا عادی ہے۔ وہ نفس کی بھول چوک یا اس کے ارادے پر اسکی جانچ پڑتال نہیں کرتا اور وہ نقل خبر میں اسکی سند یا اس کے واسطے کی

تحقیق نہیں کرتا اور نہ ہی خبروں کو بحث و تمحیص کی کسوٹی پر گھستا ہے۔ اس لئے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ زبان کی لگام کو ڈھیل دے دیتا ہے اور اسے جھوٹ کے میدان میں خوب آزادی عطا کرتا ہے۔ وہ اس طرح اللہ تعالٰی کی آیات کا تمسخر اڑاتا ہے ساتھ ہی لغو باتوں کی اشاعت کر کے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے (مقدمہ ابن خلدون طبع کراچی ص ۱۱۱)

اہل بصیرت قارئین! علامہ موصوف کی تحریر کو بار بار پڑھیں، اور اس پر خوب اچھی طرح غور فرمائیں۔ علامہ صاحب نے تاریخ کو غلط رنگ میں پیش کرنے والوں کی نشاندہی کر کے واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ جو تاریخ آج ہمارے پاس ہے وہ زیادہ تر غلط اور لیے بنیاد روایتوں سے پر ہے۔ اور ان ہی من گھڑت قصوں سے متاثر ہو کر اکثر مسلمان حقیقت سے دور جا چکے ہیں اور بعض بزرگوں کی غلط عقیدت و محبت میں انصاف اور دیانت سے ہٹ کر غلط باتوں کا شکار ہو کر خرافات میں کھو چکے ہیں۔

تمدن تصوف شریعت کلام | بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت روایات میں کھو گئی | حقیقت خرافات میں کھو گئی (اقبال)

بدیں وجہ بندہ نے کوشش کی ہے کہ یہ پیش کش فرحات سے مبرا اور حقائق پر مبنی اصولوں سے کما حقہ مزین ہو تاکہ صاحب دل و دماغ اس سے کچھ فائدہ حاصل کر سکیں۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر۔ مردِ ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

علامہ اقبال رح

اس کتاب سے ہماری قطعاً یہ غرض و غایت نہیں کہ اس سے کسی فرقے یا فرد کی کوئی دل آزاری کی جائے۔ ہم ایسا خیال لانا بھی گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اسلام کسی دوسرے کی دل آزاری کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ اس لئے کسی بزرگ کی شان میں گستاخی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ساتھ ساتھ بندہ کو اس بات کا بھی کلی طور پر اعتراف ہے کہ صاحب علم حضرات سے بہت ہی پیچھے ہوں۔ اور مجھے اپنی کمزوریوں کا پورا پورا احساس ہے نہ زبان پر پورا پورا عبور حاصل ہے اور نہ ہی تحریر و تقریر سے کما حقہ واقفیت۔ اس لئے اہل علم حضرات سے التجا ہے کہ تحریری خامیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بندہ کے پیش کردہ دلائل کو نگاہ میں رکھیں۔ اگر دلائل قرآن و سنت کی روشنی میں ہوں تو متلاشیان حق کی طرح ان کو قبول کریں۔ آپ کے لئے باعث رحمت ہوں گے۔ بندہ اگر سعی کر رہا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق کہ اگر تم ایک بھی حق بات جانتے ہو تو وہ دوسروں تک پہنچا دو۔ وما علینا الا البلاغ

نہ عالم ہوں نہ علامہ نہ رکھتا ہوں کوئی ڈگری۔ میں پیروکار ہوں اس کا کہا حق نے جسے خاتم
پڑھو میرے دلائل اور کرو ایمان کو تازہ۔ میری تحریر ہے گویا خشیت حق تعالیٰ کی

"ابو منیب"

واقعہ کربلا کے راوی

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَہُمْ لَعِبًا وَّلَہْوًا وَّغَرَّتْہُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا

ترجمہ۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور بے حقیقت تماشہ بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۷

شریعت کے احکام جنکو نہ بھائیں — وہ جھوٹی روایات سب کو سنائیں
شرارت کریں اور فتنے اٹھائیں — صحابہ کو کافر کہیں دل دکھائیں

یہ کوفی ہیں دشمن خدا کے نبی کے
جو سچ پوچھئے یہ ہیں دشمن سبھی کے

بزرگوں کو کوفی تبرے سنائیں — تقیہ کو اعلیٰ عبادت بتائیں
اماموں کو رب اور نبی سے بڑھائیں — یہ کوفی ہیں یا آسمان کی بلائیں

حسینؓ و علیؓ اور عثمانؓ کے قاتل
شرافت کے دشمن حقارت کے مائل

یہ کوفی اور باطل کے دلدار سارے — نشہ میں ضلالت کے سرشار سارے
یہ اسلامیوں سے ہیں بیزار سارے — ہیں اسلام سے دو بدکار سارے

نفاق اور بغاوت سے مخمور کوفی
صداقت ہدایت سے ہیں دور کوفی

ابو یزید بٹ

کوفیوں کے اکابر اور ان کی حرکتیں حقیقت میں کافروں کا ٹولہ

(۱) محمد بن سائب الکلبی وکوفی متوفی ۱۴۶ھ۔ (۲) ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی متوفی ۱۵۷ھ (۳) ہشام الکلبی متوفی ۲۰۴ھ السری بن اسماعیل کوفی اور عماد الدین۔ علی بن مجاہد وغیرہ بھی شیعہ راوی ہیں۔ اول الذکر کا دادا بشیر بن عمرو الکلبی ہے۔ یہ شخص اپنے تین بیٹوں۔ السائب۔ عبید اور عبدالرحمٰن کے ساتھ جمل و صفین کی لڑائیوں میں سیدنا علیؓ کی فوج میں شامل تھا اور محمد الکلبی کا باپ السائب اموی خلیفہ عبدالملکؒ کے خلاف سیدنا حسینؓ کے داماد مصعب بن زبیر کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا تھا اور خود یہ راوی محمد الکلبی عبدالملک کے خلاف ابن اشعث کی بغاوت میں شریک ہو کر الجماجم کے معرکہ میں موجود تھا (معارف ص ۲۳۲)

ہشام الکلبی اسی مذکورہ الکلبی کا بیٹا تھا۔ اور ابو مخنف کا دادا سعید بھی جنگ صفین میں اپنے خاندان کے سردار کی حیثیت سے سیدنا علیؓ کی عراقی فوج میں شامل تھا۔

محدثین اور واقعہ کربلا کے راوی

بخاری کا قول ہے کہ سفیان یہ کہتے تھے کہ کلبی نے مجھ سے کہا ہے جتنی روایتیں میں ابو صالح سے نقل کروں وہ جھوٹی ہیں۔

یزید بن زریع کا قول ہے۔ کلبی عبداللہ بن سبا کے فرقہ کا آدمی تھا۔ ابن حبان کا قول ہے کہ کلبی عبداللہ بن سبا کے فرقے میں سے تھا۔ اور ان لوگوں میں سے تھا جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ علیؓ نہیں مرے اور وہ پھر دنیا میں آئیں گے۔ اور جب

وہ بادل کو دیکھتا تو کہتا تھا کہ امیر المومنین اس میں ہیں۔ تنبوذکی یہ کہتے تھے کہ میں نے کلبی سے یہ سنا کہ میں سبائی مذہب کا ہوں۔ یعنی عبداللہ بن سبا کے مذہب میں ہوں۔ حسن بن یحییٰ یہ کہتے تھے کہ میں نے کلبی سے یہ سنا ہے کہ جبرائیل علیؑ سے وحی بیان کرتے تھے۔ احمد بن زہیر کا قول ہے کہ میں نے احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کو دیکھنا جائز ہے انہوں نے کہا جائز نہیں جوزجانی وغیرہ نے کلبی کو کذاب کہا ہے اور دار قطنی اور ایک جماعت نے اس کو متروک کہا ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ کلبی کا مذہب اور جھوٹ کھلا ہوا ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ اور کلبی بواسطہ ابو صالح کے ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے۔ حالانکہ ابو صالح نے ابن عباسؓ کو دیکھا ہی نہیں۔ کلبی ایسا شخص تھا کہ کتابوں میں اس کا ذکر جائز نہیں۔

(صفحہ ۴۷ تا ۵۰، تصیحۃ الشیعہ)

ابو مخنف شیعہ تھا۔

اہل شیعہ کے ہاں "تنقیح المقال" میں رجال ایک مستند کتاب ہے۔ اس میں بھی ابو مخنف کے بارے میں لکھا ہے **وکان شیعیاً اماميًا** یعنی ابو مخنف امامیہ شیعہ تھا ہشام اکثر ابو مخنف ہی سے روایت کرتا ہے۔ ہشام خود غیر ثقہ راوی ہے اور اس کا ماخوذ اس سے بھی زیادہ غیر ثقہ ہے۔ لہٰذا اسکی روایات تو بالکل اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔ ہشام بن محمد بن سائب الکلبی متوفی ۲۰۴ھ سے بھی واقعہ کربلا کی بہت سی تفصیلات ملتی ہیں۔ یہ راوی بھی ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل عساکر دار قطنی سب ہی نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

میزان الاعتدال ذہبی جلد ۲ صفحہ ۵۵۰

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابومخنف قابل اعتماد نہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں ابومخنف کے بارے میں فرماتے ہیں
ولا یوثق بہ - یہ قابل اعتماد نہیں ہے - دار قطنی نے بھی اسے ضعیف بتاوی
کہا ہے - یحییٰ بن معین بھی اسے غیر معتبر سمجھتے تھے - ایک دفعہ ابومخنف کے بارے میں
انہوں نے کہا تھا - وہ تو کچھ چیز بھی نہیں - (لسان المیزان جلد ۴ ص ۴۹۲)
مولانا احتشام الدین صاحب مرادآبادی نصیحۃ الشیعہ ص ۸۷ جلد ا میں لکھتے
ہیں کہ یہی چند چالاک شخص اس مذہب کے موجد ہیں - جیسا کہ ابوبصیر اور زرارہ
اور دونوں ہشام اور ابوجعفر احول صاحب الطاق وغیرہ وغیرہ - یہ سب لوگ
اس کمیٹی کے ممبر تھے جو عبداللہ بن سبا کے وقت قائم ہوئی تھی انہی بزرگوں
نے ائمہ سے عقائد و مذہب شیعہ نقل کئے اور امامت کا مسئلہ ایجاد کیا -

صاحب کشف الاوال کہتے ہیں کہ ابومخنف کذاب ہے

صاحب کشف الاوال فی نقد الرجال ص ۹۲ پر لکھتے ہیں کہ ابومخنف لوط بن یحییٰ
کذاب تھا اسی طرح تذکرۃ الموضوعات نام لکھ کر کذاب کہہ کر تعارف کراتے
ہیں ص ۲۸۶ - سیوطی المصنوعۃ الاحادیث الموضوعہ ص ۲۸۵ پر ابومخنف
اور اس کے ہم داستان الکلبی دونوں کے متعلق لکھا ہے - کہ لوط والکلبی کذابان "-
امام ذہبی میزان الاعتدال میں ابومخنف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ کذاب
لائق اعتبار نہیں ہے - دار قطنی نے اسے ضعیف بتایا ہے - اور ابن معین فرماتے ہیں

کہ یہ تو کسی اعتبار کے لائق ہی نہیں ہے ۔ مرہ کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں ۔ ابن عدی فرماتے ہیں یہ تو کٹر شیعہ ہے اور خبریں بھی شیعوں ہی کی شائع کرتا ہے ۔ اور تاج العروس شرح القاموس جلد ۶ صفحہ ۵۰ پر ابو مخنف کا اخباری شیعہ ناصف متروک کہہ کر تعارف کرایا گیا ہے ۔ اور پھر اسی طرح صاحب معجم الادباء نے جلد ۱۷ صفحہ ۴۱ پر اس کے متعلق ائمہ رجال کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابو مخنف کوفی تھا ۔ اس لئے اس کی روایتیں کسی کام کی نہیں ہیں ۔

ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ راوی سبائی ہیں

محمد بن السائب الکلبی اور ابو نصر کوفی دونوں کے متعلق ابن حبان لکھتے ہیں کہ یہ الکلبی سبائی تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو موت نہیں آئی وہ واپس اگر دنیا کو پھر عدل سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح ظلم سے بھری پڑی ہے (صفحہ ۱۴۲ جلد ۳ میزان الاعتدال) شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہؒ نے بھی ان تمام راویوں کو جھوٹا فرمایا ہے ۔

لکھتے ہیں

ابو مخنف ۔ ہشام بن محمد السائب الکلبی اور ان جیسے راویوں کا دروغ گو اور جھوٹا ہونا اہل علم کے نزدیک جانی پہچانی بات ہے ۔

(منہاج السنۃ صفحہ ۱۳ جلد ۱)

طبری شیعہ تھا

ابو مخنف جیسا کہ محدثینؒ کے اقوال سے ثابت ہے کہ یہ کوفی سبائی تھا اس نے اپنے بڑوں کی خفت دور کرنے کے لئے مبالغہ آرائیوں اور داستان سرائیوں کے پہاڑ کھڑے کر کے آنے والوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کے لئے طرح طرح کی وضعی روایتوں کو کتابی شکل

دیگر دنیا کے سامنے پیش کیا جس کو سب سے پہلے طبری نے اپنی کتاب میں درج کر کے کذابوں کی تقلید کی کیونکہ وہ خود شیعہ تھا اور اس پروپیگنڈے کو عام کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتا تھا۔ حافظ احمد بن علی السلیمانی جیسے بلند پایہ محدث کا قول ہے کہ ابن جریر طبری شیعوں کے لئے حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ کان یضع للروافض اس کی تاریخ اور کتب کی ورق گردانی کیجئے تو شیعہ شعار کے مطابق شیعوں کے اماموں کے نام کے ساتھ علیہم السلام یا صلوٰۃ اللہ علیہ وغیرہ کے الفاظ ملیں گے اور اس کے بر عکس بعض صحابہ کرام اور خلفائے اسلام کے ناموں کے ساتھ لعن تک کی تحریر لکھی ہوئی نظر آئیگی ان کی تاریخ جلد ۱۳ صـ ۲۲ پر معاویہ لعنت اللہ لکھا ہوا ہے اور صـ ۲۹ پر یزید بن معاویہ لعنہما اللہ درج ہے۔ حافظ ابن کثیر ماہ شوال ۳۱۰ھ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ جب طبری کی وفات ہوئی تو حنبلی فرقہ کی ایک جماعت نے اس کو مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ ہونے دیا اس لئے اسے اس کے مکان کے اندر ہی دفن کیا گیا۔ کیونکہ وہ لوگ اس کو شیعہ سمجھتے تھے (البدایہ النہایہ صـ ۱۴۶ جلد ۱۱)

قارئین کرام! وہ لوگ جو مذہب کو افیون کا نشہ سمجھتے ہیں کسی حد تک ٹھیک کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا واسطہ ہی ایسے لوگوں سے پڑا ہوتا ہے جو خدا پرستی اور مساوات کے اصول سے ہٹ کر اندھی عقیدت کے ذریعہ اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں ایسے لوگ اپنے مخالف پر ہر طرح سے حملہ کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں ان کے نزدیک دوسرے لوگوں کو جب تک وہ ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ان کی ہر بات حقیقت سے دور ہوتی ہے۔ یہ دن رات خود ساختہ باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں جو اہل عقل کے نزدیک بے سود باتیں ہوتی ہیں۔ خود تو کسی اصول

کے پابند نہیں ہوتے۔ لیکن سنی سنائی اور خود ساختہ باتوں سے دوسروں کو گمراہ کرنے میں بھی اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن خلدون کے بیان سے ثابت ہوتا ہے جو سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے، لکھتے ہیں کہ یہ لوگ سنی سنائی اور جھوٹی باتوں سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اہل نظر! آپ حادثہ کربلا کے واحد جھوٹے راوی ابو مخنف کی تعریف شیعوں کے زمانہ حال کے مورخ جناب شاکر حسین امروہوی کی مشہور کتاب "مجاہد اعظم" سے سنیں اور فیصلہ فرمائیں کہ ابو مخنف نے جو کچھ پیش کیا ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے

شاکر حسین صاحب مولف "مجاہد اعظم" ابو مخنف کو جھوٹا سمجھتے ہیں

مجاہد اعظم کے شیعہ مولف جناب شاکر حسین امروہوی لکھتے ہیں کہ "ہم واضح طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ بعض واقعات جو نہایت مشہور اور سینکڑوں برس سے شیعوں اور سنیوں میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں۔ سرے سے بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔ ہم اس کو بھی مانتے ہیں کہ علما کے طبقے کے بڑے بڑے اراکین، مفسر ہوں یا محدث مورخ ہوں یا دوسرے مصنفین، متقدمین یا متاخرین یکے بعد دیگرے ان کو بلا سوچے سمجھے نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور ان کی صحت و غیر صحت کا معیار اصول پر نہیں جانچا۔ اس تساہل و تسامح کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلط اور بے بنیاد قصے عوام تو عوام خواص کے قلوب و اذہان میں بھی راسخ اور استوار ہوگئے کہ ان کا انکار گویا بدیہیات کا انکار ہے (ص ۱۱۴)

فرضی اور ناممکن العمل قصوں کا طومار

صدہا باتیں طبع زاد تراشی گئی ہیں۔ واقعات کی تدوین

عرصہ دراز کے بعد ہوئی۔ رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا۔ ۔ ۔ ۔ : ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی کربلا میں موجود نہ تھا اسلئے ان واقعات کو اس نے بھی سماعی طور پر لکھا ہے۔ لہٰذا "مقتل ابو مخنف" پر بھی پورا وثوق نہیں۔ پھر لطف کی بات یہ کہ "مقتل ابو مخنف" کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف واقعات کے جامع نہیں۔ بلکہ کسی اور ہی شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلمبند کر دیا ہے مختصر یہ کہ شہادت امام حسینؑ کے تمام واقعات ابتداء سے انتہا تک اسقدر اختلافات سے پر ہیں کہ اگر ان کو فرداً فرداً بیان کیا جائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہوجائیں۔ اکثر واقعات مثلاً اہل بیت پر "تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا" فوج مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا۔ شمر کا سینۂ اطہر پر بیٹھ کر سر جدا کرنا آپ کی لاش مبارک سے کپڑوں تک کا اتار لینا۔ نعش مطہر کا لگد کوب سم اسپاں کیا جانا۔ سرادقات اہل بیت کی غارتگری۔ نبی زادیوں کی چادریں تک چھین کر رعب جمانا وغیرہ وغیرہ۔ بہت ہی مشہور اور زبان زد عام و خاص ہیں حالانکہ ان میں سے بعض غلط بعض مشکوک بعض ضعیف۔ بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔ (مجاہد اعظم ص ۱۷۸)

پھر لکھتے ہیں

(۴۲) سید الساجدین (زین العابدینؑ) حالت بیماری میں خیمہ کے اندر موجود تھے۔ حسن مثنیٰ یا وہ لوگ جو شہادت پر فائز نہیں ہوئے۔ ان سے کوئی واقعہ مروی نہیں ہے۔ جس شخص نے جیسے سنا دوسرے سے کہا۔ دوسرے نے تیسرے سے بیان کر دیا۔ بیان واقعات میں کسی راوی

سے سہو ہوا۔ کسی نے بیان واقعہ کی اصلیت کو افراط و تفریط سے مسخ کر دیا (مجاہد اعظم ص ۱۷۱)

سبائی شیعہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں

آنحضور صلعم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ آنے والے زمانے میں ایک قوم ہو گی۔ جو عیب دار ہو گی اور یہی اس کی شناخت ہو گی وہ رافضی کہلائیں گے۔ ان سے لڑو اللہ انکو ہلاک کرے۔ وہ مشرک ہوں گے۔

(سراج الوہاب ص ۷۰۵ بحوالہ قاطع الانف)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ بھی کوفیوں کے خلاف تھے

رافضی لوگوں پر خدا کی لعنت اسکے فرشتوں کی لعنت اور تمام مخلوق کی تاقیامت ان پر لعنت۔ روئے زمین پر ان میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ کیونکہ یہ اپنے غلو میں انتہا تک جا پہنچے ہیں۔ کافر ہو گئے ہیں۔ خدائے تعالٰے کی پناہ ان لوگوں سے جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں (غنیۃ الطالبین مع زبدۃ السالکین ص ۱۵۷)

اہل کوفہ کے بارے میں مورخین کی حق گوئی

مہر الدین صاحب مصنف "حرمت تعزیہ" لکھتے ہیں

"گویا شیعہ درحقیقت اور دلی طور پر دشمن اہل بیت تھے ان کے دل میں امام باوقار کے احترام کا ذرہ بھر بھی لحاظ نہ تھا اور وہ اپنی ذاتی عداوت کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ جیسا کہ ان کی سابقہ نظریات ان پر گواہ ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت علیؓ شیر خدا اور امام حسنؓ کو سخت پریشان کیا اور خلافت سے دست بردار ہو جانے پر مجبور کر دیا اور بڑی بڑی نافرمانیاں کیں۔ حتیٰ کہ ائمہ اطہار کو برے اور کریہہ الفاظ میں انہیں یاد کرنا پڑا۔ یہی لوگ بظاہر انہوں نے بطور تقیہ اپنی محبت کا اظہار کیا۔ اور جان و مال قربان کرنے کا وعدہ کیا اور حضرت امام کو منگوا کر اپنی ذاتی دشمنی کو پورا کیا اور ثواب تقیہ بھی حاصل کیا۔ (ص ۲۵۴)

حرمت تعزیہ طبع لاہور)

اکبر شاہ نجیب آبادی کا اعلان حق

اب تک جس قدر حالات بیان ہو چکے ہیں ان سب کے مطالعہ سے کوفہ اور اہل کوفہ کی نسبت قلب میں عجیب عجیب قسم کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں اور کوفہ روئے زمین کی ایک عجیب اور عجیب الفعول بستی نظر آنے لگتی ہے۔ عبداللہ بن سبا۔ اور ہر ایک سازشی گروہ کو کوفہ میں کامیابی حاصل ہوئی اہل کوفہ ہی حضرت عثمانؓ کے قتل میں پیش پیش تھے۔ اہل کوفہ ہی حضرت علیؓ کے سب سے بڑے فدائی اور شیدائی تھے پھر اہل کوفہ ہی نے سب سے زیادہ حضرت علیؓ کو پریشان کیا اور یہی ان کی ناکامیوں کا باعث ہوئے (اور انہوں نے ہی آخر آپ کو قتل کر دیا) انہی اہل کوفہ نے حضرت امام حسنؓ کو آزار پہنچایا۔ (اور بھاگنے پر مجبور کیا) اور پھر اہل کوفہ ہی حضرت حسینؓ کی خلافت پر آمادہ ہوئے آخر یہی کوفی حضرت حسینؓ کی شہادت کا باعث ہوئے۔ اور انہوں نے بڑی بیدردی سے کربلا میں بلا کر ان کو قتل کر دیا (ص ۹۰ ج جلد ۲ تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی)

مؤرخ صادق حسین صاحب کہتے ہیں

حقیقت میں یہ لوگ کوفی بڑے دغا باز مکار۔ عہد شکن۔ محسن کش۔ احسان فراموش۔ خود غرض۔ مطلبی اور بندہ حرص و آز تھے۔ (ص ۴۶ جلد تاریخ اسلام صادق حسین)

آزاد غیر مسلم مؤرخ ڈوزی کی رائے

کہ عراق کا ملک سیاسی مفسدہ پردازوں اور فتنہ انگیزوں کا معدن اور قزاقوں کا مسکن تھا۔ (ص ۶۷ عبرت نامہ اندلس ڈوزی اردو طبع لاہور)

اب اہل نظر کے سامنے آگے چل کر شہادت حسینؓ کے موقعہ پر خود سید نا حسینؓ آپ کے

دوستوں۔ آپ کی محترم بہنوں، بیٹوں سیدنا زین العابدین اور دوسرے بزرگوں کے کوفیوں سے خطاب پیش کئے جائیں گے۔ لہٰذا اہل بصیرت کو دیکھنا چاہئے کہ منقولہ حوالہ جات کی روشنی میں کیا یہ چیز روز روشن کی طرح عیاں نہیں۔ کہ یہ کوفی راوی غایت درجہ دروغ گو اور گمراہ کن خیالات کے مالک ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کی گفتار پر اعتبار کر لیا جائے۔ کیا عقل اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ان کی دروغ گوئی کو سچائی کا نام دیا جائے۔ دراصل یہ سبائی دشمن اسلام ہیں۔ نہ تو یہ قرآن پاک کو سمجھ سکتے تھے اور نہ ہی آنحضور صلعم کی عزت و ناموس کا انکو پاس تھا۔ ان کی بداعمالیوں اور زیادتیوں نے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ سوائے فتنہ و فساد فی الاسلام والمسلمین۔ شاید انہیں کچھ مرغوب ہی نہیں تھا۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے سیدنا عثمان غنیؓ فرشتہ سیرت انسان کو شہید کیا پھر سیدنا علیؓ سے بیوفائی کی، پھر سیدنا حسنؓ سے بہت بری طرح پیش آئے اور پھر سیدنا حسینؓ کو خطوط لکھ لکھ کر اور اپنے آدمی بھیج کر دھوکہ اور فریب سے کوفہ بلایا جب آپ کربلا ہی پہنچے تھے کہ آپ سے منحرف ہو گئے اور بیدردی سے آپ کو قتل کر دیا۔ اور ماتمی لباس پہن کر دوسروں کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔

سیدنا امیر معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؒ کو کوفیوں ہی نے بدنام کیا

قارئین حضرات! جن لوگوں کی فطرت میں غداری اور مکاری ہو اور جو اپنے پیشواؤں اور راہنماؤں کو بھی بیدردی سے قتل کر دیتے ہوں جن کی درندگی اور سفاکی سے اپنے بھی محفوظ نہ ہوں تو پھر ان حالات کے ہوتے ہوئے تو کوئی عقلمند انسان یہ باور کرنے کو ہرگز تیار نہ ہوگا کہ ان لوگوں نے اپنے مخالف حاکم اور اسکے خاندان کو معاف کیا ہوگا۔ اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ جب کسی شخص سے دشمنی ہو تو اس کی اچھی بات بھی بری لگتی ہے۔ اور

پھر جب تاریخ مرتب کرنے والے بھی وہ لوگ ہوں جن کے ایمان و مذہب کی بنیاد عبداللہ بن سبا نے اسلام دشمنی اور جھوٹے پروپیگنڈے پر رکھی جن کے مذہب میں سب سے افضل عبادت جھوٹ ہو (امام جعفرؒ کا قول ہے کہ دس حصوں میں سے نو حصے دین تقیہ میں ہے جسکا تقیہ نہیں اسکا کوئی دین نہیں ہے۔ اصول کافی صہ ۴۸۲)

کیا ان کے مرتب کئے ہوئے واقعات قابل اعتبار ہو سکتے ہیں

گوئبلز کہا کرتا تھا کہ جھوٹ کو اس طرح بار بار دہراؤ اور اس کا مسلسل پروپیگنڈہ کرو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگیں۔ لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سبائی پروپیگنڈہ مسلسل صدیوں سے جاری ہے اور سال کے بارہ مہینے جاری رہتا ہے بلکہ اس بارہ تیرہ سو سال میں شاید کوئی ایک ساعت بھی ایسی نہ گذری ہو گی جس میں بنی امیہ کے خلاف پروپیگنڈہ نہ کیا گیا ہو۔ حادثہ کربلا کے واقعات مرتب کرنے والے ان لوگوں کی اولادیں ہیں جو عبداللہ بن سبا کے پروگرام میں شریک تھے۔ اور سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کے قتل ناحق میں شامل تھے اور بعد میں سیدنا علیؓ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی جنگ بصرہ میں یہی لوگ تھے۔ جنہوں نے اس خیال سے کہ کہیں فریقین میں صلح نہ ہو جائے شبخون مار کر جانبین کو اندھیرے میں رکھا اور بھائی سے بھائی کا خون کرا دیا۔ اور پھر سیدنا علیؓ کی فوج میں داخل ہو کر سیدنا امیر معاویہؓ سے لڑتے رہے۔

اصول شہادت

اہل علم پر مخفی نہیں کہ شہادت کیلئے غیر جانبداری ضروری اور لازمی ہے۔ برعکس اس کے بیوفا جھوٹے اور غدار قسم کے لوگوں پر اعتبار کرنا بھی عقل کے خلاف ہے۔ اس قماش کے لوگ نہ اپنوں کے خیر خواہ ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کے۔ ایسے لوگ کسی کے خیر خواہ بھی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ جن کی فطرت میں سمائے

منافرت اور خود غرضی کے کچھ بھی نہ ہو۔ اور پھر جب کوئی قوم یا جماعت کسی نیک ہستی کو بظاہر اپنا دنیاوی اور روحانی پیشوا تسلیم کرنے کے باوجود اس کے ساتھ بھی مکر و فریب اور ہر قسم کے ہیر پھیر کرنے سے باز نہ آئے ہر وقت ان کو بھی آزار پہنچانے کی فکر میں رہے۔ تو پھر ایسے لوگوں سے خیر کی توقع کرنا یقیناً عبث ہے ایسے لوگوں کی کسی شہادت پر اعتبار کرنا یا کسی قول و فعل میں انہیں حق پر سمجھنا یا انہیں کسی نیک ہستی کا خیر خواہ خیال کرنا دور اندیشی سے بعید ہے۔ لہٰذا جن لوگوں کی خود ساختہ روایتوں کو تسلیم کر کے بعض لوگ مسلک صحابہ کرامؓ اور فیصلے آنحضور صلعم اور اصول اسلام کے مخالف راہ پر چل رہے ہیں عقل سلیم اسکو ہرگز گوارہ نہیں کر سکتی کہ ان کوفیوں کے جھوٹے اور من گھڑت بیانات کو صحیح سمجھا اور شہادت کا مقام دیگر قانون قدرت کی توہین کرنے میں انہیں حق بجانب سمجھا جائے اور سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؓ سیدنا حسنؓ اور حسینؓ ایسے بزرگوں کی روحوں کو تکلیف پہنچائی جائے۔ اسلئے اس قسم کے فتنہ پرداز لوگوں کے بیانات پر اعتبار نہیں کرنا چاہئیے۔

اہل نظر! اب ذرا غور سے دیکھیں کہ اس قسم کے لوگوں نے اپنے پیشواؤں اور اماموں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا تھا۔ جنکے بہکانے میں اگر آج مسلمان صحابہ کرامؓ کے مسلک سے کہیں دور چلا جا رہا ہے۔

سیدنا علیؓ اور حسنینؓ بھی کوفیوں سے نالاں تھے

اس سلسلہ میں شیعوں کے مشہور عالموں کی کتابوں سے سیدنا علیؓ اور آپ کے صاحبزادوں سے کوفیوں کا سلوک ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا یہ عجیب بات نہیں کہ (حضرت) معاویہ اجڈ جفا شعار لوگوں کو دعوت دیتا ہے

اور وہ بغیر کسی امداد و اعانت اور بخشش و عطا کے اسکی پیروی کرتے ہیں۔ اور میں تمہیں امداد کے علاوہ تمہارے معینہ عطیوں کے ساتھ دعوت دیتا ہوں مگر تم مجھ سے پراگندہ و پشتہ ہو جاتے ہو اور مخالفتیں کرتے ہو۔ تم تو میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے ہو اور نہ اسکے پر متحد ہوتے ہو۔ وہ تمہارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف ناپسندیدہ چیزوں کا سامنا کرنے والا ہوں (یعنی تم سے تنگ) اگر جن چیزوں کا آرزومند ہوں ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھے موت ہے

(ص ۳۴۷ نہج البلاغہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

دوسری جگہ سیدنا علیؓ اپنے شیعوں کو اس طرح خطاب فرماتے ہیں۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرا کہا نہیں مانتے) تمہیں ہدایت کی توفیق نہ ہو اور نہ ہی) سیدھی راہ دیکھنا نصیب ہو۔ (ص ۳۴۶ نہج البلاغہ طبع لاہور) دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا۔ حیف ہے تم پر میں تمہیں ملامت کرتے کرتے بھی اکتا گیا ہوں۔ . . . . . جب تمہیں دشمنوں سے لڑنے کو بلاتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح گھومنے لگ جاتی ہیں کہ گویا تم موت کے گرداب میں ہو ص ۱۵۵ اور پھر فرمایا۔ میرا ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جنہیں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں بلاتا ہوں تو آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ تمہارا برا ہو ص ۱۶۶ اور پھر فرمایا۔ جب تم شامی فوج کو دیکھتے ہو تو تم سب کے سب (اپنے گھروں کے) دروازے بند کر لیتے ہو اور اس طرح دبک جاتے ہو جس طرح گوہ اپنے سوراخ اور بجو اپنے بھٹ میں۔ جس کے تمہارے ایسے مددگار ہوں اسے تو ذلیل ہی ہونا ہے ص ۱۹۸۔ مزید فرمایا۔ تم اس حاملہ عورت کی مانند ہو۔ جو حاملہ ہونے کے بعد جب حمل کے دن پورے ہو گئے تو مرا ہوا بچہ گرا دے

(ص ۱۹۹ نہج البلاغہ کتب خانہ امامیہ لاہور)

شیعہ مؤرخ علی نقی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

لکھتے ہیں

حضرت علیؓ کو اتنی تکلیف اور پریشانی تھی کہ آپ موت کے آرزومند تھے
تمام کتب تاریخ بالخصوص "نہج البلاغہ" میں آپ کے وہ خطبے درج
ہیں جو آپ کی کبیدہ خاطری بلکہ روحانی تکلیف کے مظہر ہیں۔ آپ نے انہیں (اپنے کوفی شیعوں کو)
مخاطب کر کے کبھی یوں فرمایا۔ تم نے میرا دل پیپ سے بھر دیا اور میرے سینے کو غم و غصہ
سے پر کر دیا۔ کبھی فرمایا۔ کاش معاویہؓ میرے ساتھ اپنی جماعت کا تمہاری جماعت سے تبادلہ
کر لیتا۔ اس طرح جیسے سونے کا تبادلہ چاندی سے ہوتا ہے۔ یعنی تم میں سے دس لیتا اور اپنوں
میں سے ایک مجھے دیتا۔ کبھی فرمایا۔ افسوس کی بات ہے کہ اہل شام متفق ہیں اور تم باہم
تعاون نہیں کرتے اور تم اپنے امام کا کہا نہیں مانتے۔ اور کبھی فرمایا۔ کہ تم لوگوں سے کہا جاتا
ہے کہ جہاد کے لئے چلو۔ جاڑے کے زمانہ میں تو تم کہتے ہو کہ یہ تو کڑاکے کا جاڑا ہے۔ گرمی
کے زمانہ میں کہا جاتا ہے کہ جہاد کے لئے نکلو تو تم کہتے ہو کہ یہ تو کڑاکے کی گرمی ہے۔ اتنی مہلت
دیجئے کہ یہ گرمی کم ہو جائے۔ افسوس کہ تم گرمی اور سردی سے اتنا بھاگتے ہو تو تلوار کی آنچ
سے اور زیادہ بھاگو گے ... .. یہی وہ جماعت تھی جس سے امام حسنؓ کو سابقہ پڑا تھا
آپ ان لوگوں کی حالتوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ (ص ۱۲۳ از نام "شہید انسانیت" علی
نقوی شیعہ مورخ) اگر نقوی صاحب ذرا دیانتداری اور فرقہ پرستی سے ہٹ کر غور فرما لیے
تو ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا کہ سیدنا حسینؓ کے ارد گرد بھی وہی بدقماش کوفی تھے
جن کا ذکر خود نقوی صاحب کر رہے اور کہتے ہیں کہ سیدنا علیؓ ان سے بہت تنگ تھے۔
شیعوں کے رئیس المحدثین کلینی کی الروضہ میں یہ روایت بھی موجود ہے۔

لکھتے ہیں

موسیٰ بن بکر واسطی کا بیان ہے کہ مجھ سے امام ابو الحسن علیہ السلام نے
فرمایا اگر میں اپنے شیعہ کی تمیز کروں تو پاؤں گا ان کو مگر زبانی دعویٰ کرنے

والے۔ اور اگر ان کا امتحان کروں تو نہ پاؤں گا ان کو مگر مرتدین۔ اور اگر ان کو پرکھوں تو نہ خالص نکلے گا ہزار میں سے ایک۔ اور اگر میں ان کی چھان بین کروں تو نہ باقی رہے گا ان میں سے مگر وہ جو میرا تھا وہ مدت سے آراستہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوتے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم علیؓ کے شیعہ گروہ ہیں۔ علیؓ کے شیعہ وہی ہیں جن کا فعل ان کے قول کی تصدیق کرتا ہے (کتاب الروضہ ص ۱۰۷ طبع نولکشور) نقوی صاحب اور کلینی صاحب کے علاوہ تمام کتب تاریخ معمولی الفاظ کے تغیر سے تقریباً اسی مضمون سے بھری پڑی ہیں۔ مثلاً (جلاء العیون ب ۳ ص ۲۲۹) (اغانی ج ۵ ص ۳۴) (خطبۃ الشقشقیہ ب ۱ ص ۱۷۶) اور منہاج السنۃ شیخ السلام ابن تیمیہ اور پھر جب یہ لوگ سیدنا علیؓ کو تنگ کرتے کرتے تھک گئے تو آخر ان کی فطری غداری رنگ لائی اور آپ کو ان ظالموں نے شہید کر ڈالا۔ اور پھر سیدنا حسنؓ سے جس خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ وہ بھی ذرا غور سے ملاحظہ فرماویں۔

آپ فرماتے ہیں اے
اہل عراق تمہاری تین

سیدنا حسنؓ سے اہل کوفہ کا توہین آمیز سلوک

حرکتوں نے میرے دل کو جلا دیا ہے۔ پہلی یہ کہ تمہیں نے میرے والد بزرگوار کو شہید کیا۔ دوسری یہ کہ تم نے ہی میری ذات پر حملہ کیا۔ تیسری یہ کہ تم نے ہی میرے مال کو لوٹ لیا (ص ۸۸۲ باب ہشتم تاریخ اسلام عبدالحلیم شرر)

شیعوں کے روح رواں مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ ان بدفطرت کوفیوں نے سیدنا حسنؓ پر حملہ کر کے آپ کو زخمی کر دیا اور آپ کا سارا سامان لوٹ لیا۔ یہاں تک آپ کو اور آپ کے والد ماجد کو کافر تک کہا اور اگر سیدنا حسنؓ کوفہ سے چلے نہ جاتے تو یہ آپ کو قتل ہی کر دیتے۔ جب ان منافقوں نے حضرت امامؑ کی باتیں سنیں۔ تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے

لگے کہ انکی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاویہؓ سے صلح کرنا اور خلافت انکے سپرد کرنا چاہتا
ہے پس وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ وہ اپنے باپ کی مانند کافر ہو گیا ہے اور
وہ سب حضرت کے خیمے پہ ٹوٹ پڑے اور آپ کا اسباب لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ آپ کا مصلیٰ
آپ کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیا اور آپ کی چادر مبارک آپ کے کندھے سے اتار لی۔ آپ
نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور سوار ہو گئے۔ آپ کے اہل بیت اور تھوڑے سے شیعہ آپ کے ارد
گرد تھے۔ جب آپ مدائن میں پہنچے تو قبیلہ بنی اسد میں سے ایک ملعون نے جس کو جراح
بن سنان کہتے تھے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور آپ کی ران مبارک پہ ایک خنجر مارا
جو ہڈی تک چیر گیا۔ بروایت دیگر اس نے آپ کے پہلو مبارک پر خنجر مارا اور کہا کہ تو کافر ہو گیا
ہے، جیسا کہ تیرا باپ کافر ہو گیا تھا۔ (ص ۱۴۸ جلاء العیون بحوالہ تحفہ شیعہ)

اور طبری اس طرح لکھتا ہے۔ یزید بن وہب جہنی کا بیان ہے کہ جب حسن بن علیؓ مدائن
میں نیزے سے گھائل ہوئے میں آپ کی خدمت میں آیا حالانکہ آپ کو درد ہو رہا تھا میں
نے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے تحقیق لوگ حیران ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی میری
رائے یہ ہے کہ میرے لئے معاویہؓ ان لوگوں سے (یعنی اپنے شیعوں) سے بہتر ہیں، جو دعویٰ کرتے
ہیں کہ ہم آپ کے شیعہ ہیں انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا اور میرا مال لوٹ لیا قسم ہے خدا کی اگر
میں معاویہؓ سے ایک عہد کر لوں جس سے اپنے خون کی حفاظت کر دوں اور اپنے اہل میں امن
سے چلا جاؤں یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں اور میرے اہل بیت ضائع ہو جائیں۔
قسم ہے خدا کی اگر میں معاویہؓ سے جنگ کروں تو یہی لوگ مجھے گردن سے پکڑ کر اس کے حوالہ
کر دیں گے۔ قسم ہے خدا کی اگر میں معاویہؓ سے صلح کر لوں تو قتل ہونے سے محفوظ رہوں۔ مزید
فرمایا لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچان لیا ان کو آزمایا ان میں جو فاسد ہیں میرے لائق نہیں

تحقیق ان میں کچھ وفا نہیں اور نہ ہی ان کے قول و فعل پر اعتماد ہے۔ وہ مختلف میں اور ہم سے کہتے ہیں کہ ہمارے دل تمہارے ساتھ ہیں۔ حالانکہ ان کی تلواریں ہم پر کھنچی ہوتی ہیں۔

(ص ۲۴۸ و ۲۴۹ کتاب الاحتجاج طبرسی)

مورخ صادق حسین بھی تائید کرتے ہیں

حضرت حسنؓ پر کفر کا فتویٰ لگانے سے لشکر میں ہل چل

مچ گئی کوئی کہتا کہ حضرت حسنؓ کافر ہو گئے ہیں، کوئی کہتا کہ کافر نہیں ہوئے چونکہ سبائیوں کی کثرت تھی اسلئے کافر کہنے والے زیادہ ہو گئے اور ان کا اسقدر زور رہا کہ بہت سے سرکش لوگ کافر کافر کہتے ہوئے حضرت حسنؓ کے خیمہ میں گھس گئے اور آپ کا لباس کھینچ کھینچ کر جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالا۔ (ص ۹۰۹ تاریخ اسلام صادق)

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

قارئین! ان لوگوں کے مذہب کی بنیاد ہی لعن طعن اور دشنام طرازی اور آخر کار بزرگوں کو قتل کرنا ہو؟ ایسے لوگوں کی شہادت تو بہت بڑی چیز ہے ان کی کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو قبول کرنا بھی عقلمندی کے خلاف ہے۔ بائیں وجہ شرافت اور دیانت کے بالکل برعکس ہے کہ ایسے نازک واقعات کے متعلق ان کی گواہی کو قبول کیا جائے اور ان لوگوں کو ثقہ تسلیم کیا جائے اب اہل ایمان کے سامنے ان حالات میں دو پارٹیاں ہیں اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ سچا فریق کون سا ہے اور جھوٹا کون سا۔

(اول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک ترین ساتھی صحابہ کرامؓ جن کے عمل اور فرمان اہل نظر کے سامنے کتاب میں پیش کرتے گئے ہیں خود سرکار دو عالم نبی معصوم

نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ میرے صحابہؓ آسمان اسلام کے ستارے ہیں، ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت و کامیابی سے ہمکنار ہو جاؤ گے

(دو رقم) یہ سبائی کوئی ہیں جن کا خمیر عبداللہ بن سبا کے ناپاک ہاتھوں سے اٹھایا گیا جن کے متعلق بڑے بڑے جید اور بلند پایہ کے بزرگوں کے اقوال آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ بھی امید ہے کہ آپ حضرات ان جھوٹی اور وضعی روایات کو حقیقت کا جامہ پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کرنے والوں سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہونگے۔ اب ایک طرف تو اسلام کی مایۂ ناز ہستیاں ہیں اور دوسری طرف تخریب پسند دین میں تفرقہ ڈالنے والے سبائیوں کے ایجنٹ حاشیہ بردار اور فقہ کا علم جن کو بزرگان دین کاذب جھوٹے اور بے ایمان ثابت کر چکے ہیں۔ اندریں حالات فیصلہ آپ کے اپنے اختیار میں ہے جس طرف چاہیں کمند خیال ڈال دیں۔ اور سیدنا امیر معاویہؓ کاتب وحی اور امیر المومنین یزیدؒ کی بلند شخصیتوں کو من گھڑت اور شر انگیز تہمتوں سے مبرا قرار دیکر اپنے خیالات درست فرما دیں اور یہ یاد رکھیں کہ یہ حکم خداوندی بھی ہمارے ہی لئے ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝

ترجمہ: سو جو دیتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اچھی بات کی تصدیق کرتا ہے تو ہم اسے آسانی کی طرف راہ دکھائیں گے اور جو بخل کرتا ہے اور وہ بے پرواہ نہیں کرتا اور اچھی بات کو جھٹلاتا ہے تو ہم اسے تنگی و دشواری کی طرف چلائیں گے۔

(سورت لیل قرآن کریم)

باب دوم

خلافت بنی امیہ

خلافت بنی امیہ سنہ ۴۱ ہجری سے سنہ ۱۳۲ ہجری تک ایسی کامیاب اور کامران رہی کہ امت مسلمہ کے لئے باعث عزت و کامیابی اور فلاح کا موجب بنی۔ دنیا کا تقریباً ۲/۳ حصہ اسی عہد میں اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا۔ اور یہ عہد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فرقہ پرستی سے بھی پاک رہا کیونکہ یہ دور سرور دو عالم صلعم کے عہد کے بالکل متصل تھا اور سیدنا امیر معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؒ دونوں بزرگوں کے دور خلافت میں خاص طور پر ایسے بے شمار صحابہ کرامؓ حیات تھے جنہوں نے آنحضور صلعم سے براہ راست فیض حاصل کیا ہوا تھا۔ ان وحی الٰہی کے چشم دید مشاہدہ یافتہ بزرگوں کے موجود ہوتے ہوئے کسی کی کیا مجال تھی کہ وہ دین میں کوئی بدعت داخل کر سکتا۔ اسلئے ہر حالت میں آنحضور صلعم کے اسوۂ حسنہ پر عمل ہو رہا تھا۔ یہ بزرگ گردوپیش کی متعدد عظیم شخصیتوں اور ملکی و ملی حالات سے بھی کما حقہ، واقف تھے اور اس دور کے عوام کی ذہنیت اور افتاد طبع کے متعلق بھی پورا پورا علم رکھتے تھے۔ مملکت کے دور و نزدیک کے مختلف لوگوں اور معاشرت سے بھی انہیں آگاہی تھی۔ وہ سیدنا امیر معاویہؓ کی ان اسلامی خدمات سے بھی ناواقف نہ تھے جو انہوں نے آنحضور صلعم کے بعد انجام دیں جن کی وجہ سے اسلام نے وسعت حاصل کی اور مومنوں کو عزت اور فلاح نصیب ہوئی۔ اس وقت تمام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے دوسری کوئی آواز نہیں سن سکتے تھے۔ بلکہ مطلق طور پر سننے کے لئے تیار

نکتہ: تاریخ شاہد ہے کہ خلافت امیر معاویہؓ و یزیدؒ میں انتظام سلطنت کے لئے ان بزرگوں نے صحابہ کرامؓ کو بھی فوقیت دے رکھی تھی۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح عمل ہو رہا تھا۔ اسی سلطنت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہ مادی ترقیاں عطا فرمائیں کہ دنیا ورطہ حیرت میں پڑ گئی علوم اسلام کی اشاعت روز افزوں ترقی پر ترقی کرتی چلی گئی خیر القرون کا یہ دور پہلے صحابہ کرامؓ پھر تابعین عظامؒ کا جس میں اسلام پورے عروج پر پہنچا۔ ہر جگہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر اتفاق رہا۔ نہ کوئی دوسرا مذہب تھا اور نہ کوئی مذہبی جھگڑا۔ ہر جگہ امن کا دور دورہ تھا اس سلسلہ میں مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی مہتمم رفیق اسلام سرگودھا "دو پھول" میں لکھتے ہیں۔ بنی امیہ کو عرب سے اگرچہ مٹا دیا گیا ہے۔ لیکن ان کے کارنامے اور ان کی اسلام سے محبت کتب تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے اور مٹانے سے مٹ نہیں سکتی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سب کے سب صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ مسلمانوں پر بنی امیہ کے خلفاءؒ امیر معاویہؓ، امیر یزیدؒ، عبدالملکؒ، ولیدؒ اور ہشامؒ کا بہت بڑا احسان ہے۔ توسیع سلطنت کے علاوہ انہوں نے تعمیری کام بھی کئے۔ بنی امیہ میں عمر بن عبدالعزیزؒ بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں عمرؓ ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ عمر فاروقؓ کا سا زمانہ انہیں کے عہد میں قائم ہوا۔ ہشام نے خلق قرآن اور قدریہ کی سختی سے بیخ کنی کی اس قسم کے عقائد نے بنی عباس کے زمانہ میں بڑے بڑے فتنے برپا کئے۔

بنی امیہ کے خلفاء۔ بہترین مسلمان تھے۔ غیر جانبدار مورخین نے ان کی بہت ہی تعریفیں لکھی ہیں۔ (ص ۱۰۲ دو پھول) ان بزرگوں نے تخریب پسندوں کو سر نہ اٹھانے دیا اور نہ ہی کوئی شر انگیز مسئلہ پیدا ہونے دیا جو مسلمانوں کے ذہنوں کو پست کر کے اسلام سے دور کر دیتا۔ اھ صون المنطق والکلام سیوطی کے ص ۱۵ پر سیوطی نے ابو محمد

عبداللہ بن زید مالکی کا قول نقل کیا ہے کہ۔ "اللہ تعالیٰ بنی امیہ پر رحم فرمائے ان میں سے کسی خلیفہ نے بھی اسلام میں کوئی بدعت نہیں کی ان کے اکثر عمال عرب تھے"۔

خلافت بنی امیہ کے بانی سیدنا امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام عالی

معاویہؓ کے متعلق شر پسندوں اور اسلام دشمن لوگوں نے بیشمار من گھڑت اور جھوٹی سوانیوں کا جال بن رکھا ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے رہنماؤں نے آج تک ان کی پوزیشن صاف کرنے کی صحیح کوشش نہیں کی۔ وہ شیعوں کے حملوں کے جواب میں دبی زبان سے تھوڑی سی تعریف بیان کرتے رہے ہیں۔ لیکن کسی نے بھی ان کی ذات بابرکات سے انصاف نہیں کیا۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ عامۃ المسلمین کو ان کی ان کی عظیم شخصیت اور فرائض کے متعلق سمجھایا جائے کہ جب آپ اپنے وقت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق "ہدایت یافتہ اور دوسروں کو ہدایت دینے والا تھے" تو پھر کیوں نہ سبائی پروپیگنڈا سے پیدا ہونے والے وسوسوں سے اپنے ذہنوں کو پاک رکھا جائے۔ آپ پر کسی قسم کی حرف گیری کرنے سے پہلے کم از کم یہ تو سوچ لیا جائے کہ اسلام میں ان کا مرتبہ کیا ہے۔ آنحضور صلعم رحمۃ للعالمین سے انہیں کس قدر قرب حاصل تھا اور انہیں حضور صلعم کے صحابہ کرامؓ میں کون سا مقام حاصل تھا ان کی اسلامی خدمات کیا تھیں۔ اور پھر یہ بھی سوچیں کہ یہ وہ ذات شریف ہیں جن کو سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب انصاف امین اور متقی ہونے کی وجہ سے کاتب وحی کے منصب جلیل کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

قرآن کریم کو ہم مسلمان ا... کتاب اور مالک حقیقی کا کلام سمجھتے ہیں جس کا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلعم پر بذریعہ الہام وحی کیا۔ قرآن کریم مسلمانوں کا ضابطہ

حیات اور دین و دنیا کا سرمایہ ہے اور اسے تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اسکی جادو بیانی کا اعتراف غیر مسلمانوں نے بھی کیا ہے۔ اور آج تک کوئی شخص بھی اس کی آیات کے مقابل ایک فقرہ بھی ترتیب نہیں دے سکا۔

قرآن کریم کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر نازل ہوتے رہے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے وقت میں نقل فرماتے رہے۔ وہ قرآن حکیم جو ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ اسکو آنحضور صلعم کی زبان مبارک سے نقل کرنے کی سعادت سیدنا امیر معاویہؓ کو اسی طرح حاصل ہے جس طرح آپ سے پہلے کاتبان وحی کو تھی۔

آنحضور صلعم نے سیدنا معاویہؓ کے لئے ان کی دیانت اور ایمانداری۔ صلاحیتوں اور خدمات دینی کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالی کی منشاء کے مطابق درگاہ رب العزت میں دعائیں فرمائیں۔ کہ اے اللہ تعالی معاویہ کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے اور معاویہؓ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے چن لے۔ اور معاویہ کو ملکوں کی حکومت عطا فرما۔ اور پھر مالک حقیقی خود کلام لکھنے والوں کو اچھے خطابوں سے نوازتا ہے۔ ارشادِ خداوندی بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۝ کِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝ ترجمہ ایسے ہاتھوں لکھنے والوں کے (جو) معزز نیک (ہیں) (عبس پارہ ۳۰) یعنی جو ہاتھ میرا کلام لکھتے ہیں ان کے مالک معزز اور نیک ہیں۔

سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت سرور کائنات کی دعاؤں کا نتیجہ ہے

اصحاب دانش!! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور دین حق کی خدمت یعنی تبلیغ کوئی معمولی اعزاز نہیں ہیں۔ وہ رب العزت جس کی مرضی کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت

نہیں کر سکتا۔ دعا تنے بڑے مقام پر اس شخص کو مامور فرماتا ہے جس پر وہ از حد مہربان اور خوش ہوتا ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلافت پر متمکن ہونا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا نتیجہ تھا جو آنحضور صلعم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلاحیتوں سے خوش ہو ہو کر اللہ تعالیٰ کی مرضی سے امیر کے حق میں رب العزت سے مانگی تھیں۔ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اور عزت اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلعم کے ارشادات کے مطابق ہے۔ اس میں شک لانے والا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا بدترین دشمن ہے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا اعتراض کرنے والا پرلے درجے کا اسلام دشمن اور گمراہ شخص ہے۔

آنحضور نبی صلعم کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب کئے جانیکا علم تھا

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اس طرح بیان کرتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین امیر معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ صحابہ رسول اللہ صلعم میں ایک صحابی تھے۔ اور زمرۂ صحابہ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بڑے صاحب فضیلت تھے۔ تم کبھی ان کے بارے میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں مبتلا نہ ہونا ورنہ حرام کے مرتکب ہو جاؤ گے ...... ترمذی نے بروایت عبدالرحمٰن بن عمیرہ رضی اللہ عنہ جو منجملہ اصحاب رسول میں سے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے واسطے دعا مانگی۔ کہ یا اللہ تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ کر دے۔ اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت فرما۔

اور ابن سعد اور ابن عساکر نے مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ خداوندا!

تو ان کو اپنی کتاب کا علم عنایت کر اور ان کو ملکوں کی حکومت عطا فرما اور ان کو عذاب آخرت سے بچالے ۔ اور ترمذی نے بروایت عمیر بن سعید نقل کیا ہے ۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ حضرت معاویہؓ کے لئے دعا میں یہ فرماتے تھے کہ خداوندا تو ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت فرما ۔ یہ روایت بھی قطع نظر عقل انسانی بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور ان کے لئے دعا کی ہو گی کیونکہ مختلف طرق روایت سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلعم کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ یعنی امیر معاویہؓ کسی نہ کسی وقت ضرور خلیفہ ہوں گے ۔ اور چونکہ آپ اپنی امت پر از حد شفقت فرماتے تھے ۔ (وَبِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ الرَّحِيمُ)

اور ایسے ہی دوسرے القاب من جانب رب العالمین کہ رسول اللہ (حریص علیکم) یعنی مومنوں پر رحمدل اور مہربان بلکہ حریص ہیں ۔ یہ ہے رسول پاک کی کمال محبت اور اسی لئے آپ کو امت کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا تقاضا فرمایا اور یہی ہے جس نے آپ کو اپنی امت کے خلیفہ کے لئے ہدایت کرنے اور ہدایت پانے کی دعائیں فرمائیں ۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت معاویہؓ کے خلیفہ ہونے کا علم تھا ۔ روایت ذیل سے واضح ہے ۔ دیلمیؒ نے حضرت حسن بن علیؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول پاکؐ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے ، یہ دن ختم نہ ہوں گے کہ معاویہ بادشاہ ہوں گے ۔ " کتاب الشریعۃ " میں عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں اس وقت سے خلافت کی خواہش رکھتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ، آپ نے فرمایا اے معاویہ ! اگر تم بادشاہ ہو جاؤ تو لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور یہ روایت ام حرامؓ سے صحیح طور پر ثابت ہو چکی ہے ۔ کہ رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت کا پہلا لشکر جو دریا میں جہاد کرے گا اس کیلئے جنت واجب ہو گی اور سب سے پہلے دریا میں بعہد خلافت حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت امیر معاویہؓ نے جہاد کیا تھا اور ان کے اس لشکر میں ام حرامؓ تھیں جنہوں نے دریا سے نکلتے ہی انتقال کیا۔ اور یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ نبی صلعم نے امیر معاویہؓ کو منشی اور کاتب وحی بنایا تھا اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ آپ کاتب وحی اور منشی اسکو بناتے تھے جو ذی عدالت اور دیانتدار ہوتا تھا۔ (ص ۱۶۷م ۲ ازالۃ الخفا اردو طبع کراچی)

دونوں باتوں میں سے ایک لازماً غلط ہے

اب ہم اہل حق کے سامنے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے فرقے بریلوی احناف کے کرتا دھرتا علما کے خیالات سیدنا امیر معاویہؓ کی بزرگی اور نیکوکاری کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ ان علما کے جن کے خیالات کو بریلوی حضرات ماننا ضروری اور لازمی قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ حضرات اکثر کاتب وحی کی بزرگی کے قائل ہونے کے باوجود بھی جس مقام پر آپ کو کھڑا کر رہے ہیں اس مقام پر ایک عام آدمی بھی کھڑا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کہ آپ نے اپنے نااہل بیٹے کو برسر اقتدار لانے کے لئے لوگوں پر سختیاں کیں رشوتیں دیں اور بعض بزرگوں کو قتل تک کی دھمکیاں بھی دیں۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ گویا ان لوگوں کے مطابق کاتب وحی نے اسلام کے نظام کے تمام اصولوں سے انحراف کر کے خدا کا مقابلہ کیا۔ اور اس بیٹے کو مسلمانوں پر مسلط کیا جسنے بقول سبائیوں کے اسلام کا مذاق اڑایا سیدنا حسینؓ کو قتل کرایا اور وہ فعل کئے جو سراسر انسانیت کے خلاف تھے۔ اللہ اکبر ان خیالات کے ہوتے ہوئے تو ایک عام آدمی بھی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ یا تو سیدنا امیر معاویہؓ کی شان اور بزرگی میں جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے، وہ سب کچھ غلط جھوٹ اور سراسر وہم اور بناوٹی ہے

یا پھر امیر المومنین یزیدؒ کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے وہ سب کچھ کذب محض اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لئے سبائیوں کا واہیات پروپیگنڈا، خرافات واہیہ اور اختراع ہے

جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی سیدنا معاویہؓ کی شان کے مداح ہیں

(سوال) علمائے اہل سنت والجماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ آجکل اکثر سنی فرقہ باطلہ کی صحبت میں بیٹھ کر چند مسائل سے بدعقیدہ ہو گئے ہیں۔

اس واسطے اس مسئلا کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لالچی شخص تھے۔ یعنی انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ اور ساکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے لڑکر ان کی خلافت لے لی۔

(جواب) اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بہ ایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا۔ جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد۔ پھر فرمایا۔ دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا۔ ان کو فرماتا ہے۔ وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ اس (جہنم) کی بھنک تک نہیں سنیں گے۔ قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کریگی فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے۔ تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے۔ وہ اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے اور ان کے بعض معاملات (جو بیان کئے جاتے ہیں) ان میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں۔ (جن کا) ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں ہے۔ رب عزوجل نے اسی آیت میں مخالفوں کا منہ بند فرما دیا۔ کہ دونوں فریق صحابہ

رضی اللہ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے۔ با ایں ہمہ ہیں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اسکے بعد جو کوئی کچھ بکے اپنا سر کھائے خود جہنم جائے علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے

(ص ۹۷ تا ۹۹ احکام شریعت حصہ اول احمد رضا خاں)

مولانا دیدار علی صاحب مرحوم سیدنا معاویہ رض کو جنت والے قرار دیتے ہیں

انہیں نہ خوف ہے نہ غمگین ہوں گے۔ یہی ہیں جنت والے ہمیشہ رہیں گے اس میں۔ بعوض اپنی نیکی کے۔ کیا اس کے مصداق حضرت امیر معاویہ و صحابہ کرام نہیں ہو سکتے اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی نہیں بلکہ بالخصوص حضرت معاویہ کے متعلق فقہاء صحابہ کا عقیدہ تھا کہ وہ لوگوں کو ان کی یعنی امیر معاویہ کی ادنیٰ شکایت سے منع کرتے اور انہیں فقہاء صحابہ میں شمار کرتے تھے۔ چنانچہ مناقب صحابہ میں امام بخاریؒ اپنی بخاری شریف میں نقل فرماتے ہیں۔ حضرت ابن ملیکہؓ سے مروی ہے۔ حضرت معاویہؓ نے بعد عشا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے آزاد شدہ غلام کے سامنے ایک رکعت وتر ادا کی انہوں نے سیدالمفسرین ابن عباسؓ سے اسکا تذکرہ کیا۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ ہیں پھر دوسری سند سے نقل کرتے ہیں۔ یعنی ابن عباسؓ جیسے جلیل القدر فقیہ صحابی حضرت معاویہؓ کو صحابی مجتہد بلکہ ان پر اتنا اعتراض بھی روا نہیں رکھتے۔ پھر کس طرح یہ جرأت ہو سکتی ہے۔ کہ بعض اقوال مورخین کی بنا پر ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ لب کشائی کریں۔ (ص ۳۲ اور ۳۶ تنویر العینین سید دیدار علی صاحب امیر حزب الاحناف لاہور)

آنحضور پاک صلعم نے جبریل امین کے مشورہ سے امیرؓ کو کاتب وحی مقرر کیا تھا

مولانا محمد سردار احمد صاحب لائلپوری لکھتے ہیں۔ حضور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہونے کی وجہ سے نبی اکرم علیہ السلام کے رشتہ میں سالے ہیں جب وحی کی کتابت کے لئے رسول اکرم علیہ السلام نے کاتب کی ضرورت محسوس کی۔ تو سیدنا امیر معاویہ کی بابت حضرت جبریل امین سے مشورہ لیا۔ انہوں نے عرض کی

یا رسول اللہ امیر معاویہؓ کو کاتب وحی بنا لیجئے کیونکہ یہ امانت دار شخص ہے۔ ایک دفعہ سید عالم علیہ السلام کی سواری پر آپ کے پیچھے امیر معاویہؓ بھی سوار تھے۔ امیر کا پیٹ رسول اقدس علیہ السلام کے جسم نازنین سے مس کر رہا تھا۔ آپ نے اس وقت ان کے لئے دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ معاویہؓ کو حساب کتاب کی تعلیم دے اور عذاب سے بچا اور شہروں کی بادشاہی اسکو بخش دے دعائیہ کلمات میں یہ بھی وارد ہے کہ اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ اور اسے ہدایت پر رکھ۔ اور اسکے ذریعہ اوروں کو ہدایت دے اور اسے عذاب سے بچا۔ یہ بھی مروی ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کو ارشاد فرمایا کہ اے معاویہؓ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ پھر دست اقدس کی دو انگلیوں (درمیانی اور اسکے ساتھ والی) کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ جنت میں داخل ہوتے وقت جنت کے دروازے پر میں تجھ سے اور تو مجھ سے اس طرح ملے ہونگے جس طرح یہ دونوں انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ ہذہ الروایات مذکورہ فی السیرۃ الجلیلہ۔ از جناب مولانا محمد سردار احمد صاحب لائلپوری بریلوی بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق لائلپور صد ۳ جلد ا شمارہ نمبر ۲۲ شوال ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۶۴ء

سیدنا امیر معاویہ رضؓ اور دوسرے تمام صحابہ کرام رضؓ امیر یزید کو نیکوکار اور خلافت کا اہل سمجھتے تھے

اہل نظر دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلعم کے سیدنا امیر معاویہ پر کسقدر احسان ہیں جن کو بیان کرنا اسلام کے تمام فرقوں کے بزرگ عین دین سمجھتے رہیں۔ غور فرمادیں کہ جب سیدنا امیر معاویہؓ کی شان اسقدر بلند ہے اور پھر تمام صحابہ کرام بھی امیر المومنین یزیدؒ کی نامزدگی پر آپ کے ساتھ متفق تھے ان حالات میں فیصلہ طلب بات یہ ہے کہ اگر امیر یزیدؒ عیب دار تھے تو پھر سیدنا معاویہؓ اور دوسرے بزرگوں کی قدر و منزلت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ کیونکہ اصول اسلام کے مطابق جب کوئی شخص کسی نیکی کو جاری کرتا ہے اور جب تک وہ جاری رہتی ہے جاری کرنے والے کو برابر ثواب ملتا رہتا ہے۔ تو پھر بدی کے جاری کرنے والے کو بھی کسی صورت معاف نہیں کیا جاسکتا۔ اگر بقول سبائیوں کے امیر یزیدؒ عیب دار تھے تو اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو اسکو بر سر اقتدار لانے والے ہیں۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ کسی بڑے آدمی کی حمایت و پاس داری وہی لوگ کرتے ہیں جو دیانتداری انصاف اور شرافت سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔ اسلئے یاد رکھو کہ امیر المومنین یزیدؒ پر اعتراض کرنے کا واضح طور پر یہی مطلب ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ پر اعتراض کر رہے۔ اور صحابہ کرامؓ سے اپنے آپ کو بہت زیادہ انصاف پسند اور دین دار سمجھتے ہیں۔ اگر ہم صحابہ کرامؓ کا دین میں کچھ مقام و مرتبہ سمجھتے ہیں اور ان بزرگوں سے محبت میں بھی سچے ہیں تو پھر ہمیں ماننا پڑے گا۔ کہ صحابہ کرامؓ کی شان اس سبائی پروپیگنڈے سے بہت ہی بلند ہے۔ ان بزرگوں نے جو بھی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا وہ سب کچھ صحیح اور درست تھا۔ وہ کبھی اور کسی صورت بھی کسی غلط کار کا ساتھ دینے والے نہ تھے۔ وہ اپنی جانوں پر تو کھیل سکتے تھے

لیکن ان کا کسی غلط کام میں حصہ لینا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ ان پاک ہستیوں نے امیر یزید رحؒ کو نیک اور خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے سیدنا امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا تھا۔ جب اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق سیدنا امیر معاویہؓ کی شان اسلام میں بہت ہی بلند ہے اور پھر آنحضور صلعم کے دوسرے صحابہ کرام جن کا نام ہم انتہائی ادب سے زبانوں پر لاتے ہیں جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں دین کی تعلیم حاصل کی بجا آنحضور صلعم کے ہر حکم پر جان و مال قربان کرنے والے تھے اور آپ کے ارشادات پر عمل اور ان کی تمام دنیا میں نشر و اشاعت کرنے کے لئے اپنی جانیں وقف کر رکھی تھیں۔ جن کی محنتوں اور قربانیوں سے دین حق ہم تک پہنچا۔ یہ تمام کے تمام بزرگ امیر المومنین سیدنا معاویہؓ کے ساتھ ہر کام میں شریک تھے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایسی عظیم ہستیاں جن کے بغیر دین حق مکمل ہو ہی نہیں سکتا جن پر مالک حقیقی از حد مہربان اور خوش ہونے کے علاوہ سورۃ حجرات میں یہ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اب کسی قسم کی نافرمانی وغیرہ تمہارے نزدیک بھی نہیں آ سکتی یہ ان بزرگوں کے ہوتے ہوئے جب امیر المومنین سیدنا معاویہؓ نے اپنے بیٹے امیر یزیدؒ کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا۔ اگر یہ انتخاب اسلامی اصولوں کے خلاف تھا کیوں ان بزرگوں نے اسکو منظور فرمایا اس کو پروان چڑھنے دیا۔ یاد رکھئے۔ اگر امیر المومنین یزیدؒ کا انتخاب غلط تھا یا امیر المومنین یزیدؒ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص تھا تو ان تمام بزرگوں کے ایمان پر حرف آتا ہے۔ بلکہ یہ تمام کے تمام بزرگ اسلام کے حکموں کی نافرمانی کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ اور پھر سیدنا امیر معاویہؓ جن پر خدا خوش تھا خدا کے رسول صلعم خوش تھے۔ اگر امیر یزیدؒ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص تھا اور آپ نے اسلام کا تمام کا تمام نظام اس کے سپرد کر دیا تھا۔ تو پھر یاد رکھئے کہ اسکی تمام کی تمام ذمہ داری سیدنا

معاویہؓ پر عائد ہوتی ہے۔ امیر یزیدؒ پر اعتراض کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اسلئے کہ آپ کو خلیفہ نامزد کیا گیا تھا آپ زبردستی خلافت پر قابض نہیں ہوئے تھے۔ اگر غلطی ہے تو سیدنا معاویہ اور ان کے مشیروں اور تعلید کرنے اور خاموش رہنے والوں کی ہے۔ لہٰذا یہ سب پھر سباتی پروپیگنڈا ہے۔ امیر المومنین یزیدؒ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص نہ تھا۔ اور نہ ہی انتخاب غلط تھا۔ کیونکہ سیدنا معاویہؓ نے تمام صحابہ کرامؓ کے مشورہ اور اسلام کی فلاح و بہبود کی خاطر دیانت داری سے امیر یزیدؒ کو نامزد کیا تھا۔ تاکہ مسلمان قوم کو پھولنے اور پھلنے کا موقع مل سکے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ انصاف اور دیانتداری کے خلاف اور آنحضور صلعم کے صحابہ کرامؓ کے ہوتے ہوئے ایک نااہل قسم کے بیٹے کو قوم پر مسلط کر دیتے جو آپ اور آپ کے پیش روؤں کی محنتوں اور کوششوں پہ پانی پھیر دیتا۔ اسلئے یہ سب کچھ جھوٹ غلط اور کھلا ہوا فریب ہے۔

ابتدا میں سیدنا امیر معاویہ رضؓ کا کوئی مخالف نہ تھا

بعض لوگوں نے زبان درازی سے کام لیکر سیدنا معاویہؓ کے خلاف عوام کے ذہنوں میں مختلف قسم کی بے بنیاد تحریروں سے شبہات پیدا کر رکھے ہیں۔ جو ان میں نسلاً در نسلاً چلے آ رہے ہیں اگر یہ خلافیں حق پر نہ تھیں، تو ان کے خلاف سیدنا علیؓ کی طرح بغاوتیں کیوں نہ ہوئیں۔ کیوں نہ شمع نبوت کے پروانوں صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعین عظام نے ان کا محاسبہ کیا۔ کیوں یہ حکومتیں کامیاب و کامران رہیں۔ اور اسلام دنیا میں پھیلانے کا باعث بنیں۔ مگر کبھی نہ کبھی تو مملکت کے کسی دور دراز گوشے سے مخالفت یا بغاوت رونما ہوتی۔ ان بزرگان دین ہی سے کوئی شخص اعتراض اٹھاتا جو آنحضور صلعم کی صحبت بابرکت سے فیض یافتہ تھے۔

بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ کسی طرف سے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا گیا۔ اور ان خلافتوں کے سربراہ اپنی طبعی عمر تک خلیفۃ المسلمین کے فرائض انجام دیتے رہے۔ خیر القرون کے اس مبارک دور کے بعد سبائی پروپیگنڈے سے بہک کر عامی قسم کے لوگوں مخالفین اور شرپسندوں کی طرف سے ایک سوال یہ اٹھا گیا ہے کہ باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ بنانے کی طرح سیدنا امیر معاویہؓ نے ڈالی اسکے متعلق عرض ہے کہ یہ سراسر زیادتی اور بے انصافی ہے۔ کیونکہ اسلامی ورثا میں اس باب کا اضافہ یعنی باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ بنانے کا سہرا سیدنا علیؓ یا خاندان علیؓ پر ہے کے متعلق اہل نظر کو آگے چل کر واضح طور پر متعارف کرایا جائے گا

امیر المومنین یزیدؒ اکابر اسلام کے رشتہ دار تھے

امیر یزیدؒ کا نام عام طور پر صرف سیدنا امیر معاویہؓ کے بیٹے کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اور دونوں ناموں کو لازم و ملزوم قرار دیکر حقیقت سے عام مسلمانوں کو بے خبر رکھا جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ عمداً ایک وضع کردہ سکیم کے ماتحت کیا جا رہا ہے۔ ہمارے کسی بھی رہنما نے آج تک عام مسلمانوں کو یہ بتانے کی کوشش نہیں کی کہ بندگان خدا امیر یزیدؒ کوئی غیر مشہور غیر معروف اور غیر آدمی تو تھے جسے یوں خواہ مخواہ بدنام کرنے پر شرپسند لوگ ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ امیر المومنین یزیدؒ اکابر اسلام کے رشتہ دار اور اکثر صحابہؓ کی صحبتوں سے فیض حاصل کر کے صالح بن چکے تھے۔ اور آپ اپنی نیکی اور خوش سیرتی کی وجہ سے صحابہؓ کے دلوں میں گھر کر چکے تھے آپ سیدنا دحیہ الکلبی سیدنا ابوالدرداءؓ اور سیدنا اسامہ بن زیدؓ اور دیگر اصحاب رسول پاکؐ کی صحبتوں سے فیض یافتہ تھے۔ اس کے علاوہ آپ کاتب وحی اور آنحضورؐ کے صحابیؓ کے لخت جگر تھے۔ ام المومنین سیدہ

ام حبیبہؓ کے حقیقی بھتیجے تھے۔ سیدنا عمر فاروقؓ کے پوتی داماد تھے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ام المومنین سیدہ حفصہؓ کے بھتیجی داماد تھے سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ خود صحابی اور صحابیؓ کے بیٹے ہیں اور سیدنا علیؓ کے داماد یعنی سیدہ زینبؓ کے خاوند اور پھر امیر المومنین یزید کے داماد تھے اور سیدنا حسینؓ کی محترم بیوی یعنی علی اکبر کی والدہ کے امیر المومنین یزیدؒ حقیقی ماموں زاد بھائی تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ امور سلطنت سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ اسلئے یہ معاملہ اگر کچھ تھا بھی تو ایک کنبے کا معاملہ تھا اور وہ لوگ حالات کو بہتر جانتے تھے۔ ہم اور آپ اتنے عرصے کے بعد اس میں دخل دیکر کسی کو برا بھلا کہنے کا کیا حق رکھتے ہیں۔ ان حالات میں قرینہ تو یہ بتاتا ہے کہ ان سب بزرگوں اور رشتہ داروں نے امیر یزیدؒ کی ولی عہدی کی تجویز پر دل وجان سے صاد کیا ہوگا اور بلا چون چرا سب نے متفقہ طور پر امیر المومنین یزیدؒ کو اپنا امیر امام منتخب کر لیا ہوگا۔ اس طرح انہوں نے اسلام اور مسلمان قوم کو بدستور ترقی کرنے کا موقعہ بہم پہنچایا۔

دوسرا امیدوار خلافت کیوں نہ کھڑا ہوا۔

اور پھر اگر کسی دوسرے شخص کو اپنی کامیابی کی امید تھی تو کیوں نہ وہ امیر کے مقابلہ میں کھڑا ہوا کیوں ولی عہدی کی تائید میں نے دی اس بارے میں مفصل طور پر آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ اگر کسی شخص کو یہ امید ہوتی کہ میں کامیاب ہو سکتا ہوں تو کسی صورت بھی خاموش نہ رہتا۔ کیونکہ یہ وہی قوم تھی جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستی کو بھی ٹوک دیتی ہے۔ کیا یہ قوم بے حس اور مردہ ہو چکی تھی کہ کسی بات پر اب بولتی ہی نہیں اور ساتھ ہی اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ جس بیسیوں برس سے حکومت کے سربراہ بنی امیہ چلے آ رہے تھے۔ ساری اسلامی دنیا

میں بنو امیہ کا طوطی بول رہا تھا۔ فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ اور قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز ہر سو گونج رہی تھیں۔ اور پھر بنی امیہ کو اس بات کا بھی ناز تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر قریش کے کسی خاندان کے ساتھ حکومت کے کام میں ترجیحی سلوک فرمایا تھا تو وہ یہی خاندان تھا۔ اور پھر اصحابِ ثلاثہ شیخین کا سلوک جو انہوں نے آنحضور صلعم کی سنت سمجھتے ہوئے اور ان کی خدمتوں قربانیوں اور کارگزاریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس خاندان کے ساتھ کیا تھا۔ بنی امیہ کو اس پر بھی ناز تھا۔ ان حالات میں خلافت کے لئے اگر کوئی شخص اٹھ کھڑا ہوتا تو خاندان بنی امیہ اسکو کسی صورت بھی قبول کرنے کو تیار نہ ہوتا کیونکہ قریش کے باقی خاندان بھی ان ہی کے پشت پناہ تھے۔ ان حالات میں خانہ جنگی کی آگ پہلے سے بھی زیادہ بھڑک اٹھتی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ پھر قوم کی کیا حالت ہوتی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم نوازی ہے کہ اس نے اسلام کی بہتری کے لئے صحابہؓ کرام کے دلوں میں یہ بات پیدا کر دی کہ آئندہ سیدنا معاویہؓ کے بعد خلافت کا اگر ابھی سے فیصلہ کر دیا جائے تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضور صلعم کے جان نثاروں نے یزیدؒ کو ولی عہدی کے لئے منتخب فرمایا۔

ہونے والے خلیفہ کا انتخاب خلیفہ وقت اور دار الحکومت کا حق ہے

حقیقت میں خلیفہ منتخب کرنا مرکز یعنی دار السلطنت کا کام ہے۔ جیسے کہ آنحضور صلعم نے جب دنیا سے رحلت فرمائی تو اہل مدینہ کے سرکردہ اصحابؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ چن لیا۔ تو تمام اسلامی دنیا نے بلا چون و چرا خلیفہ کی تصدیق کر دی اور پھر خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کے خلیفہ منتخب ہونے پر بھی تمام اسلامی دنیا نے مرکز کے چناؤ پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ خوشی سے تائید کر دی۔ خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنیؓ۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کی منتخب کردہ مجلس شوریٰ نے جو مرکزی دارالحکومت کے بااختیار لیڈر مشتمل تھی خلیفہ کا چناؤ کیا۔ اور باقی تمام صوبوں نے اس کی تائید میں سر خم تسلیم کر دیا۔ اور پھر سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت پر جب مدینہ منورہ میں لاقانونیت کا دور دورہ تھا۔ اور مرکز کی پوزیشن برائے نام رہ گئی تھی۔ تو بھی خلیفہ چہارم سیدنا علیؓ کے چناؤ کے سلسلہ میں باوجود تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق نہ ہونے کے بھی مرکز میں جو کچھ ہو گیا۔ آج تک سب مسلمان اسے تسلیم کرتے ہیں۔ اور پھر جب سیدنا علیؓ نے اپنا صدر مقام مدینہ سے کوفہ منتقل کر لیا۔ اور جب کوفہ میں آپ کی شہادت ہوئی تو کوفہ والوں نے سیدنا حسنؓ کو بغیر باقی مسلمانوں کی مرضی سے خلیفہ چن لیا۔ اور اسلام میں اس باب کا اضافہ کر دیا کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد قوم کو لاعلمی میں رکھا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں نے آج تک کسی وقت بھی زبان تک نہیں ہلائی۔ کہ جب سیدنا حسنؓ کو کوفہ جیسے مرکز سے خلیفہ منتخب کیا جا سکتا ہے جسے مرکز قرار دینے پر مسلمانوں کا ایک دن بھی اتفاق نہیں ہوا۔ جس سے اسلام اور مسلمان قوم کو کوئی فائدہ پہنچنے کی بجائے جانی، مالی اور روحانی ہر طرح کا نقصان ہی اٹھانا پڑا۔ وہ مرکز جو آنحضور صلعم اور اصحاب ثلاثہؓ رضی اللہ عنہم کی سنت کے خلاف بنایا گیا تھا جس نے مدینہ رسول پاکؐ جیسے پاک مرکز اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ویران کر کے رکھ دیا تھا۔ جب سیدنا حسنؓ کو ایسے مرکز سے خلیفہ منتخب کیا جا سکتا ہے۔ جس کے متعلق بزرگان دین کی رائے سے راویوں کے مضمون میں اہل نظر کو خوب اچھی طرح آگاہ کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ مرکز اسلام مسلمان قوم کا متفقہ پایہ تخت دمشق جس پر تمام امت مسلمہ کا مدینہ

۔ بزرگوں کی طرح پورا پورا اتفاق و اتحاد تھا۔ جس مرکز اسلام کیلئے آنحضور صلعم نے قریباً بارہ حدیثوں (مشکوٰۃ) میں اپنے پیروؤں کو آگاہ کر دیا تھا کہ "یہ مرکز تمہاری حفاظت کے لئے قلعہ کی مانند ہے"۔ (مشکوٰۃ) یہ بھی فرمایا کہ "دمشق مسلمانوں کے لئے پناہ گاہ ہے"۔ (مشکوٰۃ) مزید فرمایا۔ کہ "اے اللہ برکت دے ہم کو بیچ شام"۔ (مشکوٰۃ) فرمایا کہ "تم فتنوں کی آگ سے بچنے کے لئے شام میں پناہ لو"۔ (مشکوٰۃ) ارشاد فرمایا کہ "خلافت میری مدینہ اور بادشاہی میری شام میں ہے"۔ (مشکوٰۃ) فرمایا کہ "جو بھی معاویہؓ کے ساتھ لڑے گا معاویہؓ اسے گرا دے گا"۔ (کنز العمال) اور پھر اس آیت شریف میں جو جملہ الذین انعمت علیہم کی مکمل تفسیر اور آنحضور صلعم کا ارشاد گرامی کہ "خلافت میری مدینہ اور بادشاہی شام میں ہوگی" کی پوری پوری تفصیل بیان کرتی ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا زندہ معجزہ ہے جو حرف بحرف پورا ہوا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکومت کا پورا پورا نقشہ بیان فرما کر اصحاب ثلاثہؓ اور سیدنا معاویہؓ پر اعتراض کرنے والوں اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے والوں کے منہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو خطاب فرماتا ہے کہ "وہ لوگ جن کو میں نے انعامات سے نوازا ہوا ہے جن کا ساتھ دے کر تم دونوں جہان میں کامیاب ہو سکتے ہو جو تمہارے بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔ وہ یہ لوگ ہیں"۔ "اور جو کوئی اطاعت کرتا ہے اللہ اور رسول کی تو یہ ساتھ ہوں گے ان کے جن کو نوازا ہے اللہ نے انعامات سے یعنی نبیوں اور صدیقوں شہیدوں اور صالح لوگوں کے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں"۔ (نساء آیت ۶۹) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبرداروں کو خوشخبری دیتا ہے کہ تم نبیوں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقوں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شہیدوں سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنیؓ

اور صالحین سیدنا معاویہؓ جیسے نیکو کاروں کے ساتھ رہ کر ہی جنت میں اللہ تعالیٰ کے مہمان بنو گے۔ لہذا سیدنا معاویہؓ آنحضور صلعم کے خاص صحابہ کرامؓ میں سے وہ صالح انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نیکو کار فرمایا ہے جن کی صالحیت اور صلح کن فطرت نے مسلمانوں کے بکھرے ہوئے شیرازے کو پھر سے ایک مرکز پر جمع کیا۔ اور اسلام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے سلسلہ کو پھر نئے سرے سے اسی طرح جاری کیا جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت میں جاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت سیدنا معاویہؓ اور امیر یزیدؒ سے قریب قریب اتنی مدت تک لی جتنی کہ خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لی جس طرح ان بزرگوں کا دور اسلامی ترقی کا بہترین دور کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح فتنوں اور خانہ جنگیوں کے بعد سیدنا معاویہؓ و امیر یزیدؒ کے دور حکومت نے بھی اسلام کا بول بالا کیا۔ بلکہ اس چوبیس سالہ غیر مغلوب دور میں اسلام کی بلندی کے علاوہ مسلمان مادی ترقیوں میں بھی عروج پر پہنچے۔ اہل بصیرت حضرات ہمارے ساتھ اتفاق کریں گے۔ کہ سیدنا امیر معاویہؓ نیکو کار ہونے کے علاوہ نہایت ہی بردبار صاحب درگذر اور صلح کن انسان تھے آپ نے سیدنا عثمان غنیؓ کے خون کے قصاص کے علاوہ اپنے مخالفوں پر کسی طرح کی کوئی بھی سختی وغیرہ نہیں کی۔ اس بارے میں آپ کے دشمن بھی آپ کی شخصیت کے قائل ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دشمن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے تو وہ بھی دوست بن جاتا ہے

اگر اس اموی دور پر انصاف اور دیانت داری سے غور کیا جائے تو ثابت

فنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے ایمان داروں سے کئے تھے۔ وہ حرف بحرف پورے کئے۔ اور صالح انسانوں کو حکومت دی۔ اور حکومت دینے کا وعدہ پورا فرما کر مسلمانوں میں اپنی پسند کا دین قائم اور انہیں ہر قسم کے ڈر اور خوف سے نجات دی۔ اپنے اس ارشاد کو بھی پورا کر دیا۔ کہ ہم ضرور مدد دیتے ہیں اپنے رسولوں اور ایمان دار لوگوں کو اس دنیا میں اور اس دن جب شہادت دینے کے لئے کھڑے ہوں گے مومن پ۲۴ (آیت ۵۱) اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ بنی امیہ کے خلفاء عیب دار تھے پھر ارشادات باری تعالیٰ اور آنحضور صلعم کی پیش گوئیوں پر سخت اعتراض آتا ہے اور اسلام کی جو آج ہمارے پاس ہے، کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ اسلام بنی امیہ کے خلفاء ہی کی کوششوں سے ہم تک پہنچا۔ اور ان ہی کی محنتوں اور قربانیوں سے آج ہم مسلمان کہلا رہے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بے مثال اور غیر مغلوب خداداد حکومت کی مثال پیش کرنا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح قرآن کریم کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کی خداداد بادشاہت کے مقابلہ میں قیامت تک کوئی دوسری حکومت پیش کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بادشاہی ہی طلب کی تھی۔ اور قرآن کریم میں بادشاہی کے لقب سے آپ کو یاد کیا گیا ہے۔ آنحضور صلعم نے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی سے سیدنا معاویہ کی حکومت کو "میری بادشاہی شام میں ہو گی" ارشاد فرما کر اس آیت نبیوں صدیقوں اور شہیدوں صالحین کی تفسیر فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شاہی حکومت کی سربراہی اپنے نیکوکار اور صالح بندے کو سونپ کر اپنے دین کو فروغ دیا۔ اور

مسلمانوں کو عزت اور شوکت سے نوازا۔

ان حالات میں جو لوگ سیدنا امیر معاویہؓ کی حکومت کو عام دنیاوی حکومتوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل سبائی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر قرآن کریم کے اصول اور رہبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور منشا کے خلاف چل رہے ہیں۔ جس کا جواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو ہر حالت میں دینا پڑے گا۔

محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شامی حکومت امت مسلمہ کی عزت و شوکت کا باعث بنی اور اس کی وجہ سے اسلام نے دنیا کے اکثر حصوں میں عروج حاصل کیا یہ وہ پایہ تخت اور مرکز اسلام ہے جس کے خلاف کسی بدفطرت نے بھی آواز تک نہیں اٹھائی۔ ایسے مرکز اسلام دار الحکومت دمشق اور خلیفہ وقت سیدنا امیر معاویہؓ کو ہر حالت میں کلی طور پر یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ آئندہ ہونے والے خلیفہ کو منتخب کر دیں۔ اور پھر سیدنا معاویہؓ کے ساتھ آنحضور صلعم کے تمام کے تمام صحابہ کرامؓ بھی متفق تھے۔ اس صورت میں اگر آپ باقی صوبوں سے مشورہ نہ بھی لیتے تو بھی حق بجانب تھے جیسا کہ سیدنا علیؓ کے ارشاد سے بھی ایسے انتخاب خلافت کی واضح طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ "اے لوگو! تمام لوگوں میں خلافت کا اہل وہ ہے جو اس کے (نظم و نسق کے برقرار رکھنے) کی سب سے زیادہ قوت (وصلاحیت) رکھتا ہو۔ اس صورت میں اگر کوئی فتنہ پرداز فتنہ کھڑا کرے تو (پہلے) اسے توبہ و بازگشت کے لئے کہا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ و جدال کیا جائے گا۔ مجھے اپنی جان کی قسم! اگر خلافت کا انعقاد تمام امت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہوتا تو اس کی کوئی سبیل ہی نہ تھی بلکہ (اس کی صورت تو انہوں نے یعنی جمہور اسلام

نے صدیق اکبرؓ کی خلافت کی بیعت کے وقت پر رکھی تھی) اس امت کے کرتا دھرتا لوگ اپنے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے جو (بیعت کے وقت موجود نہ ہوں گے) پھر موجود کو بھی یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ کسی اور کو خلیفہ منتخب کرے " (ص ۴۲۸) مزید فرماتے ہیں کہ" یہ بیعت ایک ہی بار ہوتی ہے نہ پھر اس میں نظر ثانی کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ پھر سے چناؤ ہی ہو سکتا ہے اس سے منحرف ہونے والا نظام اسلامی پر معترض قرار پاتا ہے اور غور و تامل سے کام لینے والا منافق سمجھا جاتا (ص ۶۲۱ نہج البلاغہ امامیہ لاہور) اور پھر نہج البلاغہ کے مترجم شیعوں کے مشہور عالم جناب مفتی جعفر حسین صاحب بھی ایسے انتخاب کی تائید فرماتے ہیں کہ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب کے سلسلہ میں اجتماع ہوا تو وہاں کے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنایا گیا جو اس موقعہ پر موجود نہ تھے اور یہ اصول قرار دے لیا گیا جو انتخاب کے موقعہ پر موجود ہو اسے نظر ثانی اور بیعت سے انحراف کا کوئی حق نہ ہوگا۔ اور جو موجود نہ ہو وہ طے شدہ فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگا۔ (ص ۴۳۰ حواشی نہج البلاغہ امامیہ) سچ ہے کہ حق کا کسی نہ کسی صورت اقرار کرنا ہی پڑتا ہے۔

امیر المومنین یزید رحؒ کا انتخاب کیسے اور کہاں عمل میں آیا

عام مسلمانوں کے جس طبقے نے امیر المومنین یزیدؒ کے انتخاب پر اعتراض اٹھاتے جاتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ انتخاب کس صورت میں اور کہاں عمل میں آیا۔ عام تاثر صرف یہی ہے کہ امیر المومنین کا انتخاب کر کے سیدنا معاویہؓ نے مسلمانوں کے منصب خلافت کو موروثی بنا دیا۔ لیکن اس کے متعلق نہ تو عوام کو علم ہے اور نہ ہی کسی عالم نے واقعہ کے اس گوشے کو بے نقاب کر کے مسلمانوں کو غلط فہمی سے نکالا ہے کہ یہ انتخاب سیدنا معاویہؓ کے گھر کے کسی گوشے میں نہیں کیا گیا تھا۔ اور نہ ہی دو چار ہمنواؤں

کو جمع کر کے اپنی ہاں میں ہاں ملالی گئی تھی۔ بلکہ اس میں جمہور امت شامل تھے۔ پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر صرف یہی رٹ لگاتے جانا کہ انتخاب غلط تھا۔ انتخاب غلط تھا۔ بالکل بے معنی ہے آیئے، حقیقت کے آئینے میں اصل واقعات کا مطالعہ کریں۔ ولی عہدی کے سلسلہ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ تمام اسلامی دنیا نے متفقہ طور پر امیر یزیدؒ کی بیعت کر کے ثابت کر دیا تھا کہ امت مسلمہ امیر المومنین یزیدؒ کی خلافت پر خوش تھی۔ لکھتے ہیں۔" کہ تمام اسلامی علاقوں میں لوگوں نے بلا کسی اختلاف کے بیعت کی اور وفود ہر جگہ سے توکید بیعت کے لئے امیر یزیدؒ کے پاس حاضر ہوئے تھے۔" (ص ۸۰ جلد ۸ البدایہ والنہایۃ)

مولانا احتشام الدین مراد آبادی مصنف "نصیحۃ الشیعہ" جلد ۲ ص ۲۲ میں امامت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی معصوم ہے اور نہ کسی کی اطاعت فرض ہے۔ اصلاح امور انتظامی کے لئے کسی شخص کو اپنا بادشاہ مقرر کر لینا مسلمانوں کا کام تھا۔ اس بادشاہ اسلام کو خلیفہ کہتے ہیں۔" مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مہتمم رفیق الاسلام سرگودھا "دو پھول" میں لکھتے ہیں۔" خلیفہ کے دعاوی کچھ ہی ہوں مگر واقعات نے ان کے حقوق کے حصول کے ذرائع بدل دیئے تھے۔ مدینہ کے دار الخلافہ نہ رہنے سے خلیفہ انتخاب کرنے کا حق عملاً اس سے جاتا رہا تھا۔ اور نہ انتخاب کے بعد اسکی تصدیق کرنے اور نہ منظوری دینے کے قابل رہا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے انتقال کے بعد حضرت حسنؓ کی جانشینی کو فہ میں فوراً اور ضرورتاً ہو گئی تھی۔ اور اب مدینہ کو دوسرے مقامات پر طے شدہ امور پر راضی ہونے کے سوا چارہ رہا ہی نہ تھا۔ اس طرح انتخاب خلیفہ کا کام پایہ تخت کے ساکنوں کو منتقل ہو گیا تھا۔ وہ پایہ تخت کہیں بھی ہو جو شورش اللہ کر مجہ حضرت علیؓ کے انتخاب کے بعد رونما ہوئی تھی۔ بعد میں کسی وقت بھی ابھر سکتی تھی۔ ان

جنگوں سے اسلام کا مستقبل خطرہ میں پڑگیا تھا۔ مومنوں کی تعداد کم ہوتی چلی جارہی تھی۔ اور ہمسایہ ملک کے دشمن کسی وقت بھی اس خراب حالت سے فائدہ اٹھاکر اسلام کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔ ان حالات سے متاثر ہوکر امیر معاویہؓ خلافت اپنے بیٹے یزیدؒ کے لئے مخصوص کرنے کی فکر میں ہوئے۔ یہ خیال مغیرہ بن شعبہؓ اور زیادؒ نے انہیں دلایا تاکہ ان کی وفات کے بعد جانشینی کا مسئلہ باعث نزاع نہ بنے۔ اور امت محمدی خون ریزی سے بچی رہے۔ (صہ ۵۴ دو پھول)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرامؓ امیر یزیدؒ کے انتخاب پر متفق تھے

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "جس مجمع میں مسئلہ ولی عہدی کا انتخاب طے پایا اس میں وہ سب صحابہؓ موجود تھے جو شیخین سے بیعت کر چکے تھے۔ کسی نے بھی اس ولی عہدی کے طریق کار پر اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ خاموشی سے اس کی تصدیق کردی۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ اس طریق انتخاب سے بالاتفاق جواز کے قائل تھے۔ اور اس مشروعیت کو پہلے سے جانتے تھے۔ اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اجماع شرعی مسائل کے طے کرنے میں حجت مانا گیا ہے۔ لہٰذا اب اگر امام اپنے بیٹے یا باپ کو اپنا جانشین مقرر کرے تو ہم اس پر بدگمانی نہیں کرسکتے۔"

اور فی الحقیقت یہ عمل بدگمانی اور بدظنی سے بہت دور ہے۔ خصوصاً جب کسی خاص مصلحت کا تقاضا بھی اسکے ساتھ شامل ہو۔ یا کسی خاص فتنہ و فساد سے بچاؤ مدنظر ہو۔ تو ایسے حالات میں بدگمانی کے لئے سرے سے گنجائش ہی نہیں رہتی۔ جیساکہ امیر معاویہؓ نے یزیدؒ کو اپنا جانشین بنایا تو ان کے اس فعل پر بنی امیہ کے افراد اور

ارباب حل و عقد کا اتفاق ان کے لئے حجت کاملہ ہے۔ اور اس اتحاد و اتفاق کو سامنے رکھتے
ہوئے انہوں نے اور لوگوں کو چھوڑ کر یزیدؒ کو اپنی جانشینی کے لئے منتخب کیا۔ اور یہ حقیقت
بھی ہے کہ بنی امیہ اس وقت یزیدؒ کی ولی عہدی کے سوا کسی اور کی ولی عہدی پر رضامند
ہونے والے نہیں تھے۔ وہ قریش اور تمام مسلمانوں کی عصبیت بھی اپنی پشت پناہی میں رکھتے
تھے۔ خود بھی با اثر و باشوکت تھے۔

لہٰذا ان حالات کے پیش نظر (حضرت) معاویہؓ نے اور بہتر لوگوں کو چھوڑ کر یزیدؒ کا
انتخاب کیا۔ اور فاضل و اعلیٰ کو چھوڑ کر مفضول و ادنیٰ کو مسند سلطنت پر لائے۔ صرف
اسی حرص کی بنا پر کہ لوگوں کا اتحاد و اتفاق کہیں ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔ جس کے بقا کو
شارع علیہ السلام نے بہت ہی اہمیت دی ہے۔ ورنہ اس کے سوا معاویہؓ کے بارے
میں اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان کی مسلمہ عدالت و صحبت نبویؐ کو دیکھتے ہوئے زبان
ان کے بارے میں بدگمانی کا اظہار کرنے سے قاصر ہے۔ مزید برآں اکابر صحابہؓ
کی موجودگی اور ان کا اس بارے میں سکوت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ معاویہؓ اس
بات میں بدظنی سے پاک ہیں اور ان پر کسی قسم کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ نہ تو صحابہ کرامؓ
کی ہی ایسی شخصیتیں تھیں کہ حق کے اظہار سے خاموش رہتیں۔ اور نہ معاویہؓ میں مزاج
کے تھے کہ عزت و شان مملکت کی خاطر حق کو اختیار کرنے سے باز رہتے۔ ان بزرگوں
کی عدالت ایسی غلط کاریوں سے بہت ہی بلند و بالا تھی (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۰۴)

امیر المومنین یزیدؒ کا خلیفہ ہونا ضروری تھا

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ان حالات میں ایسے
فرماں روا کی ضرورت محسوس ہوئی جو سلطنت کے امور میں یکتا اور عصبیت میں بے

ہوتا ہو لہٰذا اگر معاویہؓ عصبیت کے تقاضا کے خلاف یزیدؓ کے علاوہ کسی اور کو مسند امامت پر لاتے تو اس کی امامت کو قبول کون کرتا۔ ایسی سلطنت دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو کر رہ جاتی۔ اور قوم جس اختلاف کا شکار ہوتی وہ بھی اچھی طرح ظاہر ہے۔

(ص ۲۱۰ مقدمہ ابن خلدون طبع کراچی)

بقول ابن خلدون امیر المومنین یزیدؓ اسوقت کے تمام لوگوں سے علم و حلم و رائے میں افضل تھے

ابن خلدون اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں یہ ضحاک اٹھے اور حمد و ثنا کے بعد کہنے لگے اے امیر المومنین آپ کے بعد لوگوں کو ضرور ایک امیر کی ضرورت ہوگی، اگر آپ کی موجودگی میں ہم کسی کو آپ کا جانشین نہ بنائیں گے تو بڑے بڑے مصائب میں گرفتار ہوں گے۔ خونریزیاں ہوں گی۔ امن کے راستے بند ہو جائیں گے۔ دن بدن ابتری کا زمانہ آتا جائے گا۔ اچھے آدمی کمیاب ہوتے جائیں گے۔ ہمارے نزدیک یزید بن امیر المومنین نہایت ہی راست گو، راست باز، خوش خو، اور ملک داری کے آئین سے واقف ہیں۔ جیسا کہ لوگ اور آپ بھی جانتے ہیں۔ وہ ہم سے علم، حلم و رائے میں افضل ہیں پس آپ ان کو اپنا جانشین بنائیے۔ اور اپنے بعد ان کو ہمارے پیشوا کیجیے جس کے سایہ امن میں ہم پناہ گزیں ہوں۔ اور عمرو بن سعید الاشدق نے اس کی تائید کی جس کا نتیجہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں اہل عراق و شام کے لوگوں نے ولی عہدی یزید پر بیعت کر لی۔ (ص ۱۶۸ جلد ۵ کتاب ثانی تاریخ اسلام ابن خلدون حیدر آباد دکن)

مسلمانوں کی بہتری اور فلاح بہبود امیر یزیدؓ کو خلیفہ بنانے ہی میں تھی۔

اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ۔ اس سال ۵۶ھ میں مغیرہ بن شعبہ کوفہ سے دمشق گئے تو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو کہا کہ میں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ مدینہ میں دیکھا ہے اور تمام منظر میری آنکھوں میں گھوم رہے ہیں۔ کہ خلافت کے متعلق مسلمانوں میں کیسی کیسی ہنگامہ آرائی ہوتی ہے۔ بس میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ آپ اپنے بیٹے یزیدؒ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرما دیں۔ اس میں مسلمانوں کی بہتری اور رفاہیت ہے۔ (صـ ۳۵ جلد ۲ تاریخ اسلام اکبر شاہ)

جب امیر المومنین یزیدؒ کی نامزدگی پر شرعی حجت قائم ہو چکی تو اس پر اعتراض کیوں؟

علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء، میں معاویہ بن قرہؓ اور ابن مسعودؓ کے حوالوں سے دو باتیں بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ صحابہ کرامؓ کا اجتماع کبھی اور کسی صورت غلط اور جھوٹی بات پر نہیں ہوا۔ دوم یہ کہ جس چیز کو تمام مسلمان اتفاق رائے سے تسلیم کر لیں اس پر راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی اس کام کو پسند فرماتا ہے۔ اور جس بات کو مسلمان متفقہ طور پر برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی غلط ہے۔ لکھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا اجتماع کبھی اور کسی صورت بھی خطا اور ضلال پر نہیں ہوا۔ حاکم نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جس چیز کو تمام مسلمان اچھا سمجھیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ اور جس کو مسلمانوں نے برا خیال کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی برا ہے۔ (صـ ۷) علامہ ابن خلدونؒ اور دوسرے اہل علم بزرگوں کی صداقت آمیز تحریروں کے مطابق ثابت ہوا کہ امیر المومنین یزیدؒ کو خلیفہ نامزد کرنے میں صحابہ کرامؓ نے اتفاق فرمایا۔ اور کسی نے بھی اس پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا

اور بقول ابن خلدون کے امیر یزیدؒ پر صحابہ کرامؓ کے اجماع سے شرعی حجت قائم ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس پر اعتراض کرنا کہاں کی عقل مندی اور دین داری ہے۔ ان حالات سے ثابت ہوا کہ امیر المومنین یزیدؒ کا ولی عہد اور پھر خلیفہ مقرر ہونا ضروری اور لازمی تھا۔ اگر امیر یزیدؒ کے علاوہ کسی دوسرے کو مسند خلافت پر لایا جاتا تو قوم میں وہ خانہ جنگی ہوتی کہ جمل و صفین کی دل ہلا دینے والی خانہ جنگیوں سے بھی زیادہ مسلمان قوم تباہ و برباد ہوتی اور اسلام کی تبلیغ کے تمام ذرائع مسدود ہو کر رہ جاتے۔ گویا امیر یزیدؒ کو خلافت کے لئے نامزد کرنا ملت اسلامیہ کی بہتری کے لئے ضروری اور لازمی تھا علامہ موصوف کے مضمون پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امیر یزیدؒ کی ولی عہدی پر تمام کے تمام صحابہ کرامؓ جنہوں نے حضرت شیخینؓ سے بیعت کی تھی کسی نے بھی اس ولی عہدی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اگر سبائیوں کے قول کے مطابق امیر یزیدؒ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص ہوتا تو یہ بزرگ ہستیاں کسی حالت میں بھی خاموش نہ رہتیں۔ ان بزرگوں کے ایمان اور شان کے خلاف تھا کہ وہ ایک غلط آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ اور نہ ہی ان بزرگوں سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ حق کے اظہار سے ڈرتے ہوئے خاموش رہتے اور علامہ موصوف کے قول کے مطابق یہ بات صاف اور صحیح ثابت ہو گئی کہ اجماع شرعی مسائل کے لئے حجت مانا گیا ہے لہٰذا جب صحابہ کرامؓ کے اجماع سے حجت قائم ہو گئی تو پھر ہم اہل بصیرت حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ ان دونوں بزرگوں کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ جو بھی اس وقت دنیا میں حیات تھے جنہوں نے نزول وحی کے روح پرور نظارے اور مشاہدے فرمائے ہوئے تھے اور حضور

پاکؐ کی تعلیم سے دینِ حق کا عکس بن چکے تھے۔ وہ بھی کچھ رائے رکھتے تھے یا دینِ حق ان دونوں بزرگوں میں ہی سمٹ کر رہ گیا تھا۔ جو نزولِ وحی کے وقت ابھی شیر خوار بچوں کی حیثیت رکھتے تھے جو ان دوسرے بزرگوں کے ہوتے ہوئے دینِ حق میں حجت نہیں مانے جا سکتے اور نہ ہی ان دوسرے بزرگوں کے عمل اور مسلک کو چھوڑ کر ان کے عمل کو دین سمجھا جا سکتا۔ لہٰذا تاریخ سے صاف صاف اور واضح الفاظ میں ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگوں نے جو آنحضور صلعم سے تعلیم حاصل کر کے دینِ حق کے متوالے اور شیدائی بلکہ عکس بن چکے تھے اور اس وقت مسلمانوں میں بہت ہی بلند مقام کے مالک تھے۔ اور تمام مسلمان جن کے حکموں پر عمل کرنا ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت جابر بن عبداللہؓ حضرت انس بن مالکؓ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ حضرت معاویہ بن حدیجؓ، حضرت ابوامامہ بن باہلی، حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ حضرت صہیب بن سنانؓ، حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ آنحضور صلعم کے ربیب سیدہ ام المومنین ام سلمہ کے فرزند۔ حضرت عقبہ بن نافعؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ، حضرت عمرو بن امیہ ضمری (جو نجاشی کے پاس آنحضور صلعم کے سفیر بنا کر گئے تھے) حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ۔ حضرت ابوبرزہ اسلمی، حضرت فضالہ بن عبید انصاریؓ، حضرت جابر بن عتیکؓ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین اور باقی تمام ایمان والوں نے امیر یزیدؓ کو خلافت کے لئے منظور فرما کر ثابت کر دیا کہ امیر نیک اور صالح ہونے کے علاوہ مومنوں کی قیادت کی اہل حیثیت رکھتے ہیں۔

لہٰذا جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے امیر کو خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے آپ کے ساتھ ہر طرح سے تعاون فرمایا، پھر بعد آنے والوں کو کیا حق ہے کہ خواہ مخواہ اعتراض کریں اور صحابہ کرامؓ سے اپنے آپ کو اس وقت کے حالات کو زیادہ سمجھنے والا ثابت کریں۔

امیر المومنین یزیدؒ کی امارت اللہ تعالیٰ کا انعام تھا

اہلِ نظر کا فرض ہے کہ اس قرآنی آیت اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی پر انصاف اور ٹھنڈے دل و دماغ سے غور فرماویں۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں سے حکومت دینے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے، لیکن سبائیوں کے مطابق اللہ مالک اپنے وعدے سے معاذ اللہ منحرف ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں یقیناً زمین پر حکومت عطا فرمائے گا۔ (ایسے ہی) جیسے ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی تھی اور یقیناً ان کے لئے ان کا وہی دین قائم کرے گا جو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور یقیناً اللہ انہیں ہر خوف کے بعد امن عطا فرمائے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو کوئی کفر کرے بعد اسکے (یعنی میرے انعام ملنے

کی ناشکری کریں) پس یہی لوگ ہیں فاسق و نافرمان (سورۂ نور آیت ۵۵)

محمد کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جیسے تم ہو گے ویسا ہی تم پر حاکم مقرر کیا جاتے گا۔ (مشکوٰۃ باب الامارت) اس آیت شریفہ اور آنحضور صلعم کے ارشاد مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ مالک اپنے نیک و مخلص اور صالحین بندوں پر ہرگز ظالم و فاجر و فاسق حاکم مقرر نہیں فرماتا اور جب لوگ خود برے ہو جاتے ہیں تو پھر ان پر حاکم بھی ان ہی سے ہوتے ہیں۔ لیکن جب دنیا میں نیک پاک باز صالح و دین دار لوگ موجود ہوں تو پھر اگر اللہ تعالیٰ ان پر ظالم حاکم مقرر کر دے تو پھر یہ اس کے ارشاد گرامی کے منافی اور دین دار لوگوں پر زیادتی نہیں تو اور کیا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امیر یزید رحمہ اللہ کی خلافت پر متفق تھیں

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہماری محترم اور قابل عزت و حرمت اور مقدس مائیں مسلمانوں میں موجود ہوں۔ اور مسلمانوں پر ایک ظالم حاکم مقرر کر دیا جائے۔ اور یہ خاموش تماشائی بنی بیٹھی رہیں، یہ ناممکن اور بالکل ہی غلط ہے جب کہ اللہ نے ان کو حق بات کہنے کی طاقت عنایت فرمائی ہوئی تھی اور یہ حکم بھی ان کو دے رکھا تھا۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرتی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو۔ کیونکہ جس کے دل میں مرض ہو لالچ وہ کرے گا اور بات معقول (یعنی صاف صاف) کہو۔ (آیت ۳۲ الاحزاب)

تو کیا اتنی سی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ ان پاک ہستیوں کے ہوتے ہوئے (بقول سبائیوں کے) معاذ اللہ ایک بے دین حاکم مقرر کر دیا گیا۔ اور ان ہماری نیک و پاک ماؤں نے زبان تک نہ ہلائی۔

(۱) ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آپ بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ حیات تھیں۔ سفرِ عقبیٰ آپ کا سنہ ۴۵ ہجری ہے۔

(۲) ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا آپ بھی ولیعہدی کے موقعہ پر دنیا میں تشریف فرما تھیں۔ سفرِ عقبیٰ آپ کا سنہ ۵۶ ہجری ہے۔

(۳) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امیر یزیدؒ کی ولی عہدی کے موقعہ پر حیات تھیں۔ سفرِ عقبیٰ آپ کا سنہ ۵۸ ہجری ہے۔

(۴) ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپکے سامنے امیر یزیدؒ کو ولی عہد بنایا گیا۔ سفرِ عقبیٰ آپ سنہ ۵۹ ہجری ہے۔

(۵) ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا آپ امیر یزیدؒ کی خلافت تک حیات تھیں۔ سفرِ عقبیٰ آپ کا سنہ ۵۱ ہجری ہے۔

صحابہؓ عشرہ مبشرہ بھی امیر یزید کی خلافت پر خوش تھے۔

(۱) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آپ آنحضور صلعم کے ماموں ہیں۔ آپ اسلام میں دعا کیلئے خوش قسمت الشان ہیں، جن کو آنحضور صلعم نے فرمایا کہ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ نے سیدنا علیؓ کی بیعت نہیں کی، لیکن امیر یزیدؒ کی ولیعہدی سے اتفاق کیا۔ سفرِ عقبیٰ آپ کا سنہ ۵۵ ہجری ہے۔

(۲) سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی

اور مبنوتی بلکہ بطور نسبتی بھی ہیں۔ آپ نے امیر یزید رحمہ اللہ کی ولی عہدی کے بعد سنہ ۵۱ھ برسوں میں سفر آخرت طے کیا۔

ان اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں کے ہوتے ہوئے بھی کیا نااہل حاکم نامزد کر دیا گیا اور یہ بزرگ خاموش رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھی ان کا ذرہ بھر خیال نہ آیا۔ معاذ اللہ کتنا بے جا الزام ہے۔

بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی امیر یزید رحمہ اللہ کی ولیعہدی سے اتفاق کیا

(۱) سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی اور میزبان رسول پاک ہیں۔ اور قسطنطنیہ کی مغفور فوج میں امیر یزید رحمہ اللہ کی قیادت میں شریک تھے۔ امیر یزید رحمہ اللہ کی ولیعہدی پر متفق تھے۔ سفر عقبیٰ آپ کا بروایت مختلف سنہ ۵۰، ۵۲، ۵۱ یا ۵۵ ہجری ہے۔

(۲) ابو اسید مالک بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ ولیعہدی کے زمانہ بلکہ خلافت امیر یزید رحمہ اللہ تک حیات تھے۔ سفر عقبیٰ آپ کا سنہ ۶۰ ہجری میں ہے۔

(۳) سیدنا ابو بردہ ہانی بن نیار البلوی الانصاری انتخاب ولی عہدی کے بعد سنہ [illegible] ہجری میں آپ فوت ہوئے۔

(۴) سیدنا ابو عبداللہ انصاری السلمی نام جابر بن عتیک تھا ولیعہدی کے موقعہ پر موجود تھے۔ سفر عقبیٰ آپ کا بعض نے سنہ ۶۱ ہجری اور بعض نے سنہ [illegible] ہجری لکھا ہے۔ بہر حال امیر یزید رحمہ اللہ کی خلافت کا زمانہ آپ نے پایا ہے۔

(۵) سیدنا ابو لبابہ انصاری رضی اللہ عنہ نام بشیر تھا۔ امیر یزید رحمہ اللہ کی ولیعہدی کے زمانہ سنہ [illegible] ہجری کے بعد وفات پائی۔

(۶) سیدنا ابو مخلد بن معاذ بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ امیر یزید رحمہ اللہ کی خلافت کے بعد امیر عبدالملک کی خلافت کے زمانہ میں وفات پائی۔

(۷) سیدنا ارقم بن الارقم بن عبد مناف سفر شفع آپ کا ۵۵ھ ہجری ہے
(۸) سیدنا جابر بن عبداللہ بن عمر انصاری السلمی سفر عقبہ آپ ۶۸ھ ہجری ہے۔
(۹) سیدنا حارثہ بن النعمان بن نقیع انصاری، سفر عقبہ آپ کا ۵۷ھ ہے۔
(۱۰) سیدنا ربیعہ بن کعب بن مالک ابو فراس اسلمی، وفات آپ کی خلافت امیر المومنین یزید ۶۳ھ میں ہے۔
(۱۱) سیدنا زید سہل ابو طلحہ انصاری وفات آپ کی ولیعہدی امیر یزید کے بعد ۵۵ھ میں ہوئی۔
(۱۲) سیدنا سائب ابو سہلہ انصاری خزرجی وفات آپکی امیر یزید کی خلافت کے بعد امیر عبدالملک کا زمانہ ہے۔
(۱۳) سیدنا شداد بن اوس بن ثابت انصاری وفات آپ کی بزمانہ خلافت امیر المومنین یزید ۵۸ھ یا ۶۴ھ ہے۔
(۱۴) سیدنا عتبان بن مالک بن عمرو انصاری الخزرجی بعد ولی عہدی امیر یزید ۵۵ھ میں فوت ہوتے۔
(۱۵) سیدنا عمرو بن امیہ الضمری وفات آپ کی ایک روایت ولی عہدی ۵۵ھ اور دوسری میں ۶۰ھ ہے۔
(۱۶) سیدنا عمرو بن عوف امیر یزید کی ولیعہدی کے بعد آخر عہد خلافت امیر معاویہ فوت ہوئے
(۱۷) سیدنا کعب بن عمرو ابو الیسیر انصاری السلمی وفات آپ کی ولیعہدی امیر یزید کے بعد ۵۵ھ میں ہوئی۔
(۱۸) سیدنا نعمان بن عمرو بن رفاعہ امیر المومنین یزید کی ولیعہدی کے بعد ۵۶ھ

میں فوت ہوئے۔

ان اٹھارہ بدری صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم کے حیات ہوتے ہوئے ایک نا اہل حکومت کی بنیاد رکھ دی گئی اور یہ یہ رنگ دیکھتے رہے اور اف تک بھی نہ کی کیا اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر ان بدریوں کو جنت کی خوشخبری نہ دی تھی اور حکومت دینے کا وعدہ نہ فرمایا تھا۔ جو ان کو چھوڑ کر حکومت ایک فاسق کو دیدی گئی۔

اہل نظر سوچنے اور سمجھنے کا مقام ہے۔

۱۴ صحابہ کرامؓ بیعت الرضوان امیر المومنین یزیدؒ کے حامی تھے

(۱) سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ امیر یزیدؒ کے خاص طرف داروں میں سے تھے۔ آپ امیر یزیدؒ کی خلافت کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے۔ سفر عقبیٰ آپ کا ۷۳ھ ہے۔

(۲) سیدنا ثعلبہ بن حجر اشجعیؓ امیر المومنین یزیدؒ کی خلافت کے بعد ۶۵ھ میں وفات پائی۔

(۳) سیدنا ثابت بن ضحاک انصاری خزرجیؓ امیر یزیدؒ کی خلافت کے بعد ۶۴ھ میں وفات پائی۔

(۴) سیدنا علقمہ بن خالد ابو عبداللہؓ امیر یزیدؒ کی خلافت کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے سفر عقبیٰ آپ کا ۶۷ھ ہے۔

(۵) سیدنا عمرو بن الاخطب انصاریؓ امیر المومنین یزیدؒ کی خلافت کے بعد ۶۹ یا ۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

(۶) سیدنا عائذ بن ثعلبہ بن وبرہ البلویؓ بعہد یزیدی ۶۳ھ میں رحلت فرمائی۔

(۷) سیدنا عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ امیر یزیدؒ کی خلافت کے بعد ۷۱ھ میں انتقال فرمایا

(۸) سیدنا سلمہ بن عمرو بن الاکوع بن سنان الانصاری سفر عقبےؓ آپ کا بعد خلافت امیر یزیدؒ سنہ ھ ہے۔

(۹) سیدنا ابو زمعہ البلویؓ امیر المومنین یزیدؒ کے عہد خلافت میں افریقہ میں فوت ہوئے

(۱۰) سیدنا ابو نعیبین الجہنیؓ آخر عہد خلافت سیدنا معاویہؓ فوت ہوئے۔

(۱۱) سیدنا عبد اللہ بن یزید حصین الانصاریؓ خلافت امیر یزیدؒ کے بعد سنہ ۷۹ھ میں وفات پائی

(۱۲) سیدنا عبد اللہ بن مغفل المزنیؓ وفات آپ کی بزمانہ خلافت امیر یزیدؒ یعنی سنہ ۶۱ھ ہے

(۱۳) سیدنا فضالہ بن عبید الانصاریؓ امیر یزیدؒ کی خلافت کے بعد سنہ ۶۹ھ میں سفر آخرت طے کیا

(۱۴) مغیرہ بن شعبہ بن عامر بن مسعود بن معتب الثقفیؓ سفر عقبےؓ آپ کا بزمانہ ولیعہدی سنہ ۵۰ھ ہے

صحابہ کرامؓ کا امیر ہرگز فاسق نہیں ہو سکتا۔

اہل نظر قارئین! غور فرمائیں کہ ہماری قدرم اور نذر پائیں اور یہ اٹھارہ بدری اور چودہ بیعت رضوان کے صحابہ کرامؓ اور عشرہ مبشرہ میں سے سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ اور سیدنا سعید بن زیدؓ اور دو صد تیس دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر دین حق کی خاطر تن، من، دھن سب کچھ قربان کرنے کی بیعت کی ہوئی تھی، یہ بزرگ امیر یزیدؒ کی ولیعہدی پر موجود تھے۔ بلکہ ان میں سے کچھ بزرگ امیر کی خلافت کے موقعہ پر اور خلافت کے بعد تک دنیا میں تشریف فرما رہے۔ جن کی شان عظیم میں کسے شک ہے۔ جو آیت مذکورہ کے مطابق خلافت کے بہت زیادہ مستحق تھے۔ کیونکہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالےٰ نے ایمان دار لوگوں کو حکومت دینے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے اگر امیر یزیدؒ سبائیوں کے مطابق اس قدر عیب دار تھے جن کا نام لینا بھی آج عار

سمجھا جا رہا ہے۔ تو پھر یہ تمام نیک ترین بزرگ کس لئے خاموش رہے۔ کیوں ایک
فاسق کو ایمان دار لوگوں پر مسلط ہونے دیا۔ یہ بزرگ تو بے ایمانوں پر بہت ہی
سخت تھے۔ یہ تو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھی حق بات کہنے کے عادی
تھے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک، فاجر اور بے ایمان قسم کا آدمی ان کا حق چھین کر
خدائے قدوس کے حکموں کا مذاق اڑاتا اور یہ بے بس اور لاچاروں کی طرح صرف
منہ دیکھتے رہ جاتے۔ افسوس کہ مسلمان ان بزرگ ترین ہستیوں کو وہاں لا کر کھڑا کر رہے
ہیں، جہاں یہ خود بھی کھڑا ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ اگر بقول ان جاہلوں کے یہ بات سچ ہے تو پھر
اللہ تعالیٰ نے بھی ایمان دار لوگوں سے فقط جھوٹے ہی وعدے کئے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ
وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ ان میں سے بعض بڑے بڑے دعوے
کرنے والے بھی سبائیوں کی ہاں میں ہاں ملا کر کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے امیر یزیدؓ سے
ڈر کر محض برائے مصلحت بیعت کی تھی۔ گویا یہ ثابت کر رہے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا ظاہر اور
باطن ایک نہ تھا۔ استغفراللہ یہی تو سبائی مذہب کی بنیاد ہے۔
کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سوائے چار کے صحابہ
مرتد ہو گئے تھے۔ اللہ اکبر کتنے ظالم ہیں یہ لوگ۔ اگر ان کا اللہ و رسول پر ایمان کامل ہوتا تو ایسا نہ
کہتے۔ اس لئے کہ اللہ مالک بلاشک و شبہ قول و اقرار کے سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے
جو وعدے کئے، وہ ہر حالت میں پورے کئے۔ انہی میں سے ایک کو خلافت یعنی اپنی حکومت
کی ذمہ داری سونپ کر اپنے دین کو فروغ دیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ تمام اصحاب رسول پاک
اور باقی سب ایمان دار لوگ (سوائے ایک دو بزرگوں کے) حکومت کے ساتھ متفق اور
ہر حالت میں خوش تھے۔ جو عمال حکومت کے ساتھ مل کر کام کر رہے تھے وہ اور جو عہدہ دار

مقامات اپر تبلیغ دین میں ہمہ تن مصروف تھے۔ وہ بھی خوش تھے اس لئے کہ وہ کسی دنیاوی جاہ و جلال کے لئے کام نہیں کر رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ملک اللہ تعالیٰ کا ہے وہ جس کو چاہتا ہے اس کو سربلندی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اپنے دین کی تبلیغ کرا لیتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے کام میں دخل دینا کفر ہے۔

موروثی حکومت کے قیام کا جواز

سبائی پروپیگنڈہ کے جو لوگ شکار ہیں انہیں خیال ہے کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہونا عقل و دانش کے سراسر خلاف ہے۔ اس میں توحید و سنت اور صحابہ کرامؓ کے شیدائی بھی سبائیوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور نہیں سوچتے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو مسلمانوں کو ایسی باتوں میں الجھا کر سبائی مذہب کا پرچار کر رہے ہیں جو خلافت سیدنا علیؓ کا حق سمجھ کر شیخین کو غاصب بتا رہے ہیں۔ ہم اس خیال کے لوگوں سے دریافت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؓ، سیدنا صدیق اکبرؓ، اور فاروق اعظمؓ سے کن وجوہات کی بنا پر خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اگر جواب یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور اس نزدیکی کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کے وارث ٹھہرتے ہیں تو اس کا صحیح جواب یہ ہے، کہ یہ نظریہ بالکل خلاف اسلام ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی عطا سوائے علم کے کوئی ہوتی ہی نہیں جو انہیں وحی الٰہی کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ جیسا کہ شیعہ سنی کتب میں موجود ہے۔ صحیح بخاری میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور شیعوں کی مشہور کتاب اصول کافی میں اس طرح روایت ہے۔

ترجمہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی وراثت

میں درہم اور دینار نہیں چھوڑ کرتے بلکہ صرف علم کی باتیں چھوڑ جاتے ہیں۔ جو شخص ان علمی باتوں میں سے کچھ لیتا ہے وہ بہت بڑا حصہ لیتا ہے (اصول کلینی کتاب العلم) (بحوالہ اہلحدیث کا مذہب صفحہ ۵۲ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری طبع سرگودھا)

بفرض محال وراثت والی بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی سیدنا علیؓ آنحضور صلعم کی وراثت کے شرعی وارث نہیں ہو سکتے اور اگر آپ امام ہونے کی حیثیت سے وراثت کے حقدار ہو سکتے ہیں تو آنحضور صلعم کے باقی نزدیکی اور شرعی رشتہ دار بھی موجود تھے جیسا کہ آنحضور صلعم کے چچا سیدنا عباسؓ، آنحضور صلعم کی حقیقی پھوپھی صاحبہ سیدہ صفیہؓ اور پھر آنحضور صلعم کے دوسرے نواسے اور نواسی یعنی سیدنا علیؓ بن ابوالعاص، سیدہ زینب بنت رسول پاکؐ کے بطن سے آپ یرموک کے معرکہ میں شہید ہوئے (ابن عساکر بحوالہ سیر الصحابیات صفحہ ۸۶) اور سیدہ امامہؓ بن ابوالعاصؓ، سیدہ زینب بنت حضور صلعم کے بطن سے سیدہ امامہ سے آنحضور صلعم کی محبت کا اندازہ ذیل کی دو روایتوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور مسجد میں امامہؓ کو کندھے پر چڑھائے ہوئے تشریف لائے اور اسی حالت میں نماز پڑھائی۔ جب رکوع و سجود کرتے ان کو اتار دیتے پھر جب کھڑے ہوتے تو چڑھا لیتے۔ اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی۔ (بخاری جلد اول ۷۴)

ایک دفعہ آنحضور صلعم کی خدمت میں شہنشاہ حبشہ نجاشی نے ہدیہ بھیجا جس میں ایک بہت ہی قیمتی ہار تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ ہار ہم اس کو دیں گے جو ہمارے اہل میں سے ہمیں بہت ہی محبوب ہے۔ ازواجؓ اور باقی اہل خانہ نے یہ سمجھا کہ یہ شرف سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو حاصل ہوگا۔ لیکن آنحضور صلعم نے سیدہ امامہ کو بلا کر خود ان کے گلے میں ہار ڈال دیا (سیر الصحابیات صفحہ ۱۰۲)

دامادی کے اعتبار سے بھی سیدنا عثمان غنیؓ ہی کو فضیلت حاصل تھی

اہل تشیع عام مسلمانوں کو جذبات کی بھول بھلیوں میں ڈالنے کے لئے عام طور پر سیدنا علیؓ کی دوسرے صحابہ کرامؓ پر فضیلت رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلعم کی دختر نیک اختر سیدہ فاطمہؓ آپ کی زوجہ تھیں۔ اسلئے سیدنا علیؓ دامادی کی وجہ سے خلافت کے مستحق اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے فوقیت رکھتے تھے۔ تو معلوم ہونا چاہیے کہ اس لحاظ سے سیدنا عثمان غنیؓ سیدنا علیؓ پر فضیلت رکھتے تھے۔ سیدنا علیؓ کو تو آنحضور نے اپنی ایک ہی لخت جگر بیاہ کر دی۔ لیکن وہ بھی بقول شیعہ حضرات اس شادی سے ناخوش تھیں شیعوں کے رئیس المحدثین لکھتے ہیں۔

ترجمہ: یعقوب بن شعیب کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فاطمہؓ کا نکاح کر دیا تو آپؐ فاطمہؓ کے پاس گئے۔ اور وہ رو رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو کیوں روتی ہے۔ اللہ کی قسم میرے اہل میں اگر کوئی علیؓ سے بہتر ہوتا تو میں تیرا نکاح علیؓ سے نہ کرتا۔ اور میں نے تو تیرا نکاح اس سے نہیں کیا بلکہ اللہ نے یہ نکاح کر دیا ہے۔ (صفحہ ۱۵۵ فروع کافی جلد دوم طبع نولکشور)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا اس شادی سے ناخوش تھیں۔ اور آنحضور صلعم کا یہ فرمان کہ اگر کوئی علیؓ سے بہتر ہوتا تو میں تیرا نکاح علیؓ سے نہ کرتا۔ بھی ثابت کرتا ہے کہ آنحضرت نے یہ رشتہ بمجبوری کیا تھا۔ یہ تاریخ فروع کافی کی اس روایت سے اخذ کردہ ہیں۔ ورنہ ہمارا ان باتوں پر قطعاً ایمان نہیں ہے۔ یہ سب کچھ بزرگان اسلام کی توہین کے سوا کچھ بھی نہیں۔ خلاف اس کے سیدنا عثمان غنیؓ کو آنحضور صلعم نے اپنی

دو لختِ جگر یکے بعد دیگرے نکاح میں دیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میری اور بیٹیاں ہوتیں تو میں وہ بھی عثمانؓ کو یکے بعد دیگرے نکاح کر دیتا۔ اور دو لختِ جگروں کے نکاح سے سیدنا عثمان غنیؓ کو ذوالنورین کا خطاب ملا۔ لہٰذا سیدنا عثمان غنیؓ سے دامادی کے لحاظ سے آپؓ وراثت کے زیادہ حقدار تھے۔

خاندانی وراثت کے اولین محرک سیدنا علیؓ ہی تھے

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اور ابھی تک نہایت باقاعدگی سے بتایا جا رہا ہے کہ خلافت کے باب میں خاندانی وراثت کی بنیاد سیدنا امیر معاویہؓ نے رکھی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارے مؤرخ بھائی بھی اس پروپیگنڈے کے گرداب میں ایسے ڈوب گئے ہیں کہ وہ سر اٹھا کر تصویر کے دوسرے رُخ پر ایک نگاہِ غلط ڈالنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کرتے۔ ورنہ ان پر اس غلط پروپیگنڈے کا راز فاش ہو جاتا۔ اور وہ دیکھ لیتے کہ حقیقت میں خاندانی وراثت کی بنیاد ڈالنے والے سیدنا معاویہؓ تھے یا سیدنا علیؓ۔

قارئین کو اس قدر تو علم ہے کہ جب سیدنا علیؓ کو اپنا وراثتی حق خلافت مل گیا اور آپ اس پر آخر دم یعنی اپنی موت تک قابض رہے تو آپ کے بعد آپ کے بیٹے سیدنا حسنؓ کو یہ خاندانی وراثت منتقل کر دی گئی۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ سیدنا حسنؓ باپ کے بعد خلیفہ بنے۔ اور اسلام میں باپ کے بعد بیٹا خلیفہ بن سکنے کا اصول قائم کر دیا گیا۔ پھر اگر سیدنا معاویہؓ نے اسلام اور قوم کی بہتری کے لئے اتفاق ملت سے اپنے بیٹے کو اپنا وارث مقرر کر دیا تو انہوں نے کوئی کسی نئے باب کا افتتاح تو نہیں کیا تھا بلکہ سیدنا علیؓ کی سنت پر عمل کیا۔

سیدنا حسنؓ خلیفہ منتخب ہو جانے کے بعد اگر آپ برضا و رغبت دستبردار نہ ہوتے تو
بھی خاندانی حکومت کی بنیاد ڈالی جا چکی تھی اور اسلامی حکومت اب موروثی بن کر
رہ گئی تھی۔ اس لئے جو لوگ سیدنا معاویہؓ پر الزام عائد کرتے ہیں کہ آپ نے
موروثی حکومت کی بنیاد ڈال کر بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا اور سنت قیصر و کسریٰ پر
عمل کیا، در اصل ایسے لوگ اندھی عقیدت کی وجہ سے واقعات اور حالات سے آنکھیں
بند کئے انصاف کو تعصب یا بے خبری کی کند چھری سے ذبح کر رہے ہیں۔ اور اللہ
تعالیٰ کے حکم قولوا قولا سدیدا ۔ "یعنی بات سچی و پکی اور صحیح کیا کرو" کی زبردست
مخالفت کر رہے ہیں، شرانگیز سیدنا امیر معاویہؓ کاتب وحی کے مخالف مسلمانوں کو یہ
تو بتاتے ہیں کہ انہوں نے خلافت کے منصب کو موروثی بنا دیا۔ لیکن اس سے پہلے کے
واقعات بیان کرتے […] ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔

ہمارے استدلال کی تائید مندرجہ ذیل کے بیانات سے خوب ہوتی ہے۔

شیعوں کی مشہور کتاب "نہج البلاغہ" میں سیدنا علیؓ اپنے مرنے سے پہلے سیدنا
حسنؓ کے نام جو وصیت لکھتے ہیں، اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

یہ وصیت ہے اس باپ کی جو فنا ہونے والا ـــ اور کل کو دنیا سے رخت سفر
باندھ لینے والا ہے۔ اس بیٹے کے نام جو ملنے والی بات کا آرزومند......
نفس سے عاجز، خلیفۃ الاموات یعنی مرنے والوں کا جانشین ہے۔ (وصیت نامہ ۳۱
ص ۲۲۴ نہج البلاغہ امامیہ لاہور)

ملا مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت حسنؓ علیہ خلیفہ
منتخب ہوئے۔ (ص ۳۰۱ جلاء العیون)

اور ذاکر صاحب اس طرح لکھتے ہیں۔ "جناب علی علیہ السلام اپنے بیٹے حسن علیہ السلام کو اپنا جانشین فرما گئے تھے۔" (ص ۹۶ تاریخ ذاکر حسین)

اور دلاور حسین صاحب پرنسپل ایم اے او کالج لاہور اپنی تاریخ اسلام میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ مندرجہ بالا بحث سے صاف ظاہر ہوتا ہے، کہ موروثی حکومت کی بنیاد امیر معاویہؓ کی بجائے اہلبیت نے رکھی تھی۔ اگر امیر معاویہؓ برسر اقتدار نہ بھی آتے تو بھی اسلام میں موروثی حکومت کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔"

(ص ۱۹۲ تاریخ اسلام۔ دلاور حسین لاہور)

اور مولانا محمد طیب صاحب اپنی کتاب "شہید کربلا اور یزید" کے ص ۹۲ پر اس طرح لکھتے ہیں "حضرت حسنؓ نے ابتدائی عمر میں خلافت سنبھال لی تو چھ ماہ بعد چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔" یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اکثر اس غلط بات کی بنیاد سچائی اور دیانتداری پر رکھی گئی ہے۔ کیوں صحیح اور سچی باتوں کو غلط اور جھوٹی باتوں کے پیچھے پڑ کر حقیقت کو فراموش کر بیٹھے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے جس سے انکار ناممکن ہے کہ سیدنا علیؓ کے بعد سیدنا حسنؓ خلیفہ بنے جس سے تمام مسلمان ہمیشہ سے اچھی طرح واقف ہیں، بلکہ شیعہ سنی سب ہی سیدنا حسنؓ کی خلافت سے آگاہ ہیں، اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ اگر حالات سازگار ہوتے تو سیدنا حسنؓ کا خلافت سے دست بردار ہو جانا بھی ناممکن تھا۔ اس لئے اہل حق اور اہل بصیرت حضرات سے دریافت کرنا نامناسب نہ ہو گا۔ کہ جب حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کے بعد سیدنا حسنؓ خلیفہ بنے۔ جن کو خلیفہ بھی ان لوگوں نے بنایا جن کو دنیا جانتی ہے کہ یہ کوئی کس قماش کے لوگ تھے، اور پھر جاتی

اسلامی دنیا سے مشورہ تک بھی نہ لیا گیا۔ لہٰذا ان لوگوں اور چند بزرگوں کی رائے کو تمام اسلامی دنیا پر کس طرح تھوپا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جب سیدنا حسنؓ نے خلافت پر متمکن ہونے کے چھ ماہ بعد اپنی خاندانی وراثت بلا حیل و حجت سیدنا معاویہؓ کو بیع کر دی (اگرچہ وجوہات کیسے بھی تھے، ہم اس بحث میں نہیں پڑتے جن کی وجہ سے سیدنا حسنؓ خلافت سے دست بردار ہوئے۔ اور اپنی خاندانی وراثت کلی طور پر سیدنا معاویہؓ کو بیع کر دی اور ان کو کلی طور پر اس کا وارث مالک بنا دیا۔ یہ وہ باتیں ہیں جن سے انکار ناممکن ہے۔ اور یہی حکومت و خلافت اور وراثت ہے جس کے لئے سیدنا علیؓ (بقول شیعوں کے جس پر ہمارا ایمان ہرگز نہیں) بے چین اور تقیہ کرتے رہے۔ (نقل کفر کفر نہ باشد) مرتدوں کے پیچھے نمازیں پڑھو یہ [illegible] ن میں لکھتے ہیں کہ جب رسالت مآبؐ نے اس دنیا سے کوچ فرمایا تو [illegible] کے سوا سب مرتد ہو گئے تھے۔" (ص۶۹۷ حیات القلوب)

گویا بقول شیعوں کے سیدنا علیؓ کا ظاہر باطن ایک نہ تھا۔

سیدنا علیؓ کی خلافت کے حامی صرف چار شخص تھے

وہ خلافت (بقول شیعہ) جس کے لئے سیدنا علیؓ نے فاطمۃ الزہراؓ کو گدھے پر سوار کر کے اور معصوم بچوں حسنینؓ کو انگلی لگا کے برابر تین راتیں مدینہ رسول پاک صلعم کے گلی کوچوں میں خلافت کی بھیک مانگنے کے لئے در در پھرایا تھا۔ (گویا بقول شیعوں کے سیدنا علیؓ کی اس وقت کے مسلمانوں کی نظر میں کوئی وقعت نہ تھی) اور سارے مدینہ رسول پاکؐ سے صرف چار شخصوں نے آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

مجلسی لکھتا ہے۔ جب آپ (سیدنا علیؓ) اس کام سے فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہؓ
وحسنؓ وحسینؓ کا ہاتھ پکڑا اور تمام مدینہ میں پھرے غرض کہ یہی رات حضرت
امیرؓ نے ایسا ہی کیا، مگر صبح کو چار شخصوں کے سوا اور کوئی نہ آیا۔ (صفحہ ۲۹۹ جلد ۲
حیات القلوب اردو طبع لکھنؤ جس کے سرورق پر لکھا ہے سنی نو دید)

طبرسی لکھتا ہے حضرت سلمان کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؓ
نے فاطمہؓ کو گدھے پر سوار کیا۔ اور اپنے دونوں بیٹوں
حسنؓ وحسینؓ کا ہاتھ پکڑا۔ اور اہل بدر مہاجرین وانصار کے ہاں گئے ہر ایک کے
گھر پر گئے۔ اپنا حق جتلایا اور مدد مانگی مگر ان سب میں سے صرف چوالیس
آدمیوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ صبح سر منڈا کر
مسلح ہو کر آؤ۔ اور مجھ سے موت پر بیعت کرو۔ مگر چوالیس میں سے
صرف چار حاضر ہوئے۔ میں (سلیم بن قیس ہلالی) نے پوچھا وہ چار کون
میں سلمان نے جواب دیا۔ میں اور ابوذر اور مقداد اور زبیر بن العوامؓ حضرت امیرؓ
کو پھر مہاجرین وانصار کے ہاں گئے مگر سوائے ہم چار کے کوئی نہ آیا۔ یہ روایت
کتاب الاحتجاج اور انوار نعمانیہ میں بھی موجود ہے۔ (نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان الفارسی
حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی مطبوعہ ایران) بحوالہ تحفہ شیعہ جلد ۲)

اللہ اکبر! اتنی محنت اور کوششوں سے حاصل کی ہوئی وراثت سیدنا حسنؓ نے مفت
میں سیدنا معاویہؓ کو بیع کر دی بلکہ خود کو بھی بیع کر دیا۔ اس لئے کہ جب
کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی بیعت کرتا ہے۔ تو وہ اپنی ذات کو اس
کے پاس فروخت کر دیتا ہے۔

سیدنا حسنؓ و حسینؓ نے جناب معاویہؓ سے بیعت کرلی

یہ بیعت بھی شیعہ کتب ہی سے بلاحظہ فرماویں۔ صاحب رجال کشی کہتے ہیں۔ امام جعفرؒ فرماتے ہیں۔ کہ معاویہؓ نے حسن بن علی صلوات اللہ کو لکھا کہ آپ اور حسینؑ اور اصحاب علی آئیں۔ پس ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری نکلا۔ اور وہ ملک شام آگئے۔ معاویہؓ نے ان کو حاضر ہونے کی اجازت دی اور ان کے لئے خطیب تیار کئے۔ پس فرمایا۔ اے حسنؑ اٹھ کر بیعت کیجئے۔ امام حسنؑ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر حضرت معاویہ نے حسینؑ سے فرمایا کہ اٹھ کر بیعت کیجئے تو پس امام حسینؑ نے اٹھ کر بیعت کی پھر حضرت معاویہ نے قیس سے بھی یہی کہا اس نے امام حسینؑ کی طرف دیکھا کہ کیا حکم دیتے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے قیس یہ حسنؑ امام حسنؑ میرا امام ہے۔ اس نے بیعت کرلی (رجال کشی ص۷۲ بحوالہ تحفہ شیعہ)

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ کے ص۱۰۴ طبع ایران ۱۲۹۴ھ) پر اس طرح لکھا ہے۔ "تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ جس سے میری صلح ہو اس سے تمہاری بھی صلح ہو اور جس سے میری لڑائی ہو اس سے تمہاری بھی لڑائی ہو۔ سو میں نے سوچا کہ معاویہؓ سے صلح کرلوں۔ اور لڑائی کو جو اس کے اور میرے درمیان ہے بند کردوں۔ تحقیق میں نے اس سے بیعت کرلی ہے اور حفظ خون کو خون ریزی سے بہتر سمجھا اس صلح سے میرا ارادہ بجز تمہاری اصلاح و بقاء کے اور کچھ نہیں" اور ملا باقر مجلسی صاحب اس بیعت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے بیعت کر کے امیر معاویہؓ کو مسلمانوں کا والی تسلیم کرلیا۔ (ص۳۲۱ اور ص۳۶۹ جلاء العیون)

لہٰذا جب سیدنا حسنؓ نے مدینہ سے بہت دور ملک شام پہنچ جا کر اپنی درخواست

سیدنا معاویہؓ سے بیعت کر کے ان کے سپرد کر دی اور خود واپس آ کر گوشہ نشین ہو گئے اور سیدنا معاویہؓ متفقہ طور پر تمام اسلامی سلطنت کے خلیفہ و امام تسلیم کر لئے گئے۔ اور تمام کے تمام مسلمان معہ بنی عباسؓ و آل ابی طالب امیر المومنین کے زیر سایہ اسلام کی خدمت اور دنیاوی فوائد حاصل کرتے رہے۔ اور آپ اپنے سفر آخرت تک بیس سال کی لمبی مدت تمام اسلامی دنیا کے خلیفہ و امام رہے۔ تاریخ سے یہ سب باتیں روز روشن کی طرح ثابت ہیں۔ جن کو جھٹلانا ناممکن ہے۔ اب قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ سیدنا معاویہؓ کی وفات کے بعد امیر المومنین یزیدؒ اپنے باپ کی بیس سالہ خلافت کے کیوں اور کس طرح حقدار نہیں ہو سکتے۔ جب کہ بقول سبائیوں کے سیدنا علیؓ داماد ہونے کی بنا پر خلافت کے حقدار ہو سکتے ہیں۔

اور پھر سیدنا حسنؓ جب اپنے باپ کی چوتھے پانچویں خلافت کے وارث و مالک ہو سکتے ہیں تو امیر المومنین یزیدؒ اپنے باپ کی بیس سالہ خلافت کے کیوں حقدار نہیں ہو سکتے جن کی خلافت پر تمام کے تمام صحابہ کرامؓ اور باقی نیک مسلمان بھی سب کے سب متفق تھے برخلاف اس کے نہ تو سیدنا علیؓ کی خلافت پر تمام صحابہ کرامؓ متفق ہوئے اور نہ ہی سیدنا حسنؓ کی خلافت پر۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے سیدنا علیؓ کو خلافت کا وارث سمجھنے والے اور ان کے ہمنوا کس منہ اور کس دلیل سے اعتراض کر سکتے ہیں۔

شیعان علیؓ نے تو فرضی امامت کو بھی خاندانی وراثت بنا ڈالا ہے

پھر ہمارے اس موقف کی تائید شیعان علیؓ کے خود ساختہ مسئلہ امامت سے بھی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے سیدنا حسنؓ کی اولاد کی حق تلفی کرتے ہوئے فرضی امامت

کا مستحق بھی صرف اولاد حسینؓ کو ہی قرار دے کر خاندانی وراثت کی تائید کر دی ہے ہمارے خیال میں اولاد حسنؓ کو اسلئے اس فرضی امامت سے محروم رکھا گیا ہے کہ ان کے والد بزرگوار نے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور سیدنا معاویہؓ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے خلافت ان کے سپرد کر دی تھی۔ تاکہ اصل کام جو آپس کے جھگڑوں کی نظر ہو چکا تھا، اسکو پھر سے جاری کیا جا سکے یعنی تبلیغ اسلام کا سلسلہ جس کے تحت پیغمبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔ اب ارباب بصیرت کا فرض ہے کہ ان حالات و واقعات پر غور فرما کر فیصلہ کریں کہ تبلیغ اسلام کا سلسلہ سیدنا حسنؓ کے موقف یعنی بنی امیہ کے حق میں دست بردار ہونے سے پورا ہوا یا شیعان علیؓ کے خود ساختہ موروثی مسئلہ امامت کو شرف دے کر دینے سے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جو لوگ سچی باتوں کو جھٹلا کر اور سبائی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر امیر المومنین معاویہؓ اور امیر یزیدؒ پر اعتراض کرتے ہیں، وہ انصاف اور بزرگان اسلام کی عزت کا خون کر رہے ہیں۔

کیا امیر یزیدؒ کے ولیعہد مقرر ہونے پر قوم میں کوئی تحریک یا بغاوت ہوئی

آجکل کے کچھ لوگ جو اپنے آپ کو نعوذ باللہ صحابہ کرامؓ سے زیادہ عقل مند اور صاحب الرائے سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیدنا امیر معاویہؓ نے کیوں امیر المومنین یزیدؒ کو خلافت کے لئے نامزد کیا، یہ انتخاب بالکل غلط تھا اور یہ اصول کے خلاف ہے کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو۔ سیدنا امیر معاویہؓ نے یزیدؒ کو خلافت کیلئے نامزد کر کے سخت غلطی کی، تو کیا ایسے لوگ ایمانداری سے بتا سکتے ہیں کہ وہ کون

کون سے بزرگ تھے جنہوں نے اس انتخاب کے خلاف جو بقول سبائیوں کے ناجائز تھا۔ اس ظلم کو مٹانے کے لئے جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کے سر تھوپا جا رہا تھا۔ علم بغاوت بلند کیا، اور عام مسلمانوں کو سمجھایا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب کچھ غلط ہو رہا ہے، اس لئے اس کو اہل حق کو کسی صورت میں بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ اس وقت تو آنحضور صلعم کی بابرکت صحبت میں بیٹھنے والے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور ہماری محترم مائیں امہات المومنین رضی اللہ عنہم بھی ابھی دنیا میں تشریف فرما تھیں، جو دین حق کی ترجمان کی حیثیت رکھتی تھیں اور صحابہ کرامؓ بھی دین حق کے خلاف کوئی بات سننے اور دیکھنے کو تیار نہ تھے جس طرح کہ سیدنا علیؓ کی بیعت کے وقت بعض صحابہؓ نے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ پہلے قصاص اور پھر بیعت لو۔ لہذا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ جن کے سپرد اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلعم کی معرفت غلط کاموں کو روکنے کا فرض عائد کیا ہوا تھا۔ اور اسلام نام ہی ظلم سے روکنے اور نیکی کی طرف بلانے کا ہے۔ تو اگر امیر کا انتخاب ناجائز تھا۔ تو شمع نبوت کے پروانوں نے کیوں اس کو قبول کیا، کیوں خاموش رہے۔ کیوں نہ اپنی جانوں پر کھیل کر "حق" کا بول بالا کیا۔ آخر وہ کیا وجہ تھی جو ان حق پر مر مٹنے والوں کو حق بات کہنے سے روک رہی تھی۔ وہ کیوں نہیں ظاہر کی جاتی۔ ہمیں صاف صاف بتایا جائے کہ اس "ناجائز" کام کو روکنے کے لئے کہاں کہاں خانہ جنگی اور بغاوت ہوئی۔ اگر نہیں ہوئی، اور یقیناً نہیں ہوئی تو پھر یہ کون سا اصول ہے کہ اکثریت کے اس فیصلے کو (بقول ابن خلدون) جس مجمع میں یہ مسئلہ ولیعہدی کا انتخاب طے پایا، اس میں وہ سب صحابہؓ موجود تھے۔

جو شیخین سے بیعت کر چکے تھے۔ کسی نے بھی اس مسئلہ ولیعہدی پر اعتراض نہیں کیا۔ یہ اصول تو ناقابل انکار ہے کہ اجماع جو شرعی مسائل کے طے کرنے میں حجت ہے یعنی اجماع کی شرعی حجت کو تو ٹھکرا دیا جاتے اور سیدنا علیؓ کی خلافت کو جس پر تمام صحابہ کرامؓ کا ایک دن بھی مکمل طور پر اتفاق نہیں ہوا۔ خلافت حقہ تسلیم کر لیا جائے اور پھر سیدنا حسنؓ جن کی بیعت فقط کوفہ والوں ہی نے کی، اور انہیں خلیفہ بنا لیا گیا۔ اور باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو سکنے کی مثال قائم کر دی گئی۔ وہ بھی بغیر انتخاب اور بغیر صحابہ کرامؓ کی مرضی کے، بلکہ باقی تمام مسلمانوں کے مشورہ اور مرضی کے بغیر کو محض عقیدت کی بنا پر خلیفہ تسلیم کر لیا جاتے اور یہاں وہ تمام صحابہ کرامؓ جو شیخینؓ سے بیعت کر چکے تھے۔ متفق ہوں۔ لیکن سیدنا حسینؓ کی عقیدت میں حقیقت یعنی اجماع شرعی مسائل کے لئے حجت ہی سے انکار کر دیا جائے اور پھر دعویٰ یہ ہو کہ ہم صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

لہٰذا ہم صحابہ کرامؓ کے شیدائیوں سے دریافت کرتے ہیں کہ ہمیں صاف صاف بتایا جائے کہ امیر المومنین یزید کا خلافت کے لئے نامزد کیا جانا اگر ناجائز تھا تو مسلمانوں نے اس ظلم کے خلاف سلطنت اسلامی میں کہاں کہاں بغاوت کی۔ اور اس خانہ جنگی میں کتنے ہزار مسلمان مارے گئے۔ برخلاف اس کے اہل علم جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور دوسرے نیک مسلمانوں کا امیر المومنین یزید سے تعاون، اسلامی فتوحات اور تبلیغ اسلام کا باعث ہوا۔ امیر کے عہد خلافت میں ملک فتح ہوتے۔ اور اسلام دنیا میں پھیلا، جس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مزید عزت عنایت فرمائی۔ اور اہل حق کا بول بالا ہوا۔ انہیں فتوحات کی

خوشی میں ڈاکٹر محمد اقبالؒ مرحوم اپنے سابقوں (اسلاف) کا نام فخریہ طور پر لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

؎ دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

علامہ صاحب اپنی قوم کو بتا رہے ہیں کہ یہ ہیں وہ لوگ جن کی وجہ سے ہم دنیا کی اقوام میں افضل و برتر کہلا سکتے ہیں۔ اور ان ہی کی تگ و دو اور سعی و کاوش سے آج ہم زندہ ہیں۔ اقوام عالم میں ممتاز اور سرفراز ہیں۔ جنہوں نے تمام شیطانی طاقتوں کو ہمیشہ کے لئے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روند کر نیست و نابود کر دیا تھا۔ اور خداوند عالم کے دین کو تمام دنیا پر غالب کرنے کے لئے آگے بڑھے بحرِ ظلمات ان کی راہ میں حائل ہوئے۔ تو انہوں نے بلا خوف و خطر اپنے گھوڑے سمندر کی بپھری ہوئی لہروں سے لڑنے اور ان پر فتح حاصل کرنے کے لئے سمندر میں ڈال دیئے اور وہ دن آئے کہ انہوں نے بری و بحری تمام راستوں کو روند ڈالا۔ تاریخ جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑانے والے کون تھے۔ جن پر علامہ اقبال مرحوم نے ناز کیا ہے۔ آج اس پاکباز ہستی کو سبائیوں نے کذب اور اسلام دشمنی کے پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں۔ کہ سبائی و کوفی پروپیگنڈے نے حقائق پر پردہ پوشی کر کے دنیا کو حقیقت سے کوسوں دور اور بے خبر کر رکھا ہے۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑانے کا سہرا امیر المومنین یزیدؓ کے سر پر ہے۔ جن کو لوگ کوفیوں کے بہکانے سے بعض اوقات اسلام سے بھی خارج کر دیتے ہیں

امیر یزیدؓ کے سر پر اس لئے کہ عقبہ بن نافعؓ کو سیدنا معاویہؓ نے فوج کی سرداری سے معزول کر دیا تھا لیکن امیر المومنین یزیدؓ نے اپنے عہد میں آپ کو بحال کر دیا تھا۔ اور آپ پر اعتماد کرتے ہوئے مغربی مہم پر بھیج دیا تھا۔ اور امیر کی خلافت میں امیر کے مقرر کردہ سالار نے تمام ممالک مراکش کو زیر کرتے ہوئے سمندر میں گھوڑا ڈال کر ثابت کر دیا تھا کہ امیر یزیدؓ نے مجھ پر جو اعتماد کیا تھا وہ صحیح اور حق تھا اہل بصیرت جانتے ہیں کہ کسی کام کی بنیاد رکھنے والے پر ہی اس کام کی کامیابی کا سہرا ہوتا ہے جیسا کہ رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قیصر کسریٰ کی چابیاں مجھے عطا فرما دیں ہیں۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ قیصر کسریٰ سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں فتح ہوا۔ اور آنحضور صلعم کے صحابی فاروق اعظمؓ کے ہاتھ میں چابیاں آنے کا مطلب دراصل یہ ہے کہ آنحضور صلعم کے ہاتھ میں قیصر و کسریٰ کی چابیاں آئیں اور آنحضور کی یہ بشارت حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس اصول انسانیت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔

وشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

کا سہرا امیر المومنین یزیدؓ کے سر ہے۔ کیوں کہ یہ مہم آپ ہی کی خلافت، آپ ہی کی خواہش اور آپ ہی کے مقرر کردہ جرنیل کے ہاتھوں سے سرانجام پائی تھی۔

امیر المومنین یزیدؓ کا عہد سیدنا علیؓ کے تو نہ تر عہد کے مقابلہ میں پر امن تھا

امیر المومنین یزید کی مدت خلافت تقریباً پونے چار سال ہے جس میں حادثہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سوا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ حادثہ کربلا کو خانہ جنگی یا بغاوت

کسی صورت بھی نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی شرارت کا نتیجہ تھا۔ ان ظالموں نے سیدنا حسینؓ کو فریب سے کوفہ بلایا۔ جب آپ چل آئے تو ان بدفطرت لوگوں نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلا۔ اور سیدنا علیؓ کی طرح آپ کے بھی دشمن بن گئے۔ حکومت وقت کے کارندے کو دیکھ کر ان فریبیوں نے تقیہ کا لباس اتار کر حسینؓ کو کربلا میں گھیر لیا۔ جب آپ کو کوفی اصل رنگ میں نظر آئے تو آپ جس ارادے سے کوفہ آئے تھے۔ اس سے دست بردار ہو کر تین مطالبات پیش کئے۔ واپس جانے کا۔ یا کسی سرحد پر جہاد میں شریک ہونے کا۔ یا امیر المومنین یزیدؒ کے پاس جانے کا۔ لیکن ان کوفیوں نے آپ کا ایک بھی مطالبہ پورا نہ ہونے دیا۔ برخلاف اس کے ان کوفیوں نے اشتعال سے جو آپ کو ہلکہ مہتے سا تھ لا رہے تھے جو انہوں نے مسلم کے بھائیوں اور بیٹوں کو دلایا۔ مسلم کے بھائیوں نے اصول اسلام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلم کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکومت کے دستے پر حملہ کر دیا۔ لہٰذا ان کی ناعاقبت اندیشی سے یہ حزن انگیز حادثہ پیش آیا۔

جب سیدنا حسینؓ جھگڑے سے قبل ہی اپنے ارادہ سے دست بردار ہو کر امیر کے پاس جانے کا اظہار کر چکے تھے تو پھر اس حادثہ کو خانہ جنگی یا بغاوت کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ یہ تو کوفی سبائیوں کی یک طرفہ کارروائی تھی جس کی بنیاد محض اسلام میں تفرقہ ڈالنا تھا۔

رہا واقعہ حرہ تو اس میں کوئی بھی ذمہ دار بزرگ شامل نہ تھا۔ سیدنا علیؓ کے خاندان سے ایک فرد بھی اس کی تائید میں نہ نکلا۔ اور نہ ہی کوئی بنی عباسؓ اور نہ ہی

کوئی فاروقی وہاشمی اس فتنہ میں مبتلا ہوا۔ طبقات ابن سعد جیسی مستند کتاب میں سیدنا حسینؓ کے پوتے امام محمد باقر کی روایت موجود ہے۔

محمد باقر سے روایت ہے کہ یحییٰ بن شہر نے ابو جعفر (امام باقر) سے واقعہ حرّہ کے متعلق دریافت کیا کہ ان کے گھرانے کا کوئی شخص لڑنے نکلا تو امام باقرؒ نے فرمایا کہ نہ خاندان ابوطالب میں سے نکلا تھا اور نہ ہی عبدالمطلب (یعنی بنی ہاشم) کے گھرانے سے کوئی فرد لڑنے نکلا، سب اپنے گھروں میں گوشہ گیر رہے۔"

(طبقات ابن سعد)

عبداللہ بن زبیرؓ کے دعویٰ خلافت کی تائید میں مختار ثقفی جیسا سیاسی قسمت آزما کوفہ سے مدینہ منورہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے پہنچ گیا تھا۔ یہ وہی منافق شخص ہے جو مسلم بن عقیل کو اپنے گھر کوفہ بلا کر پہلے ان کی بیعت کرتا ہے اور پھر اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں اس کے ایک معتقد خورشید احمد فاروقی دہلوی جنہوں نے اس کی تعریف میں ایک کتاب "قرن اول کا مدبر" لکھ کر اس منافق کی خوب تعریف کی ہے۔ دہلوی صاحب لکھتے ہیں: "مختار کے دل کی امنگ پینسٹھ ۶۵ سال کی عمر تک بھی پوری نہ ہوئی، تاہم وہ خاموش اور چوکنا حالات کا مطالعہ کرتا رہا، اور ان منصوبوں کو پختہ کرتا رہا جن پر موقعہ ملنے کی صورت میں اسکو اپنی حکومت اور پالیسی کی عمارت اٹھانا تھی۔ یہ موقعہ اس کو ۶۱ھ کے بعد میسر آیا حضرت حسینؓ کے قتل کربلا کے بعد کوفہ میں ایسا ماحول پیدا ہو گیا جس میں وہ ابھرنے کی امنگوں کو پروان چڑھا سکتا تھا" (ص ۲ قرن اول کا مدبر طبع دہلی)

باوجود اس ظالم کی تمام کوششوں کے مدینہ منورہ میں اسے منہ کی کھانی پڑی ہی چند دن

کی شورش کے بعد آخر کار اس منافق کو فرار ہونا پڑا۔ اس کے اٹھاتے ہوئے ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جانی نقصان ہوا۔ بقول جلال الدین سیوطی کے "کل تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرہ میں مارے گئے"۔ اہل نظر اچھی طرح جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر کے چند ہزار لوگوں کی شرارت کو بغاوت یا خانہ جنگی کا نام ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔ ان دونوں حادثوں میں زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب قریب مسلمان کام آئے۔ جب کہ بخلاف اس کے آنحضور صلعم سے فیض یافتہ بزرگ سیدنا علیؓ جن کا خود اپنا بیان ہے کہ۔ میں وحی رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ (ص ۱۵ نہج البلاغہ طبع لاہور)

ان کی پانچسالہ خلافت میں آپس کی خانہ جنگیوں میں ساڑھے بچاسی ہزار نیک ترین انسانوں کو بے دریغ بے دردی سے مولی گاجر کی طرح کاٹ دیا گیا۔ اور تبلیغ اسلام و فتوحات کا کام خانہ جنگی کی نظر ہو چکا تھا۔ دشمنان اسلام کے حوصلے اتنے بڑھ گئے تھے کہ وہ اسلام کو نیچا دکھانے کی تدبیریں سوچنے لگے تھے۔ سیدنا علیؓ کی پانچ سالہ خلافت اور امیر المومنین یزیدؒ کی پونے چار سالہ خلافت کا مقابلہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے دیانتداری سے بلا انصاف سے فیصلہ کیا جائے۔ تو ہر عقلمند انسان کو اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ آنحضرت کے نیک ترین ساتھیوں نے سیدنا علیؓ کی خلافت میں خانہ جنگی اور تباہی کو مدنظر رکھتے ہوئے امیر یزیدؒ کو خلافت کے لئے نامزد کر کے جو امیر پر اعتماد اور بھروسہ کیا اور امیدیں باندھی تھیں۔ بزرگوں کا یہ فیصلہ صحیح اور درست ثابت ہوا۔ امیر المومنین یزیدؒ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے

صحابہ کرامؓ کے خیال اور اعتماد کو چار چاند لگا دیتے تھے۔

امیر المومنین یزیدؒ کے عہد میں خدمت اسلام کا سلسلہ جاری رہا

آپ کے عہد خلافت میں اتنے بڑے ملک سے سیدنا معاویہؓ کے زمانہ خلافت کی طرح ٹیکس اور محاصل جمع ہو کر دار الحکومت دمشق پہنچ رہے تھے۔ سارے کے سارے کام اور ملکی انتظام باقاعدگی سے چل رہے تھے۔ تبلیغ دین اور فتوحات کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔ اور تمام حقداروں، مہاجروں و انصار کے علاوہ خاندان نبوت کے ہر فرد کو وظیفے اور عطیے ملتے رہے۔ بلکہ خاندان نبوت سے خاص طور پر امتیازی سلوک کیا جاتا رہا۔ جیسا کہ سیدنا امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت سے چلا آ رہا تھا۔ جس کو ایک شیعہ عالم اس طرح بیان کرتا ہے "اور امیر معاویہؓ دنیا میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دس دس لاکھ درہم عطا کئے۔ اور ان کے فرزند یزیدؒ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ان عطیات کو دگنا کیا۔" (صفحہ ۸۲۳ جلد ۲ شرح ابن ابی الحدید)

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگر امیر یزیدؒ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص تھا تو وظیفے پانے والے بزرگوں کی پوزیشن کیا تھی۔ کیوں یہ بزرگ ایک فاسق کے ہاتھ سے وظیفے پا پا کر اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ بھر رہے تھے۔ کیا اہل بصیرت نہیں جانتے کہ چور کا مال کھانے والے اور چور کی شہادت دینے والے، اور چور کو پناہ دینے والے کون ہوتے ہیں۔ ان حالات میں سبائیوں کی ہاں میں ملانے والوں سے ہم اپیل کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرو، کیوں سبائی پروپیگنڈا

کا شکار ہو کر صحابہؓ کے مسلک کو چھوڑ کر اپنا نقصان کر رہے ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ امیر المومنین یزیدؓ نے شروع ہی سے جہادوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جن کی شہادتیں پیش کی جا رہی ہیں۔ آنحضور صلعم کے ارشاد کے مطابق تمام آنے والے انسانوں سے نیک ترین انسانوں نے آپ سے تعاون فرمایا جسکا نتیجہ اہل نظر کے سامنے ہے۔ جیسا کہ آپ کے عہد میں اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور اسلام کامیابی سے دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔ اور یہی اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی تھی۔ آپ کے عہد کی فتوحات نے ثابت کیا کہ امیر المومنین یزیدؓ دین حق کو دنیا میں پھیلانے میں پورے پورے حصہ دار ہیں۔ اور اصول اسلام کے مطابق "حق کا بول بالا کرنے والے ہی فلاح پانے والے ہیں" (سورۃ توبہ)

امیر المومنین یزیدؓ کے عہد کی گرانقدر فتوحات

یہاں بہتر ہوگا کہ قارئین کرام کو امیر المومنین یزیدؓ کے عہد خلافت کی فتوحات سے بھی تھوڑا بہت تعارف کروا دیا جائے جو تاریخ اسلام میں موجود ہے۔

سمرقند کی فتح

مسلم بن زیاد بارہ ہزار فوج لے کر سمرقند کی طرف روانہ ہوئے۔ ترکوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ نہایت گھمسان کا معرکہ ہوا۔ ترکوں نے شکست کھائی۔ اور بھاگ کر سمرقند کے قلعہ میں محصور ہو گئے۔ مسلم بن زیاد بھی پیچھے سے پیچھے آئے اور آکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور چند روز کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح کر کے ترکوں کو بے دخل کر دیا۔ ترک وہاں سے بھاگ کر خوارزم میں جمع ہو گئے۔

خوارزم کی فتح

مسلم بن زیاد سمرقند میں اپنا ایک نائب مقرر کر کے خوارزم کی طرف بڑھے ترکوں نے قرب و جوار کے علاقہ سے زبردست جمعیت فراہم کر لی۔ مسلم بن زیاد کے پاس ان سے چوتھائی حصہ جمعیت بھی نہ تھی۔ انہوں نے ایک شب کو اس وقت ترکوں پر شبخون مارا جبکہ وہ محو استراحت تھے، ہزاروں ترک مارے گئے۔ جو باقی بچے وہ بھاگ گئے۔

(تاریخ اسلام صادق حسین صہ ۱۰۷ جلد ۲)۔

مراکش کی فتح

امیر المومنین یزیدؓ نے اپنے عہد خلافت میں جناب عقبہ بن نافعؓ کو بحال کر کے اور افریقہ کی سپہ سالاری پر فائز کر کے اس ملک کی طرف روانہ کیا۔ اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ ۶۲ھ میں عقبہ بن نافعؓ نے قیس بلوی کو مختصر فوج کے ساتھ قیروان کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر خود مجاہدین کا لشکر لے کر مغرب کی جانب روانہ ہوئے شہر باغانہ پر رومی لشکر سے مقابلہ ہوا۔ سخت لڑائی کے بعد رومی فرار ہو گئے پھر شہر اربہ پر رومیوں نے دوبارہ سخت مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں بھی ان کو شکست ہزیمت ہوئی۔ مسلمانوں کی فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر رومیوں نے بربریوں کو جو ابھی عیسائی بھی نہ تھے، اپنے ساتھ ملا لیا اور مسلمانوں کی تھوڑی سی فوج اور جمعیت کے مقابلہ میں رومیوں اور بربریوں کی افواج کثیر نے میدان جنگ میں قدم جمائے۔ خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح کامل حاصل ہوئی۔ مقابلے میں رومی گورنر نے اپنے آپ کو عقبہ بن نافعؓ کے حوالے کر دیا۔ عقبہ نے اس کو آزاد کر دیا۔ اور شہر طنجہ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا

بغیر آگے بڑھے ۔ تمام ممالک (مراکش کو) فتح کرتے ہوئے بحرِ ظلمات یعنی بحرِ اطلانٹک کے ساحل تک پہنچ گئے ۔ ساحل سمندر پر پہنچ کر عقبہ نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال کر، اللہ کے ہاں یوں عرض گذار ہوا۔ یا الٰہی! یہ سمندر اگر میرے راستے میں حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک زمین ملتی ہیں تیری راہ میں جہاد کرتا ہوا چلا جاتا۔ (صہ ۱۹۱ جلد ۲ تاریخ اسلام اکبر شاہ طبع کراچی)

بعض مسلمان مورخ اور کذب بیانی

صحابہ کرامؓ کی محبت کا دم بھرنے اور اپنے آپ کو حق کا نقیب سمجھنے والے بعض مسلمان مورخین جنہوں نے سبائی پروپیگنڈے اور اندھی عقیدت کا شکار ہو کر انصاف کا ستیاناس کر کے رکھ دیا ہے، اور انہوں نے سیدنا حسینؓ کی عقیدت میں جھوٹ بولنے اور لکھنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں صاف صاف حکم فرما دیا ہے کہ "جنت فقط سچ بولنے والوں کے لئے ہے" اور پھر عام قانون کے مطابق بھی جو شخص جھوٹ بولتا یا لکھتا ہے۔ اسکی شہادت قبول کرنا سچائی کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ یہ مورخین اندھی عقیدت کا شکار ہو کر عقل جیسی قیمتی چیز کو بھی کھو بیٹھے ہیں۔ ہم بہت بڑے تین مورخوں کے واضح جھوٹ اہل نظر کے سامنے پیش کر کے فیصلہ اہل حق پر چھوڑتے ہیں۔ اہل بصیرت فیصلہ کریں کہ جب اتنے بڑے عالم عقیدت کے گرداب میں پھنس کر جھوٹ بولنے سے گریز نہیں کر سکے تو حقیقت جھوٹ کے پردوں میں کیوں نہ روپوش ہوتی چلی جائے جناب ابن خلدون کے متعلق تو آگے چل کر دوسری جگہ کچھ عرض کیا جائیگا۔

یہاں جناب جلال الدین صاحب سیوطی اور اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی کے جھوٹ ملاحظہ فرمادیں۔ ارباب علم غور فرمادیں کہ جناب اکبر شاہ صاحب پر سیدنا حسینؓ کی عقیدت کس قدر مسلط ہے۔ کہ جناب کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ انہوں نے صہ ۹۱ پر کیا لکھا ہے اور اب صہ ۹۲ پر کیا لکھ رہے ہیں۔

لکھتے ہیں

"یزیدؒ کی سلطنت تقریباً پونے چار سال رہی۔ اس کے دورِ حکومت میں مسلمانوں کو کوئی فتح و کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ امیر معاویہؓ کی بیس سالہ حکومت کے بعد اندرونی جھگڑوں اور بیرونی اقوام کی طرف سے غافل ہونے کا زمانہ شروع ہو گیا"

(صہ ۹۲ جلد ۲ تاریخ اسلام اکبر شاہ)

اہل نظر دیکھ لیا یہ ہیں ہمارے عالم تاریخ اسلام کے مصنفین خوب غور فرمادیں کہ صہ ۹۱ پر آپ لکھتے ہیں کہ امیر کے مقرر کردہ جرنیل جناب عقبہؒ نے تمام ملک مراکش کو فتح کر کے سمندر میں گھوڑا ڈال دیا۔ لیکن عقیدت کا نشہ ہو کر جناب نے صہ ۹۲ پر فتوحات ہی سے انکار کر دیا۔ اکبر شاہ صاحب نے غالباً صہ ۹۱ قتل حسینؓ سے پہلے لکھا تھا اور صہ ۹۲ آپ نے قتل حسینؓ کے بعد لکھا ہے۔ عزیزو! یہ تو ہیں اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی۔ اب آپ جلال الدین سیوطی صاحب کی گوہر افشانی ملاحظہ فرمادیں۔ سیوطی اپنی کتاب "تاریخ الخلفاء" میں واقعہ حرہ کے بارے میں۔

لکھتے ہیں

واقعہ حرہ جانتے ہو کیا تھا۔ اس کی کیفیت حسن اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ سے کوئی شخص ایسا نہیں رہا

تھا۔ جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ ہزار ہا صحابہؓ کرام شہید ہوئے۔ (سیوطی کے مطابق دوسرے لوگ قتل ہونے والے لاکھوں ہوں گے۔ کیونکہ صحابہؓ اس وقت خال خال تھے اور جب خال خال لوگ ہزار ہا قتل ہوئے تو باقی لوگ جو عام تھے وہ تو لاکھوں کی تعداد میں قتل ہوئے ہوں گے)

(ص ۲۲۵ تاریخ الخلفاء سیوطی)

ارباب بصیرت! ص ۲۲۵ بار بار غور سے دیکھیں۔ سیوطی صاحب لکھتے ہیں کہ ہزار ہا صحابہ کرامؓ شہید کر دیئے گئے لیکن ص ۲۲۶ پر سیوطی صاحب خود ہی اسکی تردید کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ ص ۲۲۵ میں نے عقیدت کا شکار ہو کر لکھا تھا اور ص ۲۲۶ دیانتداری سے لکھ رہا ہوں۔

لکھتے ہیں "واقعہ حرہ یعنی واقعہ مدینہ منورہ میں کل تین سو ساٹھ (۳۶۰) قریش مہاجرین اور انصار (سب ملاکر) شہید ہوئے۔

(ص ۲۲۶ تاریخ الخلفاء سیوطی طبع کراچی)

اہل نظر! یہ ہیں ہمارے اسلامی مؤرخ جن کو سیدنا حسینؓ کی عقیدت میں یہ تک یاد نہیں کہ ہم نے پچھلے صفحہ پر کیا لکھا ہے اور اب کیا لکھ رہے ہیں۔ لہذا اہل حق کا فرض ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مسلک کے خلاف اس سبائی پروپیگنڈے سے بچیں۔ اور ہر خبر کو ذہن نشین کرتے وقت دیانتداری انصاف اور کتاب و سنت کو مدنظر رکھیں۔

امیر المومنین یزیدؓ خلافت کے صحیح حقدار تھے | ہر باپ اپنی اولاد کی بہتری چاہتا ہے

لیکن دنیا میں بہت کم والدین ایسے ہوں گے جو اپنی اولاد کی خیر خواہی میں انصاف اور اسلام کے تقاضوں کو پیش نظر رکھیں۔ سیدنا امیر معاویہؓ نے اگر اپنے بیٹے یزیدؒ کو عالم اسلام کا خلیفہ بنایا تو انہیں اس عظیم منصب کا اہل سمجھتے ہوئے منتخب کیا۔ چنانچہ ان کے انتخاب کے وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور جو دعا مانگی اس سے ان کی بے غرضی آئینے کی طرح ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ مولوی محمد ظفر ایم۔ اے ایل ایل بی سرگودھا دو پھول میں لکھتے ہیں کہ۔ "اے اللہ پاک اگر میں یزیدؒ کو اس کی لیاقت، اہلیت اور فضیلت کی وجہ سے ولیعہد بنا رہا ہوں تو تو اس کو پورا کر دے اور اس کی مدد فرما۔ اگر میں شفقت پدری سے یہ کام کر رہا ہوں، اور وہ خلافت کا اہل نہیں ہے تو اس کے تخت نشین ہونے سے پہلے ہی اس کی روح قبض کر لے"۔ ابن حجر تطہیر الجنان میں لکھتے ہیں۔ کہ جو کچھ معاویہؓ سے یزیدؒ کے بارے میں ظہور پذیر ہوا ہے اس معاملہ میں ان کے نزدیک یزیدؒ میں کوئی بھی نقص نہ تھا، اور اگر اس میں ذرہ بھر بھی فسق وغیرہ ہوتا تو وہ ہرگز اس کی بیعت نہ لیتے"۔ (ص ۵۵ دو پھول)

اس دعا کو جلال الدین سیوطی اس طرح بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ۔

"عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے ایک دن خطبہ پڑھا تو دعا کی کہ اے اللہ رب العالمین اگر میں یزیدؒ کو اس کی لیاقت کی وجہ سے ولیعہد بنا رہا ہوں تو تو مجھ کو میری امید میں کامیاب کر اور اگر میں محض شفقت پدری کی وجہ سے اس بات پر مائل ہوا ہوں اور حقیقت میں یزیدؒ قابل خلافت نہیں تو تو اس کے تخت نشین ہونے سے پہلے ہی اسکی جان قبض کر لے"۔ (ص ۲۶۰ تاریخ الخلفاء)

مورخ اسلام علامہ ذہبیؒ نے طبقات المشاہیر ص ۹۲ پر اور حافظ ابن کثیر نے ص ۸۰ جلد ۸ پر البدایہ والنہایہ میں بھی یہ دعا نقل کی ہے۔

باب سوم

یزید رضی اللہ تعالےٰ عنہ

خدا اور نبیؐ پہ جو ایمان لائے
جہادوں میں جو اپنے جوہر دکھائے

جسے ابن عباسؓ اچھا بتائے
عمرؓ کا پسر جس کو بھاتی بنائے

برا ایسے بندے کو جو بھی کہے گا
وبال اس پہ کہنے کا لازم پڑے گا

کیئے حج ادا تھے امامت میں جسکی
لڑے راہ حق میں قیادت میں جسکی

ملی دیں کو وسعت خلافت میں جسکی
نہیں شک ذرہ بھر شرافت میں جسکی

بڑا نیک اور نیک بختوں کا جایا
ہے رحمتؐ نے مغفور جس کو بتایا

نمازیں پڑھی تھیں امامت میں جسکی
جسے ابن جعفرؓ نے دل سے دعا دی

کریں بیعت جسکی جناب علیؓ[1] بھی
محمدؒ علیؓ کا پسر[2] اور ولی بھی

عیاں ہو رہی ہے اسی سے حقیقت
ذرا غور فرمادیں اہل بصیرت

۱؎ سیدنا علی (زین العابدین) ابن سیدنا حسینؓ ۲؎ جناب محمد (ابن حنفیہ) ابن سیدنا علیؓ

امیر المومنین یزیدؒ کے محاسن

(۱) امیر المومنین یزیدؒ سیدنا ابو سفیانؓ کے پوتے اور کاتب وحی صحابیؓ رسول پاکؐ سیدنا معاویہؓ کے فرزند ارجمند، ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ کے بھتیجے تھے اس لئے آنحضور صلعم کے خاص رشتہ دار ہوئے۔ اور آنحضور صلعم کے فرمان کے مطابق آنحضرتؐ کے رشتہ داروں کا لحاظ لازمی اور ضروری ہے۔

(۲) امیر یزیدؒ مسلمان تھے اور مسلمان ہونیکی حیثیت سے آپ نے جہادوں میں حصہ لیا۔ اور جہاد کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت اچھے وعدے فرمائے ہوئے ہیں، اور سورۃ الحجرات میں فرمایا، کہ جہاد کرنے والوں کے گناہ معاف کر دوں گا۔ اور انعامات سے نوازوں گا۔ پھر کسی دوسرے کو کیا حق ہے کہ خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل دے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر میری امت کی جو پہلی فوج جہاد کریگی وہ مغفور ہے۔ امیر یزید رحؒ اس خروج کے سالار تھے۔ اس لئے آپ پیدائشی جنتی ہیں۔ اور جنتی پر حرف گیری کرنا گناہ ہے۔

(۴) تمام صحابہ کرامؓ جو اس وقت دنیا میں حیات تھے، سب نے امیر سے خلافت کی بیعت کی، اور امیر کو امیر المومنین کے لقب سے یاد فرمایا، امیر کے پیچھے نمازیں پڑھیں، مناسک حج ادا کئے، خطبات سنے، ہر طرح سے امیر کے ساتھ تعاون فرمایا۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے امیر کے ماتحت جہاد کئے۔

لہذا امیر المومنین یزیدؒ وہ خوش قسمت انسان ہیں کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک ادنیٰ غلام ہونے کی حیثیت کے باوجود بھی اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک ایسی صفت سے نوازا جس پر آپ بجا طور پر فخر کرنے میں حق بجانب ہیں، یہ کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے نائبوں کے دست حق پر خلافت کی بیعت کر کے ان کو اپنا امیر وامام تسلیم کرنے والوں میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو ان بزرگوں سے کسی طور بھی افضل ہو۔ لیکن امیر المومنین یزیدؒ کی بیعت کر کے آپ کو اپنا امیر وامام تسلیم کرنے والوں میں بہت ہی بلند مقام رکھنے والی اکثر ذیشان ہستیاں موجود تھیں۔ لہذا ان حالات کے ہوتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی محبت کا دم بھرنے والوں کو شرم محسوس کرنی چاہیے کہ وہ کم از کم صحابہ کرامؓ ہی کی وجہ سے امیر المومنین یزیدؒ کی شان میں گستاخیاں نہ کریں۔

(۵) امیر المومنین یزیدؒ دین حق کے خادم اور امت مسلمہ کے خلیفہ بنے اور لوگوں پر خدا کے حکموں کو نافذ کیا، دنیا کی اصلاح میں حصہ لیا۔ اور اسلام کو دنیا میں پھیلایا۔ گویا اللہ کے بندوں کو فیض پہنچایا۔ اسلامی سرحدوں کو وسیع کیا۔ لہذا قرآن کریم کے اصول کے مطابق فلاح ونجات پانے والے وہی لوگ ہیں جو حق کا بول بالا کرتے ہیں۔ رہا کربلا کے مظالم اور بداعمالیوں کا معاملہ تو یہ کوئی تفرقہ بازوں کی افسانہ تراشی ہے۔

(۶) امیر یزیدؒ کو اس وقت کے تمام مسلمان معہ تمام صحابہ کرامؓ اور سیدنا حسینؓ کے (سوائے سبائیوں کے) نیک اور دیندار سمجھتے تھے۔ اگر امیر میں کسی قسم کی کوئی بھی خرابی ہوتی تو صحابہ کرامؓ کی شان کے خلاف تھا کہ آپ ایسے آدمی

کے ساتھ تعاون کرتے۔ لہذا امیر کے سچا ہونے کا ثبوت یہی کافی ہے اور سیدنا حسینؓ کا بیعت سے انکار کرنا اسلئے تھا کہ آپ اپنے آپکو امیر سے بہتر سمجھ کر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے جس کا ثبوت کتاب ہذا میں کافی سے زیادہ پہنچا دیا گیا ہے۔ لہذا یہ اصول اسلام کے خلاف ہے کہ کسی ایک نیک ہستی کے ذاتی خیالات اور رائے کو جمہور امت کے خلاف دین کا مقام دیدیا جائے۔

(۷) سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے سیدنا ابن عباسؓ کی موجودگی میں حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ سے فرمایا تھا۔ کہ تم دونوں (ابن زبیرؓ اور سیدنا حسینؓ) خدا سے ڈرو اور مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالو۔ یعنی امیر یزید کی بیعت کر لو، اگر امیر میں کوئی خرابی ہوتی تو اول یہ دونوں بزرگ آنحضور صلعم کے صحبت یافتہ کبھی بھی امیر کے حق میں تبلیغ نہ کرتے۔ دوم ابن زبیرؓ اور سیدنا حسینؓ جن کو خدا سے ڈرایا۔ اور تفرقہ باز کہا جا رہا ہے۔ اگر امیر یزیدؒ میں کوئی خرابی ہوتی تو اسے ضرور ظاہر کرتے ان دونوں بزرگوں کا شروع سے لے کر آخر تک امیرالمومنین یزیدؒ کے اخلاق وغیرہ کے متعلق ایک لفظ بھی اپنی زبانوں سے نہ کہنا، اس سے زیادہ امیر کی شرافت اور صلاحیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ لہذا ہمارا دعوای ہے کہ سیدنا حسینؓ یا کسی دوسرے ذمہ دار بزرگ کی زبان سے ایک لفظ بھی امیر کے کریکٹر کے متعلق غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

(۸) سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ یزیدؒ اپنے خاندان میں صالح فرزند ہیں۔ اس خاندان میں جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ

کے مقابلہ میں عزت دی۔ یعنی جو کعبۃ اللہ میں داخل ہوا اس کو بھی امان اور جو ابوسفیانؓ کے گھر داخل ہوا اس کو بھی امان۔ اور اس خاندان میں جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرا کلام لکھنے والے نیکوکار ہیں، یعنی سیدنا معاویہؓ کاتب وحی۔ اور اس خاندان میں جس میں ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہم جیسی پاک ہستی پیدا ہوئیں۔ اور اس خاندان میں جس میں سیدنا یزیدؓ بن ابوسفیانؓ فاتح شام جیسے بہادر ترین اور خداوند کریم کے پسندیدہ انسان پیدا ہوئے۔

(۹) سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؓ حادثہ کربلا کے تین سال بعد اپنے بھائیوں بیٹوں اور باقی دوستوں و رشتہ داروں کو تو چھوڑنے کو تیار ہیں لیکن امیر یزیدؓ کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ (بخاری شریف)

(۱۰) سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ آنحضورؐ کے منہ بولے بیٹے امیر کو فرماتے ہیں کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اور اپنی لخت جگر کا امیر سے نکاح کر دیتے ہیں۔ اللہ اکبر! جس شخص کو سیدنا عبداللہؓ اس قدر عزیز سمجھیں، اس کے خلاف کچھ کہنے والا کس طرح صحابہ کرامؓ کا دوست ہو سکتا ہے۔ یزید کے خلاف کچھ کہنا ابن جعفرؓ کے مسلک اور ایمان پر حملہ اور تنقیص کے مترادف ہے۔

(۱۱) سیدنا محمد بن علیؓ (ابن حنفیہ) امیر کے نیک اور دین دار ہونے کی شہادت دیتے ہیں، فرماتے ہیں۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں، قیام کرتا ہوں، میں نے ان کو نیک کاموں میں سرگرم، نماز کی پابندی کرنے والا

اور سنت نبوی کا شیدائی پایا ہے۔ (حافظ ابن کثیر) اب اگر امیر کو برا کہا جاتے، تو محمد بن علیؓ کی تکذیب ہوتی ہے۔ اگر محمد بن علیؓ کو حق پر سمجھنا ہے تو امیر کو بڑے متقی پر سمجھنا ہوگا، ورنہ ابن حنیفہ کی پوزیشن کے داغدار ہونے کا خدشہ ہے۔

(۱۲) سیدنا زین العابدینؒ امیر سے خلافت کی بیعت کرتے ہیں، اور کربلا کے حادثہ کے تین سال بعد فرماتے ہیں۔ کہ اے اللہ امیر المومنین یزیدؒ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور ان کو جزائے خیر عنایت فرما۔ اب اگر امیر نقص دار ہیں تو یاد رکھئے سیدنا زین العابدینؒ کی پوزیشن کسی طرح بھی ٹھیک نہیں مانی جا سکتی۔ کیونکہ جو شخص ایک ایسے رذیل آدمی سے دنیاوی فوائد حاصل کرتا ہے، اسکی تعریفیں کرتا ہے۔ اس کے لئے دعائیں مانگتا ہے، کیونکر حق پر ہو سکتا ہے۔

(۱۳) سیدنا حسینؓ کے قتل سے امیر المومنین یزیدؒ بالکل پاک ہیں۔ آپ کے قاتل کوفی تفرقہ باز ہیں جنہوں نے آپ کو دھوکے سے بلایا۔ اور خود ہی دونوں طرف ہو کر آپ کو ختم کر دیا جسکا ثبوت سیدنا زین العابدینؒ کے عمل سے بخوبی مل سکتا ہے، کہ آپ نے اپنے باپ کے قاتل کوفیوں کو ساری عمر منہ تک نہیں لگایا اور امیر المومنین یزیدؒ سے ہر قسم کے تعلقات استوار رکھے اور حجتہ الاسلام امام غزالیؒ بھی ہماری شہادت دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ امیر یزید نے قتل حسینؓ کا حکم دیا یا قتل آپ کی مرضی سے ہوا۔ یا امیر قتل حسینؓ سے خوش ہوتے تو جاننا چاہئے کہ ایسا شخص پرلے درجے کا احمق ہے، اور امیر مومن تھے جو ہماری ہر دعا میں شامل ہیں۔ (وفیات الاعیان ابن خلکان) امیر کو برا کہنا امام غزالی کو بھی برا کہنے کے مترادف ہے۔

(۱۴) سیدنا علیؓ، سیدنا حسینؓ، سیدہ زینبؓ، آپ کی ہمشیرہ سیدہ فاطمہؓ ہمشیرہ دوم ام کلثوم، آپ کی بیٹی، سیدنا زین العابدینؒ، اور آپ کے باقی تمام بھائی اور رشتہ دار بلکہ اس وقت کے تمام مسلمان، تمام صحابہ کرامؓ کوفیوں ہی کو قتل حسینؓ کا ذمہ دار ٹھہراتے اور سمجھتے ہیں۔ اسلئے جو شخص بھی ان بزرگوں کے خیالات کے خلاف رائے قائم کرتا ہے۔ وہ قرآن کریم کے اصول کے مطابق مجرم ہے۔ کیوں کہ اس نے غلط شہادت دے کر قرآن کریم کے خلاف کیا جو بہت بڑا جرم ہے۔

(۱۵) امیر المومنین یزیدؒ کو اس حادثہ کی خبر ملی تو آپ نے بیحد افسوس کیا اور ابن زیاد کو برا کہا۔ حرم محترم کو اپنے گھر میں اپنے گھر کے فرد سمجھتے ہوئے ٹھہرایا۔ اور جب تک وہ دمشق میں رہے ان کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتے اور سیدنا زین العابدینؒ کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے ہوئے جب تک وہ دمشق میں رہے اپنے ساتھ کھانا کھلاتے رہے اور تمام اہل علیؓ کو اپنے گھر کے فرد سمجھتے ہوئے دامے درمے مدد کی اور نہایت حفاظت سے مدینہ منورہ پہنچایا۔ یہ تمام باتیں ہم نے شیعہ کتب سے بوضاحت آپ حضرات کے سامنے پیش کر دی ہیں، جن کو جھٹلانا ناممکن ہے۔

امیر المومنین یزیدؒ کے خصائل دشمنوں کی نظر میں

یہ ٹھیک ہے کہ ہر انسان کو ہر حالت میں انصاف، اصولِ انسانیت کو کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ چاہے بات اسکے ماں باپ اور اپنی ذات کے بھی کیوں نہ خلاف ہو۔ لیکن دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہو۔ باقی

تمام کے تمام لوگ جب کبھی کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو اپنی عقیدت و رشتہ داری اور دوست داری میں انصاف سے کہیں دور چلے جاتے ہیں۔ اسلئے اب سوائے اس کے چارہ نہیں کہ شہادت کے لئے غیر جانب داری کو ترجیح دی جائے تاکہ جہاں تک ہو سکے جانب داری سے دور ہوتے ہوئے انصاف کا تقاضا پورا کیا جائے اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ دیکھا جائے کہ غیر جانبدار بلکہ وہ لوگ جن کو امیر کے آباؤ اجداد اور آپ نے دنیا سے نیست و نابود کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ اس قوم کے مورخ آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک یہودی مورخ پروفیسر ہٹی کی کتاب تاریخ عرب انگریزی طبع لنڈن سے یہ فقرے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۰ اعلیٰ تعلیم و تربیت

(۱) اس زمانہ میں باقاعدہ تعلیم کا انتظام نہیں تھا پہلے پہل اموی شہزادوں کے لئے بادیہ یا دوسرے لفظوں میں "شام کا صحرا" ایک قسم کے سکول کا کام دیتا تھا جس میں وہ اپنے بچوں کو خالص عربی زبان اور شاعری میں مہارت پیدا کرنے کے لئے بھیجتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے اور ولیعہد یزیدؒ کو بھی یہاں بھیجا تھا۔ لوگ اس شخص کو تعلیم یافتہ کہتے تھے جو اپنی قومی زبان میں لکھ پڑھ سکے تیر اور کمان چلا سکے، اور تیرنا جانتا ہو۔ ایسے شخص کو وہ "الکامل" کہتے تھے۔ (تاریخ عرب انگریزی ہٹی صـ۲۵۲)

دوسرا عیسائی مورخ لکھتا ہے

وہ یزید حد درجہ حلیم و کریم، سنجیدہ و متین۔ غرور و خود بینی سے مبرا، اپنی زیر دست رعایا کے محبوب۔ ترک و احتشام شاہی سے متنفر۔ عام شہریوں کی طرح سادہ زندگی بسر کرنے والے۔ اور مہذب انسان تھے۔ (صـ۱۱۶۳ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

مورخ اسلام امام ذہبی اور حافظ ابن کثیر بھی اس سلسلہ میں امیر المومنین یزیدؒ کی اس طرح تعریف کرتے ہوئے

لکھتے ہیں

امیر یزیدؒ کی ذات میں بہت ہی اچھی خصلتیں، حلم و کرم، فصاحت و شعر گوئی اور شجاعت و بہادری کی تھیں نیز حکومت کے معاملات میں بہت ہی عمدہ رائے رکھتے تھے۔ اور وہ خوبصورت خوش سیرت تھے۔

(ص ۹۴ جلد ۳ تاریخ اسلام ذہبی) (ص ۲۲۰ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

امارت حج اور امیر یزیدؒ

امیر المومنین یزیدؒ نے امارت حج کے فرائض تین سال لگاتار ادا فرماتے، خود حج ادا کئے اور تمام مسلمانوں کو حج کراتے۔ ان میں وہ بزرگ بھی تھے جو بعد آنے والے تمام انسانوں سے بزرگ تھے۔ اور ان میں صحابہ کرامؓ سے بھی افضل ہستیاں یعنی تمام مومنوں کی مائیں (امہات المومنینؓ) بھی شامل تھیں۔ آپ نے ان سالوں میں امارت حج کے فرائض انجام ادا کئے۔ ۵۱ھ، ۵۲ھ، ۵۳ھ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ امیر المومنین یزیدؒ نے تین سال خود بھی حج کئے اور لوگوں کو بھی حج کراتے یعنی امیر حج رہے۔

"لوگوں کو یزید بن معاویہؓ نے ۵۱ھ، ۵۲ھ، ۵۳ھ میں حج کرایا۔ یعنی امیر حج کے فرائض انجام دیئے" (ص ۲۲۹ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

زمانہ حال کے مورخ صادق حسین بھی لکھتے ہیں، کہ امیر المومنین دو سال امیر حج بھی رہے ہیں۔ ایک یا دو سال یزیدؒ امیر حج بھی رہے ہیں۔ (ص ۵۰ جلد ۲ تاریخ اسلام صادق حسین) مورخ اسلام ذہبیؒ بھی بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین یزیدؒ نے لوگوں کو تین سال حج کرایا، اور خود کیا۔

"تین سال یزیدؓ بن معاویہؓ نے امیر حج کی حیثیت سے حج کیا اور لوگوں کو بھی حج کرایا"

(طبقات المشاہیر والاعلام و تاریخ الاسلام امام ذہبی صہ ۹۱ جلد ۲)

شیعہ مورخ طبری نے بھی ۵۱ھ میں امیر المومنین یزیدؓ کے امیر حج ہونیکا اعتراف کیا ہے۔

(صہ ۱۶۱ جلد ۶ طبری طبع مصر)۔

امیر حج کا منصب جلیل

مذہبی اور سیاسی دونوں پہلوؤں سے امیر حج کا منصب بہت ہی جلیل و افضل ہے۔

۹ھ فتح مکہ کے بعد یہ منصب جلیل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یار غار قریبی دوست سیدنا ابوبکر صدیق اکبرؓ کے سپرد کیا اور ۱۰ھ کو آنحضور صلعم خود اپنی حیات طیبہ کا پہلا اور آخری حج ادا کرنے تشریف لے گئے۔ اور اس حج میں آپؐ خود ہی امیر حج تھے۔ اسی حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ آپؐ کے سفر عقبیٰ کے بعد خلفائے راشدین آپؐ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تقریباً ہر سال حج کرنے خود تشریف لے جاتے اور خود ہی امیر حج ہوتے۔ یا کبھی اپنے دوستوں میں سے تقویٰ کے لحاظ سے جس کو افضل سمجھتے انکو امیر حج بنا کر بھیجتے جس طرح سیدنا عثمان غنیؓ نے محاصرہ مدینہ کے وقت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔

امیر حج کے فرائض

اہل علم جانتے ہیں کہ تمام اسلامی ممالک سے جو مسلمان حج کرنے آتے۔ وہ اپنے امیروں سے خطبوں میں ہدایات اور تصانیح سنتے اور فیض عام حاصل کرتے، اور ساتھ ساتھ وقتی ضرورتوں کے لئے بھی ہدایتیں حاصل کرتے۔ اور امیر حج بھی تمام مسلمانوں سے ملتے اور ان کی شکایتیں سنتے اور ان کو رفع کرنے کی سعی کرتے۔ ہر حالت میں امارت حج کا منصب بہت

ہی بڑا اور بہت ہی جلیل منصب ہے۔ ایسا منصب جلیل! نیک اور انصاف پسند لوگ کسی حالت میں بھی نااہل قسم کے لوگوں کے سپرد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ امارت حج کوئی معمولی فریضہ نہیں جس کو ہر کوئی نباہ سکے، بلکہ حضورؐ کی سنت کے پابند امام کی قیادت میں حق کے پرستاروں کا اپنے مالک کے حضور میں حاضر ہو کر اپنی سچی محبت اور حقیقی عقیدت کا ثبوت بہم پہنچانا ہے۔ اور یہ سب کچھ آنحضور صلعم کی سنت کے مطابق سرانجام دینا ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضور صلعم کی حیات طیبہ میں دو مرتبہ اس پہ عمل ہوا۔ ایک دفعہ آنحضورؐ نے اپنے بعد تمام مومنوں سے نیک انسان کی امارت میں اور دوسری دفعہ خود رحمت اللعالمین صلعم نے اپنی سرکردگی میں یہ فریضہ حج سرانجام دیا تھا۔ اب اگر اس سنت کے خلاف کسی نااہل شخص کو امیر حج بنایا جاتا تو آنحضور صلعم کے حرم محترم امہات المومنین رضی اللہ عنہم اور آپ کے جلیل القدر صحابہ کرامؓ پہ بہت بڑا ظلم تھا۔ اور پھر یہ پاک ہستیاں جن کے متعلق خود مالک یہ فرماتا ہے کہ "میرے نبی کے ساتھی نافرمانوں پہ نہایت ہی سخت ہیں" اور امہات المومنینؓ جن کو خالق نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ "لوگوں سے صاف صاف بات کیا کرو پھر پردہ کرے جس کے دل میں کھوٹ ہو" (قرآن حکیم) تو پھر یہ بزرگ ہستیاں جو دین کا عکس تھیں۔ کسی نااہل کو کس طرح اپنا امیر برداشت کر سکتی تھیں۔ اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جہاں دنیا کے بڑے بڑے مدبر اور ارباب حل و عقد اور اصحاب دانش جمع ہوں تو ان کی سرکردگی ان کی راہبری اور ان کی قیادت کرنے والا جو انسان ہو گا۔ وہ علم و فضل اور دانش و حکمت میں کسی طرح بھی ان سے کم نہیں ہو سکتا۔ اگر کم ہو تو ان تمام

لوگوں کی توہین ہے۔ اور پھر جب نمائندگی بھی روحانی، اخلاقی اور مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے متعلق ہو تو اگر امام ہی نااہل قسم کا انسان ہو تو پھر ان تمام لوگوں کے ایمان کی پوزیشن کیا ہوگی۔ اگر ایسے لوگ اپنا امیر و امام بدکردار کو بھی چن لیا کرتے تھے تو پھر امام سے پہلے خود ایسے لوگوں کی عقل و دیانت اور ایمان کا ماتم کرنا چاہیے۔ اللہ اکبر یہ ان لوگوں کا ایمان ہے جو ان بزرگ ہستیوں کے احترام کو تو اپنے ایمان کا جزو سمجھتے ہیں لیکن خود ان کے ایمان کو اتنا کمزور خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک بدکردار کو اپنا امام و امیر تسلیم کر لیتے تھے۔ خدا کی شان کہ دنیائے اسلام کے نیک اور بہادر انسان اور تمام دنیا سے محترم نیک اور نڈر مائیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ یہ تمام کی تمام نیک ترین ہستیاں جب اپنے مالک حقیقی کے حضور میں حاضر ہوتی ہیں۔ تو ان کا امیر و امام یعنی اس مقدس وفد کا لیڈر اور ترجمان، نعوذ باللہ ایک فاجر و فاسق، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاکؐ کے حکموں کو خاطر میں نہ لانے والا انسان ہو۔ خوب! مالک حقیقی کو خوش کرنے کا یہی ایک اصول باقی تھا۔ استغفر اللہ یہ ہیں مسلمانوں کے اس گروہ کے خیالات جو دنیا کی رہبری کا دم بھرتا ہے۔

جہاد اور اسلام

اہل ایمان حضرات اب امیر المومنین یزیدؒ کی شان میں وہ زریں اقوال ملاحظہ فرماویں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاکؐ و صحابہ کرامؓ و بزرگان دین کے علاوہ غیر مسلم اہل قلم و دانش حضرات نے بیان کئے ہیں۔ اور پھر ان کی روشنی میں سبائی پروپیگنڈے پر غور فرماویں۔ اور انصاف سے فیصلہ کریں۔ اور دیکھیں کہ حقیقت کو کس طرح تقیہ کے غلافوں میں لپیٹ کر قوم کو صحابہ کرامؓ کے مسلک صحیح سے ہٹا کر عبداللہ بن سبا کے بچھائے ہوئے جال میں پھنسانے کی کوشش کی جا رہی ہیں۔

قرآن حکیم اور مجاہدوں کی شان

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(۱) ترجمہ۔ اور جو کوئی لڑے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (اور وہ مارا جائے) یا غالب آئے تو اسے ہم بہت زیادہ اجر دیں گے۔ (نساء۔ آیت ۷۴) ۝

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَّكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(۲) ترجمہ۔ اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر اپنی جان اور مال سے جہاد کرنے والوں کو درجے میں فضیلت بخشی ہے، اگرچہ سب سے اللہ نے بہتر وعدہ کیا ہے۔ لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے خدا نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت بخشی ہے۔ (نساء۔ آیت ۹۵)

(۳) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

ترجمہ۔ بیشک اللہ ان کو دوست رکھتا ہے جو اسکے راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (صف آیت ۴)

(۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ۔ اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے: (یہ کہ) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ (تو پھر کیا ہوگا) اللہ تمہارے گناہ بخش دیگا اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا، جس میں نہریں بہ رہی ہونگی۔ اور (تم رہو گے) پاکیزہ مکانات میں ہمیشہ رہنے والے باغوں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے (الصف آیت ۱۰ تا ۱۲)

(۵) لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ۔ لیکن رسولؐ اور جو لوگ انکے ساتھ ایمان لاتے ہیں (اور) وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے ہیں اور انہیں کے لئے ہیں بھلائیاں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (سورۃ توبہ آیت ۸۸)

مجاہدوں کے متعلق سرکار دو عالم صلعم کے ارشادات

(۱) سیدنا ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں، تو حضور صلعم نے فرمایا کہ وہ مسلمان جو اپنی جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے (بخاری شریف پارہ ۱۱ کتاب الجہاد)

(۲) سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اسکی مثال مثل اس شخص کے ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات بھر نماز پڑھتا ہو۔ اور اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کے لئے اس بات کی ذمہ داری لی ہے کہ اسے جنت

میں داخل کریگا۔ (بخاری پارہ ۱۱ باب الجہاد)

(۳) سیدنا ابو عبسؓ جن کا نام عبدالرحمٰن بن جبر ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے دونوں پیر خدا کی راہ جہاد میں غبار آلود ہو جائیں اس کو آگ مس نہ کریگی۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۱ باب الجہاد)

(۴) سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ضامن ہوا اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جو نکلا راہ اس کی میں (یعنی جہاد میں) نہیں نکالا اسکو مگر میرے ساتھ ایمان لانے نے اور رسولوں کی تصدیق نے یہ کہ اللہ واپس کریگا اسکو ثواب اور غنیمت سے، اور داخل کریگا اسکو جنت میں۔ (مشکوٰۃ)

برادران ملت! یہ ہیں جہاد کرنے والوں کے لئے رب العزت اور اس کے حبیب پاکؐ کے طلبشارات عالیہ، اہل علم جانتے ہیں کہ امیر المؤمنین یزیدؒ نے جہادوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جان بازی کے ایسے ایسے مظاہرے کئے کہ دشمنوں کو بسا اوقات قلعہ بند ہونا پڑا۔ جسکا ذکر آئندہ صفحات میں مفصل آئے گا۔ ان باتوں کو یعنی امیر یزیدؒ کے جہادوں میں کارہائے نمایاں دکھانے کو دنیا کی کوئی طاقت جھٹلا نہیں سکتی۔ اب خدا مالک نے امیر یزیدؒ اور باقی جہاد کرنے والوں کے ساتھ تو یہ وعدے فرمائے ہیں۔ کہ تم جیسے جہاد کرنے والوں کو میری طرف سے اجر عظیم۔ بزرگی، ثواب، نجات بخشش اور مہربانی سے جنت عنایت ہوگی، اور جو گناہ تم سے سرزد ہوتے ہوں گے وہ جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے معاف کردوں گا۔ اور اللہ مالک کی بات بدلی بھی نہیں جاسکتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ کا بہت ہی سچا ہے، اور وہ اپنے وعدے سے بھی زیادہ عطا، بخشش کرنے والا ہے، وہ ایک کے بدلے سات سو گنا بلکہ اس سے

بھی زیادہ دینے والا ہے۔ یہ سب کچھ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اب وہ لوگ جو امیر یزیدؒ کو برا کہتے ہیں، ان قرآنی آیات اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ایک ایک لفظ کو اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں، اور غور فرمائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ بھی آپ کی طرح متعصب ہے۔ (معاذ اللہ) جو امیر یزید سے بخل سے کام لے گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جو بھی جہاد کرتا ہے اس کے ساتھ نیک وعدے کئے ہیں۔ تو پھر ہم اور آپ اللہ تعالیٰ کے امور میں دخل دینے والے کون ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ سے آگاہ کر دیا ہے کہ میرے یہ حکم اور وعدے امیر یزیدؒ کے لئے نہیں۔ اور یہی تعالیٰ ان آیات میں فلاں فلاں انسانوں کو مخاطب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے کہ بدگمانی سے بچو، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان کی آبرو پر حملہ کرنے والے پر خدا کی لعنت اسکے فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت۔ ایسے شخص کی کوئی فرضی اور نفلی عبادت قبول نہیں کی جائیگی (یہ روایت سیدنا علیؓ نے بیان فرمائی ہے، بخاری فضائل مدینہ پارہ ۷) یہ حدیث دوسری جگہ درج ہو چکی ہے۔

برادران ملت! خدارا غور فرمائیں۔ بعض لوگ سبائیوں کے بہکاتے میں آکر اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ امیر مسلمان تھے، آنحضور صلعم کے نزدیکی رشتہ دار تھے اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے آپ سے خلافت کی بیعت کی تھی لہذا صحابہؓ کے امیر کی شان میں گستاخیاں کر کے کیوں اس حدیث کی زد میں آتے ہو، اور اپنا ہی نقصان کرتے ہو، یہ کہاں کی عقل مندی ہے دوسروں کو برا

کہنے کی تو کوئی بھی مذہب اجازت نہیں دیتا۔ سوائے سبائیوں کے۔

امیر المومنین سیدنا یزیدؓ مجاہد اور پید ائشی جنتی ہیں

حدیث مغفور سیدنا انس بن مالکؓ اپنی خالہ ام حرامؓ بنت ملحان سے روایت کرتے ہیں، کہ وہ کہتی ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سو رہے تھے آپؐ مسکراتے ہوئے بیدار ہوتے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں مسکراتے ہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا، پہلا لشکر میری امت سے جو بحری جہاد کریگا، اس کے لئے جنت واجب ہوگی، ام حرامؓ نے کہا میں ان سے ہوں یا رسول اللہ صلعم، تو فرمایا ہاں تو بھی ان سے ہے۔ اور پھر آپؐ دوبارہ سو گئے، پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوتے تو پھر ام حرامؓ نے عرض کی کیا بات ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آنحضور صلعم نے فرمایا کہ پہلی فوج میری امت کی جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کریگی ان کے لئے مغفرت ہے۔ میں نے عرض کی میں ان میں سے ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا نہیں تو ان میں سے نہیں۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۱ باب الجہاد)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا تمام کا تمام لشکر جنتی ہے۔ جس نے جان کی بازی لگا کر اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کی جدوجہد کی۔ اور اس فوج کے سب سے بڑے بزرگ ابو ایوب انصاریؓ سے لیکر سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ، سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ سیدنا حسینؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے علاوہ فوج کے گھوڑوں کے سائیس بھی

اسی طرح جنتی ہیں، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کی بیوی جنتی ہے، اس حدیث کی رو سے بعد میں آنے والے بڑے سے بڑے عالم دین اور بڑے سے بڑے عبادت گذار، متقی الحاج۔ اور بڑے سے بڑے پرہیزگاروں کے متعلق تو وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس پاک فوج کے سب سے بڑے بزرگ سیدنا ایوب انصاریؓ سے لیکر عام سپاہی تک سب کے سب جنتی ہیں، اس لئے کہ یہ مغفور اس پاک زبان سے نکلا ہوا ہے جس زبان مبارک سے قرآن کریم کا ایک ایک لفظ نکلا ہوا ہے۔ جس طرح قرآن کریم کے ایک لفظ کو جھٹلانے والا کافر ہے، اسی طرح آنحضور صلعم کی زبان مبارک یعنی پاک زبان سے پاک مغفور کو جھٹلانے والا بھی کافر ہے، کیونکہ آنحضور صلعم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ پہلے ہی لوح محفوظ پر نقش ہوتے ہیں اور مالک حقیقی کا ارشاد گرامی ہے کہ میرا نبی اپنی مرضی سے نہیں بولتا، یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت آنحضور صلعم کی زبان مبارک سے ادا کرائی جاتی تھی۔ اس ارشاد خداوندی سے ثابت ہوا کہ مسلمان اس وقت تک مسلمان کہلا ہی نہیں سکتا جب تک کہ اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں آنحضور صلعم کو اپنا رہنما تسلیم نہ کر لے۔ جس طرح قرآن حکیم کے ہر حکم پر عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح آپ کے ہر ارشاد گرامی پر ایمان لانا بھی لازمی اور ضروری ہے کیونکہ نبی اللہ جو بھی خبر دیتا ہے وہ نبی کی صداقت کی کسوٹی ہوتی ہے۔ اگر خبر غلط ہو تو خبر لانے والے کی تکذیب بھی لازمی ہے۔ اسلئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مغفور کے مطابق امیر المومنین یزیدؓ پیدائشی جنتی ہیں۔

پر وہ مغفور ہے جس کا اعلان کرتے وقت آپ نہایت ہی خوشی کا اظہار فرما رہے
تھے۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین یزیدؒ کے بہادرانہ حملوں اور اپنے
میزبان سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کی قبر کے متعلق قیصر روم کو (بقول خود شیعہ مورخ للکارنا)
"اگر تم نے ہمارے رسول پاکؐ کے صحابیؓ کی قبر کو توڑا پھوڑا تو یاد رکھو میں
سرزمین عرب میں نہ کوئی گرجا کھڑا رہنے دوں گا اور نہ کسی عیسائی کو زندہ چھوڑوں گا۔
(ص ۲۶۱ جلد ۱ کتاب دوم ناسخ التواریخ) یہ سب کچھ دیکھ دیکھ کر اور مسکرا مسکرا کر
یعنی نہایت ہی خوش ہو ہو کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ میرے لائے
ہوئے اسلام کو بلند کرنے والا یہ لشکر جنتی ہے۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ کی عدالت
سے امیر کے جنتی ہونے کا اعلان ہو چکا، پھر اس پہ حاشیہ آرائی کرنے والے
تو لائق عتاب ہو سکتے ہیں مگر اس پاک فوج کے پاک کمانڈر امیر یزیدؒ ضرور
داخل جنت ہوں گے۔ رہا یہ کہ جو لوگ سبائی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر
امیر المومنین یزیدؒ کو اس بشارت سے خارج کرتے ہیں، دراصل ایسے لوگ
غلط نظریے کا شکار ہو چکے ہیں اگر عقل سلیم سے کام لے کر اس حدیث پاک پر
غور کیا جائے تو حقیقت روز روشن کی طرح واضح طور پر نظر آجاتی ہے یہ
کہ جو پاک ہستی بشارت سناتے وقت یہ تو بتا سکتی تھی۔ اے ام حرامؓ تم
اس بشارت میں نہیں ہو۔ اس پاک ہستی نے اس پاک فوج کے اس کمانڈر
کو نہ دیکھا ہوگا جو اس پاک فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ جب کہ بغیر امیر کے
فوج نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے، گویا فوج کا سر یعنی امیر فوج تو آنحضور صلعم
کو نظر نہ آیا تا کہ بقول سبائیوں کے اس فاسق کے متعلق بھی فرما سکتے کہ یہ

بھی فلاں وجہ سے اس بشارت سے خارج ہے۔ جب خالق کائنات اپنے حبیبؐ کو یہ تو دکھا سکتا ہے کہ ایک عورت ام حرامؓ اس پاک فوج میں نہیں ہے۔ تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ فوج کا امیر جس کے بغیر فوج افواج کہلا ہی نہیں سکتی نہ دکھایا ہو۔ اللہ پاک کی پاک مشیت اور پاک زبانؐ، پاک بشارت کے مطابق پاک فوج لیکن اس پاک فوج کی قیادت کرنے والا معاذاللہ ثم معاذاللہ، اللہ تعالیٰ کے پاس نیک اور صالح انسان نہ رہا تھا جو اللہ تعالیٰ نے بقول سبائیوں کے ایک فاجر و فاسق کو اس پاک فوج کا کمانڈر بنا دیا تھا۔ در اصل یہ لوگ امیر المومنین یزیدؒ کو اس حدیث مغفور سے خارج نہیں کر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم، حکم اور انتخاب کو جھٹلا کر اپنے اعمال نامے سیاہ کر رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ چاہیں تو ذیل کے واقعہ سے سبق حاصل کر کے تائب ہو سکتے ہیں۔ لیکن قانون قدرت یہ ہے کہ ہدایت اور نصیحت صاحب عقل ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ (قرآن حکیم)

بدری اور قسطنطنیہ کے مغفور

بخاری کتاب المغازی میں روایت ہے کہ بدری صحابیؓ سیدنا حاطب بن بلتعہؓ کی لغزش کے باوجود بھی حضور صلعم نے فرمایا تھا۔ اے عمرؓ دیکھا جائے یہ بدری ہے اب یہ جو کچھ بھی کرے اسکو معاف ہے کیوں کہ اس کو مغفور کہہ دیا گیا ہے۔ امیر یزیدؒ کو جو لوگ حدیث مغفرت سے خارج کرتے ہیں کیا بتا سکتے ہیں کہ بدری صحابہؓ کی مغفرت کی بشارت کس پاک زبان سے عطا ہوئی تھی اور قسطنطنیہ کے لئے پہلی فوج کی مغفرت کے

الفاظ کس پاک زبان سے نکلے تھے۔ اگر جواب یہ ہے کہ دونوں جگہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی پاکؐ کی زبان اقدس سے جنت کی نوید جانفزا سنائی گئی تھی (اس لئے کہ زبان مبارک سے جو مالک حقیقی کے حکم کے بغیر نہیں بولتی) تو تو بدر میں اللہ تعالیٰ نے بدریوں کو یہ پیغام سنایا تھا کہ تم جنتی ہو اور یہ ہی قسطنطنیہ کی فوج کو آنحضور صلعم کے سفر آخرت کے بعد آپ کے کسی جانشین نے فرمایا تھا کہ یہ فوج مغفور ہے۔ لہٰذا جب یہ دونوں بشارتیں مغفور اللہ تعالیٰ کی مرضی سے بیان کی گئیں تھیں پھر یاد رکھیں کہ جو لوگ اپنی منطق عقل اور زبان کی ریتی سے اس حدیث مغفور کو رگڑ کر اپنی مرضی کے مطابق بنانا چاہتے ہیں۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔

متعدد علماء سیدنا امیر معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؒ کی فضیلت کے قائل ہیں

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس آدمی نے مدینہ قیصر پر حملہ کیا تھا۔ وہ یزید بن معاویہ تھے اور ان کے ساتھ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ کی جماعت بھی تھی۔ مثلاً ابن عباسؓ ابن عمرؓ ابن زبیرؓ حضرت ابوایوب انصاریؓ اور حضرت حسینؓ وغیرہ تھے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ تو ۵۲ھ میں وہیں فوت ہوئے تھے۔ (حاشیہ صحیح بخاری پارہ ۱۱ قتال الروم) محدث المہلبؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث امیر معاویہؓ کی فضیلت میں ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے انہوں نے ہی بحری جہاد کیا تھا۔ اور ان کے بیٹے کی فضیلت میں ہے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے مدینہ قیصر پر جہاد کیا تھا۔ (حاشیہ بخاری شریف) حضرت امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ جب یزیدؒ نے اپنے باپ معاویہؓ کے زمانہ میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تو اس کی فوج میں حضرت ابوایوب

انصاریؓ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شریک تھے۔ یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی فوج تھی جسنے قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔ اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک نے فرمایا سب سے پہلی جو فوج میری امت کی قسطنطنیہ پر حملہ کرے گی اس کی مغفرت ہے۔ (صہ ۲۸ حسن و یزید ابن تیمیہ طبع کلکتہ اور منہاج السنہ ابن تیمیہ جلد ۲ ص ۲۴۵)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کہ امام حسینؓ ہر سال امیر معاویہؓ کے پاس جاتے تھے وہ ان کو عطیے دیتے اکرام کرتے حسینؓ اس فوج میں شامل تھے جسنے امیر معاویہؓ کے بیٹے یزیدؒ کی معیت میں قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا (البدایہ والنہایہ ص۱۵۱ جلد ۸ دوسری جگہ ابن کثیر اس طرح لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ یزیدؒ بن معاویہؓ کے لشکر میں شامل تھے جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا۔ آپ نے معاملات کی وصیت بھی یزیدؒ ہی کو کی تھی۔ اور یزیدؒ ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ (ص ۵۸ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

عربوں نے امیر المومنین یزیدؒ کو بہادر ترین عرب کا خطاب دیا

مشہور غیر جانبدار اور اسلامی تاریخ کا ماہر مورخ پروفیسر فلپ کے ہتی۔ طبری اور ابن سعد وغیرہ کے حوالوں سے لکھتے ہیں کہ امیر یزیدؒ ایک بہادر ترین اور عالی حوصلہ انسان تھے جنہوں نے قسطنطنیہ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر عربوں کے دل جیت لئے تھے اور عربوں نے خوش ہو کر آپ کو فتی العرب کے خطاب سے نوازا تھا اور اسلام میں آپ پہلے شخص ہیں جن کو مسلمانوں نے بہادر ترین عرب کا خطاب دیا تھا۔ لکھتے ہیں کہ مجموعی طور پر چار مہمات نمایاں ہیں۔ جو قسطنطنیہ تک پہنچی۔ پہلے تین امویوں کے دور حکومت میں۔ حضرت معاویہؓ اور سلیمان نے بھیجیں۔ ان جہاد

میں ۲ دفعہ نے حقیقی معنوں میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ ایک امیر یزیدؒ کی سرکردگی ۴۹ھ میں اور دوسرا مسلمہ کی سرکردگی ۹۸ھ میں ص ۲۹۹ دوسری جگہ یہی صاحب اس طرح لکھتے ہیں۔ روایت ہے کہ اس معرکہ قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے یزیدؒ نے اپنی بہادری اور عالی حوصلگی کے وہ جوہر دکھائے جس کی وجہ سے اسے "فتی العرب" کا خطاب دیا گیا۔ ص ۲۰۱ پر آگے چلکر مزید لکھتے ہیں۔ یزید بن حضرت معاویہؓ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے "فتی العرب" یعنی بہادر ترین عرب کا خطاب جیتا۔ (ص ۲۸۱ تاریخ عرب انگریزی طبع لندن) مشہور شیعہ مورخ طبری نے بھی امیر المومنین یزیدؒ کے جہاد قسطنطنیہ کا اقرار کیا ہے۔ لکھتا ہے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات اسی سال ہوئی جس سال یزیدؒ بن معاویہؓ اپنے والد کے زمانہ خلافت میں قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔

(ص ۱۶ جلد ۱۳ طبری طبع مصر)

عرب مورخ امیر المومنین یزیدؒ کے جہاد کے متعلق رطب اللسان ہیں

صاحب عقد العزید لکھتے ہیں کہ جب یزیدؒ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وصیت کے مطابق آپ کی میت کو قسطنطنیہ کے قلعہ کے پاس دفن کیا تو قیصر روم نے امیر یزیدؒ کی طرف پیغام بھیجا کہ تم کیا کر رہے ہو جو ہم دیکھ رہے ہیں!! امیر یزیدؒ نے جواب دیا کہ یہ ہمارے نبیؐ کے صحابیؓ کا جنازہ ہے اور انہوں نے خواہش کی تھی کہ مجھے اس ملک کے اندر لے جا کر دفن کرنا، ہم ان کی وصیت کی تعمیل کر رہے ہیں، اگر تم نے مزاحمت کی تو پھر بھی ہم ان کو ضرور دفن کریں گے خواہ ہم کو اپنی جانیں بھی کیوں نہ دینی پڑیں۔" (ص ۳۲ ۱۳ جلد ۳ عقد الفرید طبع مصر)

یہ بھی روایت ہے کہ امیر المومنین یزیدؒ کی یہ بات شکر قیصر روم کے منہ سے یہ خباثت آمیز الفاظ نکلے کہ تم لوگ جب یہاں سے واپس جاؤ گے تو ہم لاش کو نکال کر کتوں کے آگے ڈال دیں گے۔ میزبان رسول مقبول صلعم اور جلیل القدر صحابیٔ رسول پاکؐ کی نعش کی بے حرمتی کے متعلق امیر المومنین یزید کی دینی و ملی حمیت کو قیصر کے یہ خباثت آمیز الفاظ سننے اور برداشت کرنے کی کہاں تاب تھی بجلی کی طرح رومیوں کے لشکر کی طرف بڑھے، اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرہ کی گونج سے ایسا شدید حملہ کیا کہ رومیوں کو قلعہ بند ہونا پڑا۔ آغانی جیسا شیعہ مولف بھی مانتا ہے کہ امیر یزیدؒ صاحب حرب اور بہادر تھے۔

لکھتا ہے | پھر یزیدؒ نے فوج کو ادھر اُدھر پھیر کر رومیوں پر حملہ کیا، یہاں تک کہ رومیوں کو شکست دے کر شہر کے اندر محصور کر دیا۔ اور قسطنطنیہ کے قلعہ کے دروازے کو لوہے کے گرز سے جو ان کے ہاتھ میں تھی ضربیں لگائیں ان کی وجہ سے دروازہ جگہ جگہ سے پھٹ گیا۔ (جلد ۱۶ ص ۳۳ آغانی)

قسطنطنیہ کے دروازے پر امیر المومنین یزیدؒ کے حملہ کی تائید حافظ ابن کثیرؒ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں "ان غازیوں نے جنہوں نے امیر معاویہ کے زمانہ خلافت میں جہاد کیے تھے۔ ان میں ان کے فرزند یزید بھی تھے ان کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی جماعت بھی تھی جو خلیج پار کر کے قسطنطنیہ پہنچے، اور وہاں کے شہریوں سے جنگ کی۔" (ص ۱۳۲ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

امیر یزیدؒ کی شاہ قسطنطنیہ کو زبردست ڈانٹ

رومیوں کا شکست کھا کر قلعہ بند ہو جانے

کے بعد امیر المومنین یزیدؓ نے قیصر روم کو للکارا اور جو کچھ رومیوں کو کہا وہ صاحب عقد الفرید سے سنیں "اگر مجھ کو یہ خبر ملی کہ اس قبر (یعنی سیدنا ابوایوب انصاری کی قبر) کو توڑا پھوڑا یا مثلہ کیا گیا ہے۔ تو یاد رکھو میں ایک نصرانی کو بھی جو سرزمین عرب میں موجود ہوگا، زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اور نہ ہی کسی گرجا گھر کو منہدم کئے بغیر چھوڑونگا (ص ۳۱۳ جلد ۲ عقد الفرید) اور (ص ۲۶۴ جلد ۱ کتاب دوم ناسخ التواریخ و ص ۱۱۶ محرم نامہ)

قیصر روم پر امیر المومنین یزیدؓ کے اس بے باکانہ حملے اور تہدید آمیز کلمات سے کچھ ایسا رعب اور خوف طاری ہوا کہ قیصر نے حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم کھاکر یقین دلایا کہ قبر کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی حفاظت کی جائیگی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ بعد میں قبر پر قبہ بھی بنوا دیا گیا۔ الحمد للہ کہ سیدنا ابوایوب انصاریؓ کی قبر اب تک جوں کی توں موجود ہے۔

مورخ المسعودی اور جہاد قسطنطنیہ

کتاب التنبیہ والاشراف میں لکھا ہے اور اسلامی دور میں اسی ساحلی بحر سے چل کر تین امیر الجیوش اسلامی نے جن کے آبا۔ بادشاہ اور خلفاء تھے۔ قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا۔ ان میں سب سے اول یزید بن معاویہؓ بن ابوسفیانؓ تھے دوسرے مسلمہ بن عبد الملک اور تیسرے ہارون الرشید مہدی تھے"
(ص ۱۴۰ کتاب التنبیہ والاشراف)

ابن خلدون جہاد قسطنطنیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ

چنانچہ یزیدؓ کو ایک جماعت کثیرہ کے

ساتھ جس میں ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابو ایوب انصاریؓ جیسے جلیل القدر لوگ بھی تھے روانہ کیا، ان لوگوں نے میدان جنگ میں پہنچ کر نہایت تیزی اور سختی سے لڑائی شروع کی، بڑے دلیر ہو کر لڑے۔ قسطنطنیہ تک پہنچے رومیوں نے شہر کی دیوار کے نیچے معرکہ آرائی کی۔ انہی معرکوں میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ شہید ہوئے اور قسطنطنیہ کی شہر پناہ کے نیچے دفن کر دیئے گئے۔ یزید اور شامی فوجیں شام کو لوٹ آئیں۔ (کتاب ثانی جلد ۵ تاریخ ابن خلدون ص ۲۴)

(ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۱۴۱)

مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی جہاد امیر المومنین یزیدؒ کے معترف ہیں

متحدہ ہندوستان کے عالم دین محمد قاسم صاحب نانوتوی مدرس اعلیٰ دار العلوم دیوبند بھی تسلیم کرتے ہیں کہ امیر المومنین یزیدؒ جہاد قسطنطنیہ میں امیر کی حیثیت سے شامل تھے اور حدیث مغفرت میں بھی شامل ہیں۔

لکھتے ہیں چنانچہ ام ملحانؓ کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دو مرتبہ سونا اور جاگنا اور ہر بار ہنسنا مشہور بات ہے۔ آپؐ نے ہنسنے کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے اپنی امت کی ایک جماعت کو دیکھا ہے کہ وہ دریا میں جہاد کر رہی ہے۔ جن کے متعلق کہا گیا ہے۔ ملوک علی الاسرۃ او مثل ملوک علی الاسرۃ۔ اس دوسرے خواب کا مصداق یزیدؒ اور اس کے ساتھی ہی نکلے جیسا کہ تاریخ اور احادیث کا مطالعہ رکھنے والے اس سے بے علم نہیں۔

(تحقیق انیق محمد قاسم نانوتوی بجواب حسین و یزید۔ یوسف لدھیانوی)

مولانا بشیر احمد صاحب خطیب جامع پسرور سیالکوٹ اپنی کتاب سوانح حیات سیدنا حسینؓ میں لکھتے ہیں کہ: سیدنا حسنؓ کی شہادت کے بعد سیدنا حسینؓ سیدنا امیر معاویہؓ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ۴۹ھ یا ۵۱ھ میں مسلمانوں نے یزید بن معاویہؒ کی زیر کمان لشکر کشی کی۔ یزید تابڑ توڑ حملے کرتا قسطنطنیہ تک جا پہنچا۔ اس لشکر میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابن زبیرؓ، ابو ایوب انصاریؓ، اور حضرت حسینؓ[1] جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے۔ (ص ۴۸ سوانح حیات سیدنا حسینؓ)

شیعہ مورخ بھی امیر المومنین یزیدؒ کے جہاد قسطنطنیہ میں مرد میدان کا معترف ہے

صاحب ناسخ التواریخ زیر عنوان فتح قسطنطنیہ وفات سیدنا ابو ایوب انصاریؓ اس طرح لکھتا ہے "اس سال امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو قسطنطنیہ کی فتح پر مقرر کیا اور اس جنگ کے لئے جتنا لشکر درکار تھا دیکر روانہ کیا۔ ابو ایوب انصاریؓ کو جیسا کہ ذکر مذکور ہوا وہیں دفن کیا گیا تھا۔ لشکر اسلام عیسائیوں کے ساتھ مقاتلہ کر کے جب واپس ہونے لگا۔ تو یزیدؒ نے باآواز بلند انصاریؓ باشندگان قسطنطنیہ کو خطاب کر کے کہا۔ اے قسطنطنیہ والو! یہ شخص ہمارے نبی صلعم کے اصحاب کبار سے ہے ہم نے ان کو یہاں دفن کیا ہے۔ جہاں کہ تم جانتے ہو۔ قسم ہے خدا کی اگر تم نے اس قبر سے کچھ تعرض کیا تو ملک اسلام میں جسقدر تمہارے گرجے ہیں ان کو میں گرا دوں گا۔ اور عربوں کی سلطنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناقوس نہیں بجے گا۔" (ص ۲۶۱ جلد ۲ کتاب ۲ ناسخ التواریخ طبع ایران)

[1] حضرت حسینؓ تو آنحضور صلعم کے سفر عقبیٰ کے وقت پانچ سال کے معصوم بچے تھے انکو جلیل القدر صحابی کہنا محض غلط ہے۔

سیدنا عمر فاروقؓ کی چادر کے متعلق واشگاف اعتراض کر دینے والی قوم امیر المومنین یزیدؒ کے متعلق بھی زبان کھول سکتی تھی

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ سید فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خطبہ لوگ سننے کو تیار نہ ہوئے جب تک کہ آپ کے کرتے کے متعلق صحیح معلومات نہ حاصل کر لیں۔ کتنی حساس مضبوط و مستحکم اور ایمان کی انتہائی منازل پر متمکن قوم ہے۔ جو سیدنا عمرؓ فاروق کا بھی خطبہ عالیہ اس وقت تک سننے کو تیار نہیں ہوتی جب تک کہ اُن کو یہ بتایا نہیں جاتا کہ میں نے اپنے مرتبہ و مقام سے غلط فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کی حق تلفی کر کے میں نے یہ قمیض بنائی ہے۔ بلکہ جب تک سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد محترم کی صفائی پیش نہ کی۔ کہ والد محترم نے جو قمیض بنائی ہے وہ میرے حصے کا کپڑا ملا کر بنائی ہے۔ کیونکہ میں نے اپنا حصہ والد محترم کو دیدیا تھا۔ تب مطمئن ہو کر لوگ خطبہ سننے کو تیار ہوتے ہیں۔ ایسی حق پرست اور نڈر قوم کے سامنے امیر یزیدؒ بلا روک ٹوک خطبے دیتے ہیں۔ اور لوگ بہ رغبت سنتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ امیر المومنین یزیدؒ کے متعلق غلط پروپیگنڈا کیا ہوا ہے۔

امیر المومنین یزید رضی اللہ عنہ کو عوام میں مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل تھی۔

حالات اصل چیز کی نشان دہی کرتے بلکہ شہادت دیتے ہیں۔ کہ لوگوں نے امیر المومنین یزیدؒ کے خطبات سنے اور اتنے متاثر ہوئے کہ حافظ ابن کثیر کی تحریر کے مطابق لوگ کسی دوسرے کو امیر یزیدؒ پر فضیلت نہ دیتے تھے۔ مگر کیا کہا جائے اور کیا لکھا جائے

اور کس طرح سمجھا جاتے کہ آج لوگ عبداللہ بن سبا کے بچھائے ہوئے جال میں الجھ کر صحابہ کرامؓ کے امیر کو خود سر اور خدا اور رسولؐ کو خاطر میں نہ لانے والا بتا کر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں، بلکہ اچھے بھلے اور لکھے پڑھے لوگ بھی ان سبائیوں اعداء ابن الوقت زمانہ ساز لوگوں کے بہکانے میں آکر حقیقت سے چشم پوشی کر رہے ہیں، جس شخص کو مشفق و محسن اور لائق تحسین باپ کی رحلت کا صدمہ ہو۔ اور طبیعت جذبات غم سے بے قرار ہو بے چین ہو تو ایسے حالات میں پھر بھی قوم سے خطاب کرے، بیان کرنے میں بھی حدود اسلام سے تجاوز نہ کرے۔ اور پھر دوسرے موقعہ پر جب تمام اسلامی دنیا کا سربراہ بنا دیا گیا ہو۔ دنیا کے نیک ترین اور بہتر بزرگ انسان اس کی امارت پر جمع ہوں تو اس خوشی اس عظیم موقعہ پر بھی جب قوم سے خطاب کرے تو بھی زبان حدود اللہ کی پابند ہو۔ لہٰذا ان صفات سے متصف شخص کبھی غاصب گری اور زیادتی کرنے والا نہیں ہو سکتا۔

امیر المومنین یزیدؒ کے غم اور خوشی کے موقعہ پہ دیئے گئے خطبات ان کے جواہر کی عکاسی کرتے ہیں

آئندہ صفحات میں آپ کے سامنے امیر المومنین یزیدؒ کے دو خطبات ایک غم کی حالت میں دیا ہوا اور دوسرا خوشی کی حالت میں یعنی خلافت کے زمانے میں دیا ہوا پیش کیے جاتے ہیں۔ ان پر اہل بصیرت حضرات گہری نظر ڈال کر دیکھیں کہ مومنوں کی صفات کی روشنی میں امیر المومنین یزیدؒ آپ کو کس مقام پر نظر آتے ہیں۔ امید واثق رکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو نیکی و خلوص اور انصاف کو اپنا شعار زندگی

بناتے ہوتے ہیں وہ تو بے خوف و خطر پکار اٹھیں گے کہ ایسی تعلیم دینے والا اور ایسے برائی سے راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والا خدا اور رسول اکرم صلعم کا مطیع و فرمانبردار اور حکم کا بندہ تو ہو سکتا ہے۔ لیکن خود سر اور باغی کسی حالت میں بھی نہیں ہو سکتا۔

امیر المومنین یزیدؒ کا پہلا خطبہ

سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ جس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ اور جسے بلند کرنا چاہتا ہے بلند کر دیتا ہے۔ بے شک امیر المومنین معاویہؓ بن ابو سفیانؓ اللہ تعالیٰ کی رسیوں میں سے ایک رسی تھے جب تک چاہا کہ اسے دراز کرے۔ دراز کیا پھر جب اسے قطع کرنے کا ارادہ کیا قطع کر دیا۔ وہ اپنے پہلوں سے کم تر اور آئندہ آنے والوں سے بہتر تھے۔ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کا تزکیہ نہیں کر رہا ہوں۔ وہ تو اپنے رب کے پاس چلے گئے۔ وہ اگر چاہے تو انہیں معاف کر دے تو یہ اس کی مہربانی اور رحمت ہے اور اگر سزا دے تو یہ گناہ کا بدلہ ہے۔ ان کے بعد میں اس امرِ خلافت کا والی بنایا گیا ہوں۔ میں جہل کا عذر نہیں کرتا اور طلب علم سے مایوس نہیں ہوں گا۔ آپ لوگ سمجھ کر رہیں اور یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو مکروہ سمجھتا ہے اسے بدل دیتا ہے۔ اور جس کو محبوب رکھتا ہے اسے آسان کر دیتا ہے۔ (ص ۱۴۸ جلد ۸ البدایہ والنہایہ) حافظ ابن کثیرؒ نے تقریر کا آخری فقرہ یہ لکھا ہے "اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ ہو جاتا ہے" حافظ ابن کثیر

یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ جب لوگ اس تقریر کو سن کر وہاں سے اٹھ کر گئے تو ایسے متاثر تھے کہ یزیدؒ پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے یعنی امیر المؤمنین ہونیکی حیثیت سے۔ (ص ۲۴۴ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

یہی خطبہ شہادت حسینؓ دائرۃ اصلاح لاہور اور پیر غلام دستگیر نامی مرحوم و مغفور کی کتاب حیات سیدنا حسینؓ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ "میں حمد و ثنا کرتا ہوں اس خدا کی جو فعال لما یرید ہے، جسے چاہے دیتا ہے۔ اور جسے چاہے نہیں دیتا۔ اوج ثریا پر پہنچانے والا اور خاک ذلت پر بٹھانے والا وہی ہے۔ مسلمانو! سنو! امیر معاویہؓ بن ابو سفیانؓ حبل اللہ خدا کی رسی تھے جب تک خدا کو منظور رہا یہ رسی کھنچی رہی۔ جب اس نے چاہا اسے کاٹ دیا اور وہ اپنے پہلے گذرنے والوں کے قریب تھے اور اپنے بعد آنے والوں سے اچھے تھے، میں ان کی پاکیزگی بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اب ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ان کے بعد حکومت کا بار گراں میرے سر پر رکھا گیا ہے۔ یہ حکومت میں نے اپنی خواہش سے نہیں لی۔ تم لوگوں نے دی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو اس میں کوئی بات معلوم ہو گی تو اسے اسے بدلنے کا اختیار ہے۔ اگر اسکا ارادہ اس کو قائم رکھنے کا ہو گا تو وہ اسکو اچھا اور آسان بنا دے گا۔" یہ خطبہ عقد الفرید میں سے نقل کر کے خواجہ حسن نظامی دہلوی یزیدؒ کو امیر معاویہؓ سے بہتر بتاتے ہیں۔ اور اسکے کریکٹر، چال چلن کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ کہ اگر قتل حسینؓ کا گناہ یزیدؒ سے سرزد نہ ہوتا تو وہ اعلیٰ درجہ کا خدا پرست بادشاہ مانا جاتا اور اسکی صداقت و راست بازی کے چرچے کتابوں میں لکھے جاتے (شہادت حسینؓ دائرہ اصلاح ص ۱۰ اور حیات حضرت حسینؓ ص ۱۹۱)

امیر المومنین یزیدؒ کا دوسرا خطبہ

امام شہاب الدینؒ نے اپنی مشہور کتاب عقد الفرید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کے ساتھ حضرت صحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور امیر معاویہؓ کے خطبات درج کئے ہیں۔ اور امیر یزید کے خطبے بھی ان میں مندرج ہیں جو امیر یزید نے امیر المومنین کی حیثیت سے دیئے تھے۔ ان میں سے قارئین حضرت کی خدمت میں ایک خطبہ یہاں پیش کیا جاتا ہے

"سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ اسی کی میں حمد کرتا ہوں۔ اور اسی سے مدد مانگتا ہوں اسی پر ایمان لایا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اپنے نفس کی شرارت اور برے اعمال سے پناہ مانگتا ہوں۔ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں اور بتحقیق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اپنی وحی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا۔ اور اپنی رسالت، اپنی کتاب اور اپنے فضل کے لئے انہیں اختیار کیا۔ انہیں معزز اور محترم کیا۔ ان کی مدد کی اور حفاظت کی۔ اس کتاب (قرآن) میں مثالیں بیان فرمائیں اور حلال وحرام کو واضح فرمایا۔ اور دین کے شرائع بیان کئے۔ عذر زائل کئے۔ تاکہ لوگوں کو رسولوں کے بعد کوئی حجت نہ رہے۔ اور قوم غائبین تک یہ کتاب پہنچے۔ اے لوگو اللہ کے بندو! میں تمہیں خدائے بزرگ و برتر سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں جسنے اپنے علم سے امور کی ابتداء فرمائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں، دنیا دیکھنے میں سرسبز اور

مزے میں شیریں۔ خواہشوں میں مملو ہے۔ تھوڑے پر قناعت نہیں کرتی۔ فانی چیز دل سے انس رکھتی ہے۔ اسکے حوادث میں امن نہیں۔ دنیا موذی ڈائن ہے اور فریب دینے والی ہے۔ اسکو ایک حال پر قرار نہیں۔ دنیا سے رغبت کرنے والوں کے ساتھ دنیا باقی نہیں رہتی۔ اور نہ بیزار سے راضی رہتی ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ آپ اے حبیب ان لوگوں سے دنیا دی زندگی کی حالت بیان فرما دیجئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا پھر اسکے ذریعے سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئی ہو، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ کہ اسکو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ہم اپنے رب سے التجا کرتے ہیں اپنے محبوب سے اپنے خالق سے زاری کرتے ہیں کہ اے ہمارے مولا ہمیں اس دن قیامت کے خوف سے امن عنایت فرما۔ اے لوگو! بہترین اور اعلیٰ نصیحت کی کتاب کتاب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کئے جائیں اس کے بعد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے بعد سورۃ انفال نویں پارہ کی آیات تلاوت کیں اور اسکی تفسیر بیان کی۔ سامعین کو نصیحتیں فرمائیں۔ (ص ۲۷۰ جلد ۲ عقد الفرید طبع مصر)

امیر یزیدؒ کو صحابئ رسولؐ نے اپنا وصی بنایا

جب دمشق کو سرکز اسلام کا دار الخلافہ ہونے کا امتیاز حاصل ہوا تو امیر المومنین یزیدؒ کی عمر اس وقت تک تقریباً بیس سال تھی اس وقت عام صحابہ کرامؓ نے دمشق میں آکر سکونت اختیار کر لی تھی اور ان میں

اکثر سیدنا معاویہؓ کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے اسلئے امیر یزیدؒ کو عموماً ان کی
خدمت کا موقعہ ملتا رہتا تھا اور صحابہ کرامؓ سے آپ فیضیاب ہوتے۔ جو اصحاب رسول پاکؐ
دمشق میں مقیم ہو گئے تھے انکی تعلیم سے آپ نے پورا پورا استفادہ کیا اور کوئی موقعہ ہاتھ سے
نہ جانے دیا۔ ان صحابہ کرامؓ میں عبدالمطلب بن ربیعہ ہاشمی بھی تھے۔ جو آنحضورؐ کے چچا
زاد بھائی تھے۔ اور صحابی بن صحابی تھے۔ یہ خلافت فاروقیؓ میں مدینہ سے دمشق چلے
گئے تھے۔ اور وہیں جاکر سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپؓ امیر یزیدؒ کی صلاحیتوں کی بناء پر آپ
سے انتہائی محبت کرتے تھے حتیٰ کہ اپنی وفات سے پہلے آپؓ نے امیر یزیدؒ کو اپنا وصی یعنی
وارث بنایا۔ وصی اسکو بنایا جاتا ہے جس سے نہایت ہی محبت ہو اور اس پر بغایت اعتماد ہو۔
مورخین نے لکھا ہے۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشمؓ
صحابی تھے مدینہ سے دمشق منتقل ہو گئے تھے وہاں ان کا مکان بھی تھا۔ جب وہ وفات پانے لگے تو
امیر المومنین یزیدؒ بن معاویہؓ کو انہوں نے اپنا وصی وارث بنایا۔ وہ اس وقت امیر المومنین
تھے اور انہوں نے اس وصیت کو قبول کیا (صہ ۴۲۶ جلد ۲ الاستیعاب و جمہرۃ الانساب)
اور (صہ ۲۱۳ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

قارئین محترم! آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ جس شخص کو آنحضور صلعم کے چچا زاد بھائی
اور صحابی اپنا وارث مقرر کر سکتے ہیں۔ اگر امیر یزیدؒ میں بقول سبائیوں کے کوئی بھی نقص ہوتا
تو یہ بزرگ دین حق کے پرستار اور آنحضور صلعم کے چچا زاد بھائی ایسا کر سکتے تھے۔ یہ تو دمشق میں
مقیم تھے۔ اور ہر بات سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ آپ کا امیر یزیدؒ سے محبت کرنا اور اپنے
سفر عقبیٰ سے پہلے امیر کو اپنا وارث مقرر کرنا، آخر کس بات کی دلیل ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ انکی
نگاہ میں امیر کی کس قدر قدر و منزلت ہوگی۔ خیال رہے کہ اسوقت امیر یزیدؒ امیر المومنین تھے

اللہ تعالیٰ کے گھر پر ہر سال قیمتی غلاف چڑھانے کا آغاز امیر المومنین یزید نے ہی کیا تھا

کمال احترام و عقیدت کے اظہار کے طور پر خلفائے اسلام میں جس شخص نے مسلمانوں کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے خانہ کعبہ پر دیبائے خسروی کا غلاف چڑھانے کی مبارک رسم کی ابتداء کی وہ امیر المومنین یزید ہی تھے ان کے خلیفہ برحق ہونے میں کون سی کسر باقی ہے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ "خانہ کعبہ پر سب سے پہلے جس خلیفہ نے دیبائے خسروی کا غلاف چڑھایا تھا وہ یزید بن معاویہ تھے (ص ۲۴۶ تاریخ الخلفاء سیوطی) اور (ص ۴۷ فتوح البلدان بلاذری)

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ امیر المومنین یزید کے زبردست حامی تھے اور انہوں نے امیر کی بیعت کی

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضور صلعم کے چچا زاد بھائی اور صحابی بن صحابی ہیں آپ کو ترجمان القرآن اور حبر الامت کے لقب سے اہل حق یاد کرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور دعا کی۔ اے اللہ! اس کو اپنی کتاب کی سمجھ عنایت فرما (صحیح بخاری پارہ ۱ الکتاب الاعتصام)

سیدنا ابن عباسؓ نے امیر یزید سے خلافت کی بیعت خوشی سے کی بغیر کسی حیل و حجت کے کی بلکہ بیعت سے پہلے آپ کے صدق اور پاکباز ہونے کا اقرار فرمایا۔ لوگوں کو مشورہ دیا یعنی امیر کے حق میں تبلیغ کی۔ کہ لوگو آرام سے اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو اور یزید کی بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ آپ بیعت کر گئے اس پر آخر دم تک مستحکم رہے مورخ بلاذری نے آپ کی بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے۔ یعنی المدائنی کی سند سے حضرت عامر

بن مسعودؓ صحابی کی یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ رجب ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر مکہ مکرمہ پہنچی تو ہم وفات کی خبر سن کر ابن عباسؓ کے پاس گئے۔ اس وقت ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں ہم نے ان سے کہا کہ اے ابن عباسؓ قاصد موت معاویہؓ کی خبر لایا ہے۔ یہ سن کر آپ دیر تک خاموش رہے پھر اس نے دعا مانگی کہ اے اللہ! معاویہؓ پر اپنی رحمت کیجیو۔ واللہ وہ ان لوگوں کی مثل تو نہ تھے جو ان سے پہلے گذر گئے ہیں، لیکن ان کے بعد ان کی مثل آنے والا کوئی نہیں ہے اور ان کے فرزند یزیدؒ اپنے خاندان کے نیکوکاروں میں سے ہیں۔ تم لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہو اور اطاعت و بیعت کرنا۔ حضرت عامر نے کہا کہ اسی طرح ہم ان کے پاس تھے کہ خالد بن العاص کا جو اس وقت مکہ کے عامل تھے قاصد آیا اور انؓ کو بیعت کے لیے بلایا ابن عباسؓ گئے اور بیعت کی۔ (ص ۴ جلد ۴ قسم ثانی کتاب انساب الاشراف)

شیعہ مولف الامامۃ والسیاسۃ نے بھی اس کی تائید کی ہے

ابن قتیبہؒ نے بتغیر الفاظ اس طرح بیان کیا ہے۔ عقبہ بن مسعود نے روایت کی ہے کہ امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر ابن عباسؓ کو جا کر سنائی گئی تو وہ اس وقت کھانا تناول کرنے کے لئے چند مہمانوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ خبر سنتے ہی آپ نے دسترخوان اٹھوا دیا اور پھر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا واللہ! وہ (معاویہؓ) ان جیسے تو نہ تھے جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں، مگر ان کے بعد یقیناً ان جیسا کوئی آنے والا نہیں۔ یا اللہ معاویہؓ پر اپنی رحمت وسیع کیجئے۔ ہم ہیں اور ہمارے چچا کے بیٹوں (بنی امیہ ہیں) وہ ذی مرتبہ اور دانشور تھے ان میں اور ہم میں کچھ جھگڑا اور اختلاف

بھی رہا۔ ان کے صاحب عثمانؓ کو ہمارے کسی غیر نے قتل کیا اور ہمارے صاحب علیؓ کو ان کے کسی غیر نے، اگرچہ ہماری اور ان کی چشمک تھی، مگر ہم جیسا وہ نہیں پائیں گے۔ اور تم ان جیسا ہم کوئی پائیں گے۔ اور واللہ ان کا فرزند یزید یقیناً اپنے خاندان میں نیک اور اچھا فرزند ہے۔ ہاں اے لڑکے کھانا لاؤ۔ جب کھانا کھا چکے اور دسترخوان اٹھا دیا گیا۔ خالد بن الحکم، حاکم مکہ کا قاصد حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا۔ کہ چلئے۔ آپ گئے اور بیعت کی (الامامۃ والسیاسۃ صد ۱۴۲/۲ طبع دہلی)

سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؓ سیدنا علیؓ کی بیعت سے انکار اور امیر المومنین یزیدؓ کی بیعت کر لیتے ہیں

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ صحابی بن صحابیؓ ہیں، ام المومنین سیدہ حفصہؓ کے بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے تمام مومنوں کے ماموں ہیں۔ بخاری میں آپؓ ہی سے روایت ہے کہ سیدہ حفصہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضور صلعم ارشاد فرماتے ہیں، کہ عبداللہ بن عمرؓ نیک شخص ہے۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۴ مناقب ابن عمرؓ) سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اپنے بیٹے سیدنا عبداللہؓ کی اس قدر عزت و منزلت تھی جس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ یعنی سیدنا عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس قدر اہل و اولاد اور مال میرے پاس ہے میں سب پر انا اللہ پڑھنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن عبداللہؓ کے متعلق چاہتا ہوں کہ میرے بعد بھی اللہ اس کو زندہ رکھے (سیرت سیدنا عمرؓ) بحوالہ تجلی دیوبند)

اللہ اکبر! محمد کریم صلعم کے بہترین مشیر اور آنحضور صلعم اور صدیق اکبرؓ کے بعد تمام مسلمانوں میں اول درجہ کے موسن الشان اور دین حق کے صحیح علمبردار جن کے مبارک وجود سے

اسلام نے قوت حاصل کی۔ وہ پاکباز ہستی سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے لئے فرما رہے ہیں، کہ میرے بعد عبداللہ زندہ رہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ خدا کے دین کی خدمت کریں۔ اور اسلام کے ماننے والے جناب کی ذات بابرکات سے فیض حاصل کریں۔ وہ ذات شریف سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سیدنا علیؓ کی بیعت تو نہیں کرتے لیکن بغیر کسی حیل و حجت کے امیر یزیدؓ کی بیعت کر لیتے ہیں۔ ابن زبیرؓ کی بیعت سے انکار کر کے مختار ثقفی کی سختیاں کو برداشت کرتے ہیں لیکن امیر المومنین یزیدؓ کی بیعت خوشی سے کرتے ہیں اور اسکا پر آخر دم تک محکم رہتے ہیں۔ اہل بصیرت کو اس بات پر غور و فکر کرنا چاہیے۔ کہ ایسا کیوں تھا۔ سیدنا عبداللہؓ کے اس طرز عمل سے بخوبی اور صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین یزیدؓ ایک بلند پایہ کے مسلمان تھے۔ جن کے خلاف آپ کسی قسم کا قدم اٹھانا گناہ سمجھتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک امیر یزیدؓ کی عظمت کا صحیح اندازہ بخاری کی اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے اور یہ واقعہ حادثہ کربلا کے تین سال بعد کا ہے۔ اگر امیر یزیدؓ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص ہوتا تو سیدنا عبداللہؓ کی شان کے خلاف تھا کہ آپ تابعیؓ کیلئے خدا اور رسولؐ کے حکموں کو پس پشت ڈالکر اسکی اطاعت کو فرض سمجھتے۔ اور اپنی اولاد و لواحقین اور دوستوں کو فرماتے کہ اگر تم لوگوں میں سے کسی نے یزیدؓ کی بیعت توڑی یا ان کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تو یاد رکھو میرے اور اسکے تعلقات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائیں گے۔ گویا آپؓ امیر المومنین یزیدؓ کے مقابلہ میں اپنے بیٹوں، بھائیوں اور دوستوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ امیر یزیدؓ کی بیعت توڑنے سے منع کرتے ہیں۔

بخاری میں سیدنا نافع رضؓ سے روایت ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے لواحقین کو (بھائیوں بیٹیوں رشتہ داروں اور دوستوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں نے آنحضور صلعم سے سنا ہے کہ ہر غدر کرنے والے کے لئے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا اور سب عہد شکن اسکے نیچے کھڑے کئے جائیں گے۔ بیشک ہم نے اس شخص سے (امیر یزیدؒ سے) اللہ اور اسکے رسول کے نام پر بیعت کی ہوتی ہے۔ اور یقیناً اس سے بڑھ کر غداری اور بیوفائی کیا ہوگی کہ جس شخص سے خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق بیعت کی جائے اور پھر اس سے جنگ کی جائے۔ بیشک اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم میں سے کسی نے اسکی بیعت توڑ دی ہے تو پھر میرے اور اسکے تعلقات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائیں گے (صحیح بخاری پارہ ۲۹ کتاب الفتن)

سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ امیر یزیدؒ کے مداح تھے

سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ طیار صحابیؓ بن صحابیؓ ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے۔ کیونکہ حضورؐ نے جعفرؓ طیار کی شہادت پر فرمایا تھا کہ یہ میرے بیٹے ہیں اب ان کی پرورش میں کروں گا۔ لہٰذا ابن جعفرؓ آنحضور کے پروردہ اور تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے خطابوں اور آنحضور صلعم کی بشارتوں میں شامل ہیں بخاری کی روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ جب بھی ابن جعفرؓ کو ملتے تو سلام دعا میں فرماتے "کہ اے دو پروں والے کے بیٹے تجھ پر سلامتی ہو۔ (بخاری پارہ ۱۵ مناقب سیدنا جعفرؓ)

آپ سیدہ زینب بنت علیؓ کے خاوند ہیں جو واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ ابن جعفرؓ

نے امیر المومنین یزیدؒ سے پہلے ولیعہدی کی، پھر خلافت کی بیعت کی اور آخر دم تک اس پر مستحکم رہے۔ آپ نے ایک دفعہ امیر المومنین یزیدؒ سے واقعہ کربلا کے بعد فرمایا تھا۔ کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یہ واقعہ بلاذری نے اس طرح بیان کیا ہے۔ عبداللہ بن جعفرؓ ایک دفعہ امیر المومنین یزیدؒ کے پاس آتے، تو انہوں نے پوچھا کہ میرے والد ماجد آپ کو سالانہ کیا دیا کرتے تھے۔ ابن جعفرؓ نے کہا کہ ایک لاکھ۔ امیر یزیدؒ نے کہا کہ میں نے اسے دوگنا کیا۔ یہ سن کر ابن جعفرؓ نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ اور یہ وہ قول ہے جو اس سے پہلے میں نے کسی سے نہیں کیا۔ امیر المومنین یزیدؒ نے کہا کہ میں نے اسکو بھی دوگنا کیا۔ ان کے خزانچی نے سن کر عرض کیا کہ کیا آپ ان کو چار لاکھ سالانہ دیں گے۔ امیر یزیدؒ نے فرمایا ہاں۔ ہم نہیں جانتے یہ اپنا مال تقسیم کر دیتے ہیں۔ آپ کو دینے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اہل مدینہ کو دے رہے ہیں۔ (ص۳ جلد۴ قسم ثانی کتاب الانساب الاشراف بلاذری)

امیر المومنین کی عظمت

اہل نظر! کیا امیر المومنین یزیدؒ کے ایسے سلوک سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ آپ کو مدینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حد سے زیادہ انس و محبت تھی وہ لوگ جو آپ پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ انصاف سے کہیں کہ امیر المومنین یزیدؒ کو مدینہ رسول اور اہل مدینہ سے کس قدر محبت تھی۔

یہاں سبائی پروپیگنڈے کا ایک واقعہ پیش کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ اہل بصیرت حضرات اس پر اچھی طرح غور فرماویں کہ یہ لوگ حقیقت کی کس طرح بیخ کنی کرتے ہیں۔ اسی بلاذری والی روایت کو ایک شیعہ طرز مذہب مظفری والے نے کس رنگ میں پیش کیا ہے اور کس طرح لوگوں کو حقیقت سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دراصل یہ لوگ سب کو اپنے جیسا ہی خیال سمجھتے ہیں۔

لکھتے ہیں (سیدنا) معاویہؓ کی وفات کے بعد عبداللہ بن جعفرؓ (جن کو دوسرے جوانان بنی ہاشم کے ساتھ جناب معاویہ بڑے بڑے تحائف و وظائف عنایت فرمایا کرتے تھے) یزید کے پاس تشریف لائے اور وظیفے کے لئے تقاضا کیا، یزیدؓ نے پوچھا کہ امیر المومنین معاویہ آپکو سالانہ کیا دیا کرتے تھے، آپنے فرمایا خدا ان پر رحم کرے ہر سال دس لاکھ درہم۔ یزیدؓ نے کہا اس ترحم کے بدلے جو آپنے ان پر کیا ہے۔ میں دس لاکھ درہم اور بھی دوں گا۔ عبداللہ نے فرمایا کہ اسکے بعد میں یہ کلمہ کسی کے حق میں نہ کہوں گا۔ مگر تیرے حق میں (صـ ۱۷۱ طراز مذہب مظفری مصطفوی طبع بمبئی بحوالہ تحقیق الاذہان صـ ۱۴۳ لاہور)

اہل حق قارئین! مہربانی فرماکر اس مضمون کو بار بار پڑھیں اور اچھی طرح غور فرمائیں کیونکہ اس مضمون کو کانٹ چھانٹ کرنے والوں نے بیوقوف دوست کا پارٹ ادا کیا ہے۔ اور سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ کی حد سے زیادہ توہین کی گئی ہے۔ اور آپ کو سچے مسلمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک منافق مطلب پرست کے مقام پر لاکھڑا کیا گیا ہے۔ اہل حق اچھی طرح جانتے ہیں کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دین اسلام دنیا کی نجات کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ وہ تو دوسروں پر رحم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن یہ سبائی ابن جعفرؓ کی طرف یہ کلمہ منسوب کر رہے ہیں کہ میں رحم کی درخواست کسی دوسرے کے لئے نہیں کرونگا۔ مگر تیرے لئے۔ کیوں؟ اسلئے کہ تونے مجھے مال دیا ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ ابن جعفرؓ کون ہیں۔ آنحضور صلعم کے منہ بولے بیٹے اور آپ کے پروردہ آپ ہی سے تعلیم حاصل کرنے والے۔ لیکن طراز مذہب مظفری کے مطابق عقیدہ یہ ہے کہ جو مال و زر دے، اس پر تو خدا رحم کرے، اور باقی تمام لوگ

خدا کے غضب میں گرفتار ہوں۔ اللہ اکبر یہ کہا ہے کسی نے کہ خدا بے وقوف دشمنوں سے بچائے)

سیدنا عبد اللہؓ کو امیر یزیدؓ کا تحفہ

ابن جعفرؓ چونکہ اپنا تمام اثاثہ خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ اسلئے امیر المومنین نے فرمایا کہ ابن جعفرؓ کو دینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم خدا کی راہ میں دے رہے ہیں چنانچہ ایک دفعہ جب وظیفہ و عطیہ کی بیش بہا رقم لے کر ابن جعفر یزیدؓ کے پاس سے باہر گئے۔ تو مال و اسباب سے لدے ہوتے دو کوہانی (بخاتی) اونٹ کھڑے نظر آئے جو خراسان سے مال و ہدایا وغیرہ لے کر آتے تھے۔ ابن جعفرؓ لوٹ کر امیر المومنین کے پاس گئے اور درخواست کی کہ مجھے تین بخاتی اونٹ عنایت فرمائے جائیں۔ امیر المومنین نے حاجب سے پوچھا کہ یہ کیسے اونٹ ہیں۔ حاجب نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین یہ چار سو دو کوہانی اونٹ ہیں۔ جو ہمارے پاس خراسان سے مختلف قسم کے ہدایا لے کر آئے ہیں۔ اور ان پر وہ سب مال لدا ہوا موجود ہے۔ امیر المومنین یزیدؓ نے فرمایا، یہ سب اونٹ بمع اس مال کے جو ان پر لدا ہوا ہے ابن جعفرؓ کو دیدیئے جائیں (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۲ جلد ۸) اہل نظر قارئین! امیر المومنین یزیدؓ کی پوزیشن سمجھنے کے لئے غلط عقیدت اور تعصب سے ہٹ کر غور کرنا چاہیئے۔ سیدنا عبد اللہؓ حضور صلعم کے منہ بولے بیٹے اور آنحضور کے پروردہ و تعلیم یافتہ جیسے پاک طینت اور رحم دل انسان کے مقابلہ میں ہم بعد میں آنے والے تمام انسانوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ امیر المومنین یزیدؓ تو سیدنا معاویہؓ کاتب وحی کے لخت جگر اور جناب ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ کے بھتیجے۔ اور ام المومنین سیدہ حفصہؓ کے بھتیجی داماد اور صحابہ کرامؓ کے امیر ہیں۔ اگر سیدنا عبد اللہؓ کسی حبشی تک کو اس طرح تعریف کرتے۔ اور خوش ہو کر اس سے اپنی لخت جگر کا نکاح کر

دیتے۔ تو ہم اس سے بھی اسی عقیدت کے ساتھ پیش آتے۔ کیا اہل علم نہیں جانتے کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی بیٹیوں کا نکاح اس لئے کر دیتے ہیں کہ ان کے دل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حد سے زیادہ قدر و منزلت تھی۔ اور سیدنا علیؓ اپنی لخت جگر سیدہ ام کلثومؓ کی شادی سیدنا فاروق اعظمؓ سے اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ان کی حد سے زیادہ عزت کرتے تھے۔ جب صورتحال یہ ہے تو پھر سیدنا ابن جعفرؓ کا امیر المومنین سے اپنی لخت جگر نیک اختر کا نکاح کر دینا۔ اور آپ کے حق میں یہ کہنا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ثابت کرتا ہے کہ ابن جعفرؓ امیر یزیدؒ کو حد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ لہٰذا امیر المومنین یزیدؒ کو برا کہنا یا ان کی عزت نہ کرنے کا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ بالکل کمزور ایمان کے انسان تھے جو دنیاوی فائدہ اٹھانے کی خاطر ایک غلط کار کی تعریفیں کرتے تھے۔

سیدنا علیؓ کے لائق اور بہادر فرزند محمد بن حنیفہؒ نے سیدنا حسینؓ کا ساتھ نہ دیا

سیدنا محمد بن علیؒ بہت ہی بہادر و لائق اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اتحاد ملی کے حامی اور اسلام میں تفرقہ بندی کے سخت مخالف تھے۔ شیعہ مورخ ابن حنفیہؒ کے متعلق اسی طرح لکھتے ہیں۔ "محمد بن علیؒ علم و زہد و عبادت اور شجاعت میں اپنے زمانے کی ایک بہت ہی بلند شخصیت کے مالک تھے۔ اور علیؓ بن ابی طالب کی اولاد میں حسنؓ و حسینؓ کے بعد سب سے افضل تھے"۔ (ص ۳۴۷ عمدۃ الطالب فی الانساب آل ابی طالب طبع لکھنو) دوسرا مورخ اس طرح لکھتا ہے۔ محمد بن حنفیہ صلاح و تقویٰ میں نمایاں زہد و عبادت میں ممتاز علم و فضل میں بلند مرتبہ اور باپ کی شجاعت کے وارث تھے۔ جمل و صفین میں ان کے کارناموں نے

ان کی شجاعت و بے جگری کی ایسی دھاک عرب پر بٹھا دی تھی کہ اچھے اچھے شہ زور آپ کے نام سے کانپ اٹھتے تھے۔" (حواشی ص ۹۶ نہج البلاغہ اردو)

اہل نظر کو غور کرنا چاہیے کہ سیدنا محمد بن علیؓ نے جو اولاد علیؓ میں سے زہد و تقویٰ اور علم و فضل میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ اور شجاعت و بہادری میں تمام عرب کے شہ زور جن سے کانپتے تھے۔ کیوں انہوں نے باوجود سیدنا حسینؓ کے بار بار اصرار کرنے کے ہوا کو دجانے میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ سیدنا حسینؓ نے اس مہم میں ساتھ دینے کے لئے آپ پر بڑا زور دیا۔ یہاں تک کہا گیا کہ اگر آپ خود نہیں ساتھ دیتے تو پھر اپنی اولاد ہی کو اجازت دیں کہ وہ میرے ساتھ چلیں۔ مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ (ص ۱۶۵ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

اہل بصیرت کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کون سی طاقت و کشش تھی جو ابن حنفیہ کو امیر المومنین یزید کے خلاف اٹھنے سے روکتی تھی بلکہ امیر کی تعریفیں کرنے پر مجبور کرتی تھی۔ آپ بزدل اور کمزور بھی نہ تھے۔ اور آپ کا ایمان بھی ہماری طرح کمزور نہ تھا کہ ڈرتے ہوئے ایسا کرتے تھے۔ آخر کیوں آپ عبداللہ بن مطیع وغیرہ کو امیر المومنین یزیدؒ کی بیعت توڑنے کا سختی سے جواب دیتے ہیں۔

امیر المومنین یزیدؒ کی بیعت توڑنے سے انکار

مورخ بلاذری نے عبداللہ بن مطیع وغیرہ کے ساتھ آپ کے سوال و جواب اس طرح نقل کئے ہیں۔ "عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھی محمد بن حنفیہؒ کے پاس آئے اور کہا کہ یزید کی بیعت توڑ کر ہمارے ساتھ اس کے خلاف لڑنے کو نکلو۔

ابن حنفیہ نے کہا۔ کیوں یزید کی بیعت توڑ دوں اور اسکے خلاف لڑنے نکلوں۔

وفد۔ وہ کافروں کی طرح کام کرتاہے فاجر ہے شراب پیتا ہے، اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔

ابن حنفیہ۔ تم خدا سے کیوں نہیں ڈرتے کیا تم میں سے کسی نے اس کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا ہے، میں تم سے زیادہ انکے پاس مقیم رہتا ہوں، میں نے تو انکو یہ کام کرتے نہیں دیکھا۔

وفد۔ کیا وہ تمہارے سامنے ایسے برے کام کرتا۔

ابن حنفیہ۔ تو کیا تم لوگوں کو اس نے اپنے برے کاموں سے آگاہ کر دیا ہے، اگر اس نے یہ برائیاں تمہارے سامنے کی ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم بھی ان میں برابر کے شریک ہو، اگر تمہارے سامنے نہیں کئے تو تم ایسی بات کہتے ہی کیوں ہو جبکہ تمہیں علم نہیں۔ ابن حنفیہؒ کی یہ صاف باتیں سن کر ارکان وفد ڈرے کہ کہیں لوگ ان کے عدم تعاون سے یزیدؒ کے خلاف جنگ میں شریک ہونے سے انکار نہ کر دیں۔ اس لئے انہوں نے پینترہ بدلا۔ اور کہا کہ ہم آپ کو اپنا خلیفہ بنانے کو تیار ہیں۔ آپکی بیعت کرتے ہیں۔ ابن حنفیہ نے کہا میں تو ہرگز نہ لڑوں گا نہ ہی اپنی خلافت کے لئے اور نہ ہی کسی دوسرے کی خلافت کے لئے۔ اس کے بعد جو جواب ارکان وفد کو محمد بن علیؒ نے دیا۔ حافظ ابن کثیر کی زبانی سنیں۔

امیرالمومنین یزیدؒ شعائر اسلامی کے پابند تھے

ابن حنفیہؒ نے کہا میں ان کے پاس جاتا ہوں

اور ان کے پاس مقیم رہتا ہوں (یعنی امیرالمومنین یزیدؒ کے پاس) میں نے انہیں نماز کی پابندی کرنے والا اور نیک کاموں میں سرگرم مسائل فقہ گفتگو کرنے والا اور سنت نبویؐ کی پیروی کرنے والا پایا ہے۔ (صفحہ ۲۳۳ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

اور یہ واقعہ ہے بھی حادثہ کربلا کے تین ممتاز العبد کا اسلئے اہل حق کو خاص طور پر اس شہادت پر غور کرنا چاہئے کیوں کہ یہ شہادت سیدنا حسینؓ کے بیٹے سگے بھائی کی ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ آخر کیا بات ہے کہ سیدنا علیؓ کے بہادر، زہد و تقویٰ اور پرہیز گاری میں ممتاز فرزند جن کو سیدنا حسینؓ کی موت کا سب سے زیادہ رنج تھا کیوں امیر المومنین یزیدؒ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

سیدنا علی بن حسینؓ نے امیر المومنین یزیدؒ کی بیعت کی

جناب زین العابدینؒ حادثہ کربلا میں موجود تھے، اسوقت آپ کی عمر تقریباً ۲۳ سال تھی۔ آپ شادی شدہ اور دو بچوں کے باپ تھے۔ کربلا کا سارا واقعہ آپ کا چشم دید تھا۔ پھر شام میں آپ کے ساتھ امیر المومنینؒ نے جو برتاؤ کیا وہ بھی آپ کے سامنے تھا۔ آپ اگر امیر یزیدؒ کو اپنے باپ کے قتل میں شریک سمجھتے تو آپ کسی صورت میں بھی امیر یزیدؒ سے تعاون نہ کرتے کیوں کہ آپ کی غیرت و حمیت کے بالکل خلاف تھا، کہ آپ وقتی فائدے یا جان بچانے کی خاطر کسی ظالم یا قاتل سے تعاون فرماتے۔ آپ نے امیر المومنین یزیدؒ کے حسن سلوک کے علاوہ یہ دیکھتے ہوئے کہ امیر یزیدؒ رحم دل، نیک اور مخلص انسان ہیں اور ان کے باپ کے قتل سے بری الذمہ ہیں۔ امیر المومنین یزیدؒ سے خلافت کی بیعت کرلی۔ بلکہ امیر المومنین یزیدؒ کا حسن سلوک اور بہترانہ برتاؤ دیکھتے ہوئے امیر کے حق میں عمر بھر دعائیں کرتے رہے۔ شیعہ حضرات آپ کی اسی بیعت کو دوسرے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ”ایک دفعہ یزید بن معاویہؓ نے حج کو جاتے ہوئے مدینہ میں ایک قریشی کو بلا کر کہا کہ تو اس بات پر میری بیعت کر کہ اگر میں چاہوں

تو تجھے بیچ دوں اور اگر چاہوں تو اپنی خدمت کے لئے رکھ لوں۔ قریشی نے انکار کر دیا اور یزیدؒ نے اسے قتل کرا دیا۔ پھر علی بن حسینؓ کو بلایا اور وہی کچھ کہا جو قریشی کو کہا تھا۔ زین العابدینؒ نے کہا کہ اگر میں تیری بیعت نہ کروں تو کیا تو میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گا جو قریشی کے ساتھ کیا ہے یعنی قتل کرا دے گا۔ یزیدؒ نے کہا ہاں۔ تو امام نے کہا جو تو طلب کرتا ہے میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ میں آپ کا بے دام غلام ہوں آپ اگر چاہیں اپنی خدمت میں رکھیں اگر چاہیں تو بیچ دیں (ص-۱۱ کتاب الروضہ بحوالہ تحفۂ شیعہ) لعنت اللہ الکاذبین۔

قارئین کرام! اگر اس استدلال کو صحیح مان لیا جائے تو ثابت ہوا کہ علی بن حسینؓ اول درجے کے بزدل اور ڈرپوک تھے اور دوسرے عام مسلمان سے بھی گئے گذرے ہوتے تھے۔ کیوں کہ ایک عام آدمی تو جان دے دیتا ہے مگر غلامی اختیار کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ مگر آپ ایک امام ہوتے ہوئے ڈرتے ہیں اور غلامی کی بیعت کر لیتے ہیں۔ اگر شیعوں کے اس نظریہ کو تسلیم کر لیا جائے تو سیدنا زین العابدینؒ کی منزلت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ بلکہ اس عمل سے تو ایک طرح سے آپ اپنے عالی خاندان اور اپنے بہادر بزرگوں کے نام کو بٹہ لگانے والے ثابت ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اسلامی شجاعت اور ملکی و ملی قدروں کو بھی خاک میں ملانے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ امیر المومنین یزیدؒ سے خدا واسطے کی مخالفت کے جوش میں انہوں نے سیدنا زین العابدینؒ کو بھی بدنام کر دیا ہے اور آپ سے جھوٹی باتیں منسوب کر دی ہیں۔ اصل میں حقیقت یہ ہے کہ آپ نے امیر المومنین یزیدؒ کی اہلیت و صلاحیت اور ان کے حسن سلوک و بے دار شفقت اور ملی خدمات

کو مدنظر رکھتے ہوئے بیعت خلافت کی تھی۔ کوفیوں کا کردار آپ کے سامنے
تھا۔ اسلئے آپ نے انہیں ساری عمر منہ تک نہیں لگایا۔ حالانکہ کوفی جناب
زین العابدینؒ کو اپنے دام فریب میں پھنسانے کے لئے حد سے زیادہ زور صرف
کرتے رہے۔ یہ سب باتیں تاریخ اسلام سے اچھی طرح ثابت ہیں۔ اگر غور سے
علی بن حسینؓ کے کردار کا مطالعہ کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ آپ نے قوم پر بہت
بڑا احسان کیا ہے۔ کیونکہ آپ ساری زندگی جماعت المسلمین کے ساتھ رہے
آپ نے کوفی سبائیوں کو دین میں تفرقہ ڈالنے والے سمجھتے ہوئے اپنے نزدیک
نہیں آنے دیا۔ آپ نے امیر المومنین یزیدؒ سے خلافت کی بیعت کر کے ہر طرح سے
تعاون فرمایا اور واقعہ حرہ میں بلوائیوں سے علیحدہ رہے۔ اور بغاوت سے پہلے
امیر المومنین کو ہر بات سے باخبر رکھا۔ اپنے آپ کو باغیوں سے ہر طرح علیحدہ
رکھا اور امیر یزیدؒ کو اس بارے میں بھی آگاہ کیا۔ اور جب بغاوت مدینہ سے ختم
کر دی گئی تو امیر المومنین یزیدؒ کے جرنیل مسلم بن عقبہؓ نے مدینہ سے روانگی سے قبل
آپ کے متعلق دریافت کیا کہ آپ مدینہ میں ہیں کیا وجہ ہے وہ مجھے نظر نہیں آئے۔ جب
آپ کو علم ہوا کہ مسلم یاد کرتے ہیں تو آپ آئے۔ مسلم بن عقبہؓ آپکے ساتھ عزت سے پیش آئے
اور کہا کہ امیر المومنین نے آپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا تھا۔ تو جناب زین العابدینؒ
نے امیر کو دعائیں دیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب علی بن حسینؒ امیر یزیدؒ سے
نہایت ہی تعظیم اور عزت سے پیش آیا کرتے تھے۔ طبقات ابن سعد میں جناب
محمد باقرؒ سے روایت اس طرح بیان کی گئی ہے۔ یحییٰ بن شبیل نے جناب محمد باقرؒ سے
واقعہ حرہ کے متعلق پوچھا کہ کیا آپ کے خاندان کا کوئی آدمی اس لڑائی میں شامل نکلا تھا۔ تو ابو جعفر

نے فرمایا کہ نہ کوئی شخص ابو طالب کے گھرانے کا لڑنے کو نکلا تھا اور نہ ہی کوئی عبدالمطلب (یعنی بنی ہاشم) کے خاندان سے۔ سب اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ جب مسلم بن عقبہ قتال کر کے وادی عتیق میں ٹھہرا تو اس نے میرے والد علی بن حسین کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ مدینہ میں موجود ہیں۔ تو اس سے کہا گیا کہ ہاں ہیں۔ تو اس نے کہا کہ کیا بات ہے وہ مجھ سے نہیں ملے۔ اس کے دریافت کرنے کی خبر جب میرے والد کو ملی تو وہ اس کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ ابو ہاشم عبداللہ اور حسن پسران محمد بن علی (محمد بن حنفیہ) بھی تھے۔ مسلم نے میرے والد کو دیکھا تو اس نے آپ کو خوش آمدید کہی اور تعزت پر اپنے پاس بٹھایا۔ اور میرے والد سے کو دریافت کیا کہ آپ میرے بعد کیسے رہے میرے والد نے اللہ کی حمد و ثنا اور شکر ادا کیا۔ مسلم نے کہا کہ امیرالمومنین نے آپ کیساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ تو میرے والد (یعنی علی بن زین العابدینؒ) نے فرمایا وصل اللہ امیرالمومنین (یعنی امیرالمومنین یزیدؒ کو اللہ اپنی رحمت ڈھانپے (طبقات ابن سعد)

شیعہ مورخ اسکی تائید کرتے ہیں

جناب محمد باقرؒ کی اس روایت کو الامامۃ والسیاستہ کے شیعہ مورخ نے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں ڈھانپے کیساتھ اچھی جزا کے الفاظ بھی بڑھائے ہیں۔

لکھا ہے "مسلم بن عقبہ نے مدینہ سے روانگی سے پہلے جب علی بن حسینؒ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ یہاں ہی ہیں۔ اس سے کہا گیا کہ ہاں وہ ہیں حضرت حسینؓ نے جب سنا تو اسکے پاس آئے ان کے ساتھ ان کے فرزند بھی تھے مسلم نے آپکا استقبال کیا اور خوش آمدید کہی۔ اور آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ امیرالمومنین نے آپ کے بارے میں مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپکے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں یہ س

کہ جناب علی بن حسینؓ (زین العابدین) نے کہا صلی اللہ امیر المومنین و احسن جزاء یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں ڈھلپنے امیر المومنین یزیدؓ کو اور جزاء خیر عنایت فرمائے۔ (صفحہ ۲۳ جلد ۱ الامامتہ والسیاستہ)۔

اہل حق غور فرمادیں کہ یہ ایک شیعہ بیان کر رہا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ قتل حسینؓ کا صدمہ ان سے زیادہ شاید ہی کسی شخص کو ہوا ہوگا۔ اور بیان ہے سیدنا حسینؓ کے حقیقی پوتے کا جو کربلا میں موجود تھے اور جن کو اس قتل سے از حد صدمہ ہوا تھا۔ اگر دیانتداری سے مندرجہ بالا احوالوں پر غور کیا جائے تو حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے اگر امیر المومنین یزیدؓ کا قتل حسینؓ میں کسی طرح کا بھی واسطہ ہوتا، یا آپ میں کسی قسم کا کوئی بھی عیب ہوتا تو ہمارے بزرگ شیعوں کے امام اور سیدنا حسینؓ کے تمام لوگوں سے زیادہ ہمدرد آپ کے بھائی محمد بن علیؓ آپ کے لائق اور ہونہار فرشتہ خصلت فرزند جناب زین العابدینؓ اور محمد باقرؓ شیعوں کے چوتھے اور پانچویں امام جن پر شیعہ مذہب کی بنیاد ہے۔ کسی طور بھی امیر کی تعریفیں اور ان کے لئے اس طرح کی دعائیں نہ کرتے اگر عقل سلیم سے کام لیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ کوفی اور سبائی پروپیگنڈے سے بہک کر امیر المومنین یزیدؓ کو برا کہتے ہیں وہ ان بزرگ ہستیوں کے ایمان اور مسلک پر نار وا حملے کر رہے ہیں۔

حجتہ الاسلام حضرت امام غزالیؒ امیر المومنین یزیدؓ کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں

حضرت امام غزالیؒ نے امیر المومنین یزیدؓ کے متعلق صحیح العقیدہ مسلمان ہونے اور ایک مومن کی حیثیت سے ان پر رحمتہ اللہ علیہ کہنے کو جائز ہی نہیں بلکہ مستحب قرار دیا ہے۔

فرماتے ہیں۔" اور یزید صحیح الاسلام تھا۔ اور یہ بھی صحیح نہیں کہ اس نے حسینؓ کو قتل کرایا، یا اس کا حکم دیا، یا اس پر راضی ہوا۔ پس جب یہ قتل اس (یزیدؓ) سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا تو پھر اس کے ساتھ ایسی بدگمانی حرام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بدگمانی سے بچتے رہو۔ اس لئے کہ بعض بدگمانی سخت گناہ ہوتی ہے۔ اور نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ مسلم کا مال اس کی جان اسکی آبرو ریزی اور اسکے ساتھ بدگمانی کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔ جو شخص بدگمانی کرتا ہے یا کہتا ہو کہ یزیدؓ نے قتل حسینؓ کا حکم دیا، یا اس پر رضامندی کا اظہار کیا، تو جاننا چاہیے کہ ایسا شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔ اور جب حقیقت تعصب کے پردوں میں روپوش ہو جاتی ہے تو پھر مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے۔ جہاں حسن ظن کے قرائن موجود ہوں، وہاں ان (یزید) پر رحمۃ اللہ کہنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور وہ (یعنی یزیدؓ) تو ہماری ہر نماز کے اس قول اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ میں داخل ہیں کیونکہ وہ مومن تھے۔

(ص ۶۵ م جلد ا وفیات الاعیان لابن خلکان)

حافظ عبد الغنی صاحبؒ مقدسی بھی امیر المومنین یزیدؓ کے مداح تھے

حافظ ابن رجب حنبلیؒ اپنی کتاب "الذیل علی طبقات الحنابلہ" کی جلد دوم ص ۳۴ پر حافظ عبد الغنی مقدسی محدثؒ کا ایک فتویٰ درج کرتے ہیں کہ ان سے امیر یزیدؓ بن معاویہؓ کی خلافت کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے جواب دیا۔ "اس کی خلافت صحیح (حق) ہے نیز فرمایا کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یزیدؓ (رض) سے ستر صحابہ (رض) نے بیعت کی۔ ایک ان میں سے عبد اللہ بن عمرؓ بھی ہیں۔ اور اس کی محبت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے محبت کرنے والے کی محبت کا انکار بھی نہ کیا جائیگا۔ اور جو شخص ایسا نہ کرے اس پر بھی

لازم نہیں کہ وہ ایسا کرے۔ کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے صحابہ میں سے نہیں۔ البتہ صحابہ کرامؓ کی صحبت کی وجہ سے احترام کرنا چاہیے تاکہ صحابہؓ کی عزت ہو۔ ص ۲۴ طبع مصر۔

حافظ ابن کثیرؒ امیر المومنین یزیدؓ کو مومنین میں شمار کرتے ہیں

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی فقیہ الکیا الہراسی کے استفتاء اور امام غزالیؒ کے فتویٰ کا ذکر کرتے ہوئے یزیدؓ پر سب و شتم کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ مسلمان تھے اور یہ ثابت نہیں کہ وہ قتل حسینؓ سے راضی تھے۔ اور امام غزالیؒ نے (امیر یزیدؓ) پر سب و شتم کرنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان تھے۔ اور یہ ثابت نہیں کہ وہ قتل حسینؓ سے راضی تھے۔ رہا ان (یزیدؓ) پر رحمۃ اللہ علیہ کہنا سو یہ جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور ہم ان پر رحمت کی دعا اپنی نمازوں میں تمام مسلمانوں اور مومنین کے شمول کیساتھ مانگا کرتے ہیں۔ (ص ۱۷۳ جلد ۱۲ البدایہ والنہایہ)

امام احمد بن حنبلؒ اور امیر المومنین یزیدؓ

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین یزیدؓ اپنے خطبوں میں فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص تم میں سے بیمار پڑ جاتا ہے اور جب شفایاب ہو تو پھر اسے غور کرنا چاہیے کہ وہ کون سا نیک عمل تھا جس کی وجہ سے اس پر رحم کیا گیا ہے۔ اسے لازم ہے کہ پھر یہ بھی سوچے کہ وہ کون سا برا عمل تھا جس کی وجہ سے اس پر بلا پڑا۔ اسے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔ (العواصم من القواصم ص ۲۳۲ طبع قاہرہ)

شیعوں کے عالم امیر المومنین یزیدؓ کی مدح کرتے ہیں۔

شیعوں کے روح رواں جناب میر علی حمید صاحب

ایڈیٹر رسالہ " اصلاح والشمس " انڈیا جن کو شیعہ فرقہ کی دینی و دنیوی اصلاح کا دعویٰ ہے اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی اور امیر یزیدؒ کی مدح سرائی کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا ڈنکے کی چوٹ سے اعلان کرتے ہیں کہ اصحابِ ثلاثہؓ کی مخالفت کرنا شیعہ کا دینی و ملی فرض ہے۔ اپنا دینی فرض پورا کرتے ہوئے اصحابِ ثلاثہؓ سے جو بعد از رسولؐ اسلام میں بزرگ ترین ہستیاں ہیں ان سے امیر یزیدؒ کا تقابل کرتے ہیں محض سب و شتم کے لئے حالانکہ امیر یزیدؒ کا ان بزرگوں کے سامنے ایک ادنیٰ خادم ہی کا درجہ ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ غالی شیعہ لکھتا ہے کہ۔

(۱) نسبی حالت اس کی ایسی تھی کہ اس کا دادا ابو سفیانؓ ہمیشہ ابو بکرؓ و عمرؓ کو ارذل البطن قریش کہتا۔ اور ابو بکرؓ و عمرؓ ابو سفیانؓ کو سید و شیخ قریش کہا کرتے تھے۔ (رسالہ الشمس ص ۴۲ جلد ۵)

(۲) شیخینؓ کو یہ شرف حاصل نہ ہوا۔ کہ کبھی اپنی وصلت و پیوند خاندان بنو امیہ میں کر سکیں مگر یزیدؒ ایسا معزز و سربر آوردہ تھا کہ خلیفہ دوم کی پوتی سے عقد کیا۔ تو کیا اس کے بعد بھی کسی کو شرافت نسبی میں یزیدؒ کے شبہ ہو سکتا ہے۔ (ص ۴۲)

(۳) خلافت ابو بکرؓ میں اکثر ارتداد عرب ہوئی تھی۔ بجز مکہ و مدینہ اسی طرح عمرؓ و عثمانؓ دونوں کی خلافتوں میں بھی صدہا، ہزار ہا نہیں لاکھوں آدمی مرتد ہو رہے تھے اسلام سے خارج ہوتے تھے۔ بخلاف اس کے یزیدؒ کی خلافت میں ایک متنفس بھی مرتد نہیں ہوا۔ بلکہ اس درجہ اسلام کو ترقی ہوئی کہ عہد خلفائے ثلاثہ میں کبھی یہ بات نہ ہوئی تھی۔ ص ۴۳

(۴) خلفائے ثلاثہ کی کونسی علامت یا نشان خلافت حقہ ہے جو عہد ثلاثہ میں پائی گئی اور یزیدؒ کی خلافت میں نہ پائی گئی ہو۔ (ص ۴۴ رسالہ الشمس جلد ۵ نمبر ۸ و تنگ عشرہ کاملہ) بحوالہ تحفہ ادبان ص ۵۶۷ سنہ ۱۹۱۲ لاہور

کاش میر علی حیدر صاحب نے جہاں خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی کے نکاح امیر المومنین یزیدؒ سے عوام کو روشناس کرایا ہے۔ وہاں اگر آپ تقیہ کا لباس اتار کر دیانتداری سے کام لیتے ہوتے یہ بھی عوام کو بتا دیتے کہ امیر المومنین یزیدؒ اپنا پیوند ابی طالب کے گھر بھی جوڑنے میں کامیاب رہے، تو کیا ہی بہتر ہوتا۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ بن ابی طالب آنحضور صلعم کے منہ بولے بیٹے اپنی دختر نیک اختر سیدہ ام محمد کا نکاح امیر المومنین یزیدؒ سے کرتے ہیں (ص ۲۰۴ کتاب نسب قریش و جمہرۃ الانساب ص ۶۲) اور جناب عباس مقتول کربلا کے بیٹے عبداللہ بن عباس بن سیدنا علیؓ اپنی بیٹی سیدہ نفیسہ کا نکاح امیر المومنین یزیدؒ کے پوتے خالد بن یزیدؒ سے کرتے ہیں۔ (کتاب نسب قریش و جمہرۃ الانساب)

شیعہ مورخ مؤلف آیات محکمات بھی امام غزالیؒ

امیر یزید رضی اللہ عنہ اور شیعہ کتاب آیات محکمات

اور کچھ دوسرے بزرگوں کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ بزرگ بھی امیر یزیدؒ کی شان بیان کرتے ہیں۔

(۱) امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یزید پر رحمت بھیجنا اور اسکے حق میں دعائے مغفرت کرنا مستحب ہے۔ اس لئے کہ وہ مومن تھے۔ یزیدؒ کے لئے طلب رحمت کرنا جائز ہے بلکہ وہ مومن ہونیکی وجہ سے ہماری ہر دعا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ الخ میں داخل ہے۔ (تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص [illegible] جلد ۱)

(۲) ملا علی قاری "ضوء المعالی" کے صفحہ ۱۳۵ پر یزیدؒ کے باب میں لکھتے ہیں یعنی حکم دینا قتل حسینؓ بلکہ قتل کرنا ان کا موجب لعنت نہیں ہے اسلئے مقتضی مذہب اہل سنت یہی ہے

(۳) نواب صدیق حسن بھوپالی اپنی کتاب حج الکرامہ میں رقمطراز ہیں کہ ابن عربی کا قول

ہے کہ یزید نے حسینؓ کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے یزید کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی۔ پس حسینؓ باغی اور بیعت توڑنے والے ٹھہرے اور اس میں شک نہیں کہ اس کا باپ معاویہؓ خلیفہ برحق تھے۔ اور اس کی خلافت پر (یعنی یزید کی) امام حسینؓ کے بعد اجماع ہو گیا تھا (ہو چکا تھا) (آیات محکمات ص ۴۹ تا ۵۰)

یزید نام سے محبت

زمانہ حال کے مشہور مصری عالم سید محب الدین خطیب اپنی کتاب "شیعہ سنی اتحاد" میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفرؓ متوفی ۸۰ھ کے ایک لڑکے کا نام ابوبکر۔ اور دوسرے کا معاویہ تھا اور معاویہ ابن عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے بیٹے کا نام یزید رکھا۔ کیوں کہ وہ یزید کو نیک سیرت اور خوش اطوار سمجھتے تھے۔

محمد بن حنفیہ کا اعلان حق

محمد بن حنفیہؒ کے ایک بیان سے اس امر کی تائید ہوتی ہے ابن مطیع محمد بن حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دوران گفتگو کہا کہ یزید شرابی ہے۔ نماز کا تارک ہے اور تارک قرآن ہے۔ ابن حنفیہ نے کہا۔ غلط ہے۔ میں خود اس کے پاس جاتا ہوں کئی روز ٹھہرتا ہوں میں نے اسے پابند صلوٰۃ تابع سنت۔ طالب خیر اور مذہبی مسائل کو دریافت کرنے والا پایا ہے۔ ابن مطیع نے کہا یہ محض اس کا تصنع اور نمود تھا۔ ابن حنفیہ نے کہا۔ اس کا مجھ سے کون سا نفع و نقصان وابستہ تھا کہ اسے نمود و نمائش کی ضرورت لاحق ہوتی بلکہ تم کی مے خواری سے متعلق آپ کو بتا دیں۔ اگر اس نے آپ کو خود بتایا ہے تو لامحالہ آپ اس کے ہم نوالہ ہم پیالہ ہیں اگر اس نے خود نہیں بتایا تو بلا دانست و علم شہادت درست نہیں (یعنی یہ سب کچھ جھوٹ ہے) ابن مطیع نے کہا گو ہم نے دیکھا نہیں مگر بات درست ہے

تو ابن حنفیہ نے کہا گواہی اور شہادت کے لئے علم و دانست ضروری ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ بِمَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ اور یاد رکھو کہ مجھے تمہارے اس امر سے کوئی سروکار نہیں ہے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۲)

جب حضرت علیؓ کے فرزند محمد بن حنفیہ یزیدؒ کی صفائی پیش کرتے ہیں اور اس کو عمدہ صفات کا حامل سمجھتے ہیں، تو شیعہ اہل سنت سے یہ توقع کس بنا پہ قائم کر سکتے ہیں کہ وہ حضرت معاویہؓ اور دیگر صحابہؓ جو یزیدؒ سے بدرجہا افضل و بہتر ہیں کے بارے میں ان کے برخلاف موقف کی حمایت کریں گے۔ (ص ۱۱۹۔ ۱۲۰، کتاب تسبیعہ سنی اتحاد طبع لاہور ناشر جامع محمدیہ اوکاڑا)

٦

باب چہارم

امیر المومنین یزیدؒ کی مخالفت کے لیئے سیدنا حسینؓ، سیدنا معاویہؓ کی وفات کے منتظر تھے!

سیدنا حسینؓ جناب معاویہؓ کی زندگی میں خاموش آپ کے عطا کردہ وظائف سے مستفید ہوتے رہے۔ جب سیدنا معاویہؓ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ تو دمشق میں امیر المومنین یزیدؒ کی بیعت عام کے بعد مدینہ منورہ میں حاکم مدینہ نے سیدنا حسینؓ کو بلا بھیجا، تو آپ نے جو عہد و پیمان سیدنا حسنؓ کی وفات پر کوفیوں سے کئے تھے۔ کہ امیر معاویہؓ کو مرنے دو بقول نقوی صاحب یہ

آخری فقرہ بڑا دور رس تھا۔ یعنی جب معاویہؓ مر جائیں گے اور جانشین نامزد کر جائیں گے۔ تو وہ وقت ہو گا جب ہماری طرف سے کوئی دوسرا اقدام کیا جائے گا۔ (شہید انسانیت) لہٰذا اس عہد و پیمان کے مطابق دوسرا قدم اٹھانے کا وقت آپ کو یاد تھا۔ جونہی انہیں سیدنا معاویہؓ کی رحلت کی خبر ملی تو اپنے دلی مقاصد کی برآوری کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس سلسلہ میں آپ کا پہلا قدم اس طرح اٹھاتے ہیں کہ حاکم مدینہ کی پر امن طلبی پر تیس مسلح جوانوں کو ساتھ لے گئے تاکہ اگر حاکم مدینہ بیعت کرنے پر مجبور کرے تو اس کا جواب طاقت سے دیا جائے۔ اور کسی قیمت پر بھی یزید کی بیعت نہ کی جائے۔ خواہ جنگ کا آغاز ابھی سے کیوں نہ کرنا پڑے۔ نہیں سوچتے کہ اس کے نتائج کیا برآمد ہوں گے لہٰذا آپ حاکم مدینہ سے واپس آ کر مدینہ سے مکہ اور پھر بعد میں وہاں سے کربلا پہنچ جاتے ہیں امیر کی بیعت سے گریز اور اپنی خلافت کی طلب کے نتائج پیدا ہونے تک آپ نے جو کچھ کیا وہی دراصل اس تمام سلسلہ کی روح رواں ہے جسے سمجھ لینے کے بعد قارئین بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔ کہ سیدنا حسینؓ نے خود ہی ایسے حالات پیدا کئے تھے جو بالآخر واقعہ کربلا پر منتج ہوئے

مجلسی لکھتے ہیں۔ پس حضرت نے تیس آدمیوں کو حکم دیا کہ ہتھیار سج لیں۔ جب سب تیار ہو گئے تو امام حسینؓ اپنے ہمراہ لے گئے اور فرمایا کہ تم سب دروازے پر ٹھہرو جب میری آواز بلند ہو تو اندر چلے آنا۔ جب امام حسینؓ داخل مجلس ولید ہوئے۔ دیکھ کر مروان ولید کے پاس تنہا بیٹھا ہے۔ ولید نے خبر مرگ معاویہؓ حضرت سے بیان کی۔ حضرت نے فرمایا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ولید نے یزید کا خط پڑھا۔ حضرت نے فرمایا مجھے یہ گمان نہیں ہے کہ مجھ سے پنہاں تم یزید کی بیعت کرنے پر راضی ہو۔ ضرور چاہو گے کہ اعلانیہ لوگوں کے سامنے میں بیعت کروں۔ ولید نے کہا۔ ہاں یہی مقصود ہے۔ حضرت نے فرمایا کل صبح اس باب میں جواب دوں گا۔ ولید نے کہا بہت اچھا خدا حافظ آپ تشریف لے جائیں پھر مجمع مردم میں آپ سے ملاقات ہو گی۔ (ص ۲۳۴ باب ۵ جلاء العیون) دوسرے شیعہ مورخ اور باقی مورخ بھی معمولی تبدیلی الفاظ کے ساتھ یہی کچھ بیان کرتے ہیں مثلاً شہید انسانیت ص ۲۰۷۔ روضۃ الاصفیا ص ۲۸۲ طبع لاہور۔ طبری ص ۱۹۲ جلد ۲۔ ابن اثیر اور خلدون وغیرہ۔

سیدنا حسینؓ صبح بلانے کے وعدے کے باوجود رات ہی کو مکہ مکرمہ چلے جاتے ہیں

سیدنا حسینؓ حاکم مدینہ سے بیعت دوسرے روز کرنے یا لوگوں کے سامنے بلانے کا وعدہ کر کے اسی رات کو مدینہ منورہ سے امیر المومنین یزیدؒ کے خلاف خروج کر کے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے تھے۔ جس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ مولوی محمد ظفر ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی سرگودھا لکھتے ہیں کہ۔ یزیدؒ کی تجدید بیعت کیلئے حاکم مدینہ نے حسینؓ کو بلایا اور آپ نے جواب دیا کہ اس وقت رات کو بیعت لینے کی بجائے دن میں سب کے سامنے مجھے بھی بلانا۔ ولید نے منظور کر لیا۔ آپ راتوں رات بیوی بچے سمیت مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ یہ رجب کی ۲۸ تاریخ تھی۔ (ص ۱۶۱ دو پھول۔ طبری ص ۱۹۱ جلد ۲۔ تاریخ بنی امیہ ص ۳۴۹۔)

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ: "جوں ہی رات ہوئی امام حسینؓ اپنے لڑکوں

بھائیوں اور بھتیجوں سمیت ابن زبیرؓ کی روانگی کی دوسری شب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ (کتاب ثانی جلد ۵ تاریخ ابن خلدون) اور علی نقی لکھتے ہیں "ابھی رات ختم نہ ہوئی تھی کہ آپ مدینہ سے چلے گئے" (شہید انسانیت ص ۲۷۹)
علامہ مجلسی لکھتے ہیں "کہ جب ولید نے سنا کہ ابن زبیرؓ مدینہ سے چلے گئے ہیں تو ایک شخص کو معہ چالیس سواروں کے اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور جب امام حسینؓ کو گھر میں نہ پایا تو ولید نے کہا، کہ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ وہ یہاں سے چلے گئے۔
(جلاء العیون باب ۵ ص ۲۲۵) اور صادق حسین نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں۔ جانے دو میں ان کا تعاقب نہ کروں گا ممکن ہے وہ مقابلہ کرنے پر تیار ہو جائیں اور مجھے یہ گوارہ نہیں کہ ان کے خون سے ہاتھ رنگوں۔ (جلد ۲ ص ۶۰ تاریخ اسلام صادق حسین)

اہل بصیرت خوب سمجھتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ کا حاکم مدینہ سے دوسرے روز بلانے کا وعدہ فرما کر رات کو ہی مدینہ سے مکہ روانہ ہو جانا بیعت سے حقیقتاً انکار تھا۔ لہذا آپ کا بیعت سے انکار کر کے مکہ مکرمہ چلے جانا حقیقت میں امیر المومنین یزیدؒ کے خلاف خروج ہی کا پہلا قدم تھا اس سلسلہ میں اہل نظر کو سابقہ خلفاء جو اس خلافت سے بہت ہی بلند مقام رکھتے تھے ان کا بیعت سے انکار کرنے والوں کے ساتھ سلوک کو مد نظر رکھنا چاہیئے۔ اور پھر اسی شہر مدینہ رسول پاک میں جب سیدنا علیؓ کی بیعت ہوتی ہے تو سیدنا علیؓ کے فوجیوں نے بیعت نہ کرنے والوں سے جو جو سختیاں اور زیادتیاں کی تھیں وہ بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ اور یہ بھی اہل حق جانتے ہیں کہ بعض بیعت سے انکار کرنے والوں کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے تھے جب کہ بیعت نہ کرنے والوں کے پاس معقول وجہ

تھی۔ کہ خلیفہ مظلوم و شہید کی بیعت ابھی ہماری گردنوں میں ہے۔ اس لئے پہلے قصاص لیا جائے۔ ہم پھر دوسری بیعت کا مطالبہ ہونا چاہئے تھے۔ لیکن مدینہ طیبہ میں لاقانونیت کا دور دورہ تھا۔ عبداللہ بن سبا کے کارندے جو سیدنا علیؓ کے ظاہراً مددگار بنے ہوئے تھے۔ وہ بیعت نہ کرنے والوں سے بیدردی اور سختی سے پیش آ رہے تھے اور کسی مخالف کی جان و عزت محفوظ نہ تھی۔ بلکہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فاروق اعظم جیسی ہر دلعزیز ہستی کو بھی سبائی تنگ کرتے ہیں حتیٰ کہ سیدنا علیؓ کو آپ کی ضمانت دینی پڑی کہ ان کو چھوڑ دو۔ ان کا میں خود ضامن ہوں جب یہ چاہیں گے بیعت کر لیں گے تب آپ کو چھوڑا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تو امیر المومنین یزیدؒ کی بیعت نہ کرنے والوں کے ساتھ ایک جگہ بھی سختی نہیں کی جاتی بلکہ حاکم مدینہ کو جب سیدنا حسینؓ کے چلے جانے کی خبر ملتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اچھا ہوا وہ چلے گئے میں خدا کا شکر کرتا ہوں۔ میں ان کا پیچھا نہ کروں گا۔ لہذا سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ آزادی سے مکہ مکرمہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور کوئی روک ٹوک نہیں کرتا۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور سیدنا ابن عباسؓ نے سیدنا حسینؓ کو امیر یزیدؒ کی بیعت کا مشورہ دیا

مکہ مکرمہ کے راستہ میں جب حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور جناب ابن عباسؓ سے ملتے ہیں تو انہوں نے ان کو مدینہ کے حالات سے آگاہ کیا کہ امیر معاویہؓ فوت ہو گئے ہیں اور مدینہ میں یزیدؒ کی بیعت ہو رہی ہے۔ پھر جو کچھ وہ بزرگ ان کو کہتے ہیں وہ تاریخ کی زبان سے ملاحظہ فرمادیں:۔

مشہور شیعہ مورخ طبری کا اعلان حق

واقدی کہتے ہیں کہ معاویہؓ کی خبر

مرگ اور یزید کی بیعت کا حکم جب ولید کو پہنچا تو ابن عمرؓ مدینہ میں نہ تھے، اور ابن زبیرؓ و حسینؓ کو جب بیعت کے لئے بلایا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اور اسی رات کو مکہ روانہ ہو گئے۔ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ مکہ سے آ رہے تھے۔ وہ ان کو راستے میں ملے اور پوچھنے لگے کیا خبر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ موت معاویہؓ اور بیعت یزید۔ ابن عمرؓ نے کہا تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو۔ لیکن ابن زبیرؓ اور حسینؓ نہ مڑے۔ پھر ابن عمرؓ مدینہ چلے گئے۔ وہیں ٹھہرے رہے اور ولید بن عتبہ کے پاس آ کر انہوں نے بیعت کر لی اور ابن عباسؓ نے بھی (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۲)

ابن خلدونؒ بھی تصدیق کرتے ہیں

عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت مکہ میں تھے اور وہاں سے یہ بزرگ واپس آ رہے تھے۔ اثنائے راہ امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ سے ملاقات ہو گئی۔ ان دونوں بزرگوں نے امیر معاویہؓ کے مرنے کی اور بیعت یزید کا حال بتایا۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین میں تفرقہ مت ڈالو۔ لیکن حسینؓ اور ابن زبیرؓ نہ مڑے اور مکہ چلے گئے۔ عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ مدینہ چلے آئے۔ اور بیعت عامہ کے بعد ان دونوں بزرگوں نے بھی بیعت کر لی۔ (صہ ۱۷ کتاب ثانی جلد ۵ تاریخ ابن خلدون۔ بہ تغیر الفاظ تمام مورخ اس پر متفق ہیں۔ صہ ۴۰ جلد ۲ تاریخ اسلام صادق حسین صہ ۳۶ تاریخ بنو امیہ)

جماعت المسلمین میں تفرقہ کا پہلا بیج۔

اہل حق یہاں ایک بات اچھی طرح نوٹ فرمائیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا یہ ارشاد کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین

میں تفرقہ نہ ڈالو۔ ثابت کرتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ ہستیاں یعنی ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اس بات پر متفق تھیں۔ کہ بیعت سے گریز کر کے امت میں تفرقہ ڈال کر نہ جائیے یہ نبی پاکؐ سے فیض یافتہ ہستیاں اس وقت کے تمام مسلمانوں پر اپنی علمی اور دوسری صلاحیتوں سے امتیاز و تفوق رکھتی تھیں۔ ان کی رائے کو رد کرنا احکام شریعت کی خلاف ورزی کا پیش خیمہ تھا۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگ رہبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کر کے دین حق کا عکس بن چکے تھے۔ اور قیامت تک مسلمانوں کو ان کی رائے اور حکم پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے۔

امیر المومنین یزیدؒ کی سرتابی سے ان دونوں بزرگوں کا حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ کو منع کرنا کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو ہی کافی تھا۔ سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ کو یہ نصیحت کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور تفرقہ ڈال کر نہ جاؤ۔ سیدنا ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ دونوں ہی نے کی تھی۔ اگرچہ الفاظ منسوب ابن عمرؓ ہی سے مورخین نے کئے ہیں۔ لیکن سیدنا حسینؓ کو اگر یہ نصیحت نہ کی گئی ہوتی تو سیدنا ابن عباسؓ اس کی لازماً تردید فرماتے کہ حسینؓ اس نصیحت سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر آپ نے اسکی تردید نہیں فرمائی بلکہ آخر تک یعنی سیدنا حسینؓ کے کوفہ روانہ ہونے تک سمجھاتے رہے کیونکہ جناب ابن عباسؓ حسینؓ کے چچا تھے، اور نہیں چاہتے تھے کہ آپ کو کوئی تکلیف ہو۔ بلکہ ہمارا تو یہاں تک خیال ہے کہ اتنے اہم معاملہ پر ضرور سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے بھی سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ کو امیر المومنین یزید کے خلاف اٹھنے سے منع فرمایا ہوگا۔ اور آنحضور صلعم کا ارشاد بھی سنایا ہو گا۔ کہ جو شخص امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری بلکہ اللہ تعالیٰ

کی نافرمانی کرتا ہے، جو شیعہ مورخین نے تقیہ کی بنا پر تاریخ کی کتابوں سے غائب کر دیا ہے۔ کیوں کہ سیدنا ابن عباسؓ جو ابھی ابھی مکہ مکرمہ میں امیر یزیدؒ کی بیعت کر کے آئے تھے۔ اور وہاں آپ نے فرمایا تھا۔ کہ امیر یزیدؒ اپنے خاندان میں صالح فرزند ہے یہاں کس طرح خاموش رہ سکتے تھے۔ جب کہ خاص طور پر دربار نبوت سے اطاعت امیر کا حکم ملا ہوا تھا

سیدنا حسینؓ کا مقصد صرف حصولِ خلافت تھا

اہل حق کو یہاں اس بات پر اچھی طرح غور کرنا چاہیے کہ اگر امیر یزیدؒ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص ہوتا تو اول یہ بزرگ نہ تو خود امیر سے خلافت کی بیعت کرتے اور نہ سیدنا حسینؓ و ابن زبیرؓ کو امیر کے خلاف اٹھنے سے روکتے۔ ان دونوں بزرگوں کا سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ کو امیر کی بیعت سے گریز کر کے مدینہ سے چلے آنے کو یہ کہنا کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو۔ ثابت کرتا ہے کہ امیر میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص نہ تھا کیوں کہ ان بزرگوں کی شان کے خلاف تھا کہ یہ ایک غلط کار انسان کے لئے ابنِ زبیرؓ اور سیدنا حسینؓ کو خدا سے نہ ڈراتے۔ اور نہ ہی تفرقہ ڈالنے والے کہتے۔

اگر امیر میں کسی قسم کا کوئی بھی عیب ہوتا تو سیدنا حسینؓ و ابن زبیرؓ دونوں ان بزرگوں کو برملا کہتے کہ ہم تفرقہ نہیں ڈال رہے بلکہ یزیدؒ میں فلاں فلاں عیب ہیں اس لئے ہم اس کی بیعت نہیں کرتے۔ یا یوں کہتے کہ یزید کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو جو خلافت کا اہل ہو منتخب کر لو ہم اس کی بیعت کر لیتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا اب یا اس کے بعد اپنی زندگی میں کسی بزرگ کے روبرو اور کسی ایک جگہ یہ بھی امیر

یزیدؒ کے کریکٹر و چال چلن اور طور اطوار کے متعلق ایک لفظ بھی اس وقت جب ان کو تفرقہ ڈالنے پر خدا سے ڈرایا جا رہا ہے، اور نہ ہی کسی دوسرے موقعہ پر ان بزرگوں کا اپنی زبانوں سے نہ کہنا آخر کس بات کی دلیل ہے۔ اگر امیر میں کوئی بھی نقص ہوتا تو یہ دونوں بزرگ ہر حالت میں اس کو بیان کرتے کیونکہ دنیائے اسلام میں فقط یہی دو شخص تھے جو امیر المومنین یزیدؒ کے مقابلہ میں خلافت کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ اور دنیا کا یہ مانا ہوا اصول ہے کہ لوگ اپنے مد مقابل پر طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں۔ اور جب تک ایسا نہ کریں ان کے اقدام کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن یہ دونوں بزرگ امیر یزیدؒ پر کسی قسم کا بہتان اور الزام تراشی کرنا اپنے ایمان کے خلاف سمجھے۔ کتب تاریخ سے ان دونوں بزرگوں کی زبان سے امیر یزیدؒ کے خلاف ایک لفظ بھی ثابت کرنا ناممکن ہے لہٰذا ان دونوں بزرگوں کا امیر یزیدؒ کے خلاف خلافت کے لئے کھڑا ہونا امیر کی نااہلیت پر دلیل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان دونوں بزرگوں کا اقدام دلیل اور حجت ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ایک طرف تو تمام صحابہ کرامؓ اور باقی تمام مسلمان ہیں اور دوسری طرف یہ دونوں بزرگ۔ اور وہ فتنہ پرور دین میں تفرقہ ڈالنے والے سبائی جو سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؓ کے قاتل اور سیدنا حسنؓ پر حملہ کرنے اور آپ کا سامان لوٹنے والے ہیں۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے تو ہر حق پسند شخص اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ دونوں بزرگ خلافت کو اپنا خاندانی حق سمجھ کر تمام صحابہ کرامؓ اور دوسرے مسلمانوں کے سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود بھی اپنی ضد پر قائم رہے۔

کیا ایک نیک انسان راتوں ہی رات میں فاسق ہو گیا

میری قوم کے ناخداؤ! خدارا انصاف اور دیانتداری کو پیش منظر رکھ کر اس بات پر غور کیجئے کہ کبھی ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی عمر کے ۳۸ سال تک تو نیک اور پاکباز رہے اس کی جوانی بے داغ ہو لیکن جب اس کے بچے جوان ہو جائیں۔ اس پر نہایت ہی اہم ذمہ داریوں کے پہاڑ ڈال دیئے جائیں اور وہ ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے اس کے دل میں عظیم اور مرحوم باپ کا ناقابل فراموش موت کا غم بھی تازہ ہو اور دیکھا یک بیئے عشرے یا پندرہ بیس دن یا ایک ماہ میں ایسا بدل جائے کہ دنیا میں اس جیسا اور کوئی برا شخص نظر ہی نہ آئے۔ افسوس صد افسوس کہ اسلام کے "علمبرداروں" نے انسانیت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا۔ اور ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ کذب کی انتہا کر دی اور آسمان و زمین کے قلابے ملا دیئے۔ جو قوم دنیا کو راہ راست پر لانے کے لئے وجود میں آئی تھی وہ خود ہی تقلید کی اندھی غار میں گر کر تماشہ بن کر رہ گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ۔ امیر المومنین یزیدؒ ۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ (ص ۲۲۵ جلد ۷ البدایہ والنہایہ) (۲۲ھ میں امیر یزیدؒ پیدا ہوئے) اور ۶۰ھ میں عہدہ خلافت پر متمکن ہوئے اس لحاظ سے جناب معاویہؓ کی وفات حسرت آیات پر امیر کی عمر ۳۸ سال ہوئی آج تک شیعہ سوشئین کو چھوڑ کر باقی تمام نیک مسلمانوں کا اس بات پر مکمل طور پر اتفاق ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی وفات تک امیر المومنین یزیدؒ میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ تھا جس کا ثبوت اصحاب نبی پاکؐ کے عمل سے واضح طور پر ملتا ہے۔ کہ آفتاب نبوت کے روشن ستاروں نے امیر یزیدؒ کے زیر امارت فرائض نمازیں اور مناسک حج ادا فرمائے۔

بلکہ امیر کی قیادت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کئے۔ لہٰذا سیدنا حسینؓ بھی امیر کو نیک کردار ہی جانتے تھے۔ سیدنا حسینؓ کا امیر یزیدؒ سے بیعت نہ کرنے کے جو وجوہات بیان کئے جا رہے ہیں یہ حسب سابق پروپیگنڈا ہے۔ کیونکہ جب دمشق میں سیدنا معاویہؓ کی وفات پر امیر کو ذمہ داریاں سنبھالنا پڑیں۔ اتنی بڑی ذمہ داریاں اور پھر بہت ہی شفیق و مہربان باپ کا غم اور ۳۴ سال کی عمر جس میں ہر انسان اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ ایک نیک خو رات ہی رات میں کس طرح بدخو ہو سکتا ہے: اور یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ ان حالات کے ہوتے ہوئے تو ایک بداطوار سے بداطوار انسان بھی کم از کم ننگ و ناموس برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو کچھ مدت کے لئے تو راست رو رکھتا ہے۔ اسے علم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کسی کو معاف نہیں کرتا۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی دگرگوں ہے۔ اور دنیا کے تمام اصول ہی بالائے طاق رکھ کر کہا جا رہا ہے کہ امیر یزیدؒ رات ہی رات میں فاجر و فاسق ہو گئے تھے۔ اور اب انہیں کسی صورت بھی معاف نہیں کیا جا سکتا سبحان اللہ! رات تو تھے نیک خو اور صبح ہوتے ہی بدخو ہو گئے۔ کیوں اس لئے کہ شام کے وقت مدینہ منورہ میں سیدنا معاویہؓ کے فوت ہونے کی خبر پہنچتی ہے۔ اور اسی وقت سیدنا حسینؓ کو بیعت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ سیدنا حسینؓ برملا تو بیعت سے انکار نہ کر سکے۔ لیکن ذہن میں کوئی دوسرا پروگرام رکھتے تھے فرماتے ہیں کہ صبح جب تمام لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے تو اس وقت مجھے بھی بلانا۔ لیکن جیسا کہ دنیا کو علم ہے کہ آپ مدینہ سے رات ہی رات میں امیر کے خلاف خروج کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اور امیر یزیدؒ کو بعد آنے والے کوفی سبائیوں اور اندھی عقیدت

کے پجاریوں نے رات ہی رات میں فاسق بنا دیا۔ عقل مندی اور راست بازی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کے ایک ایک عمل پر غور کریں اور دیکھیں کہ جب ان بزرگوں نے امیر المومنین یزیدؒ کے خلاف کسی قسم کی کوئی بات نہیں کہی بلکہ ہر آن ستائش کی ہے۔ تو پھر ہم کیوں ان کو نئی تعزیہ بازوں کے بہکانے میں اگر صحابہ کرامؓ کے مسلک کے خلاف چل رہے ہیں جس شخصیت پرستی کو آنحضور صلعم نیا ہے مٹانے آئے تھے، بدقسمتی سے مسلمان پھر اسی اندھی تقلید کے باعث بعض بزرگان دین کے کچھ مقام کو حد سے زیادہ بڑھا رہے ہے۔ اور بعض کو ناحق گرا رہے ہیں، جو اسلام کے اصول کے سراسر منافی ہے۔

چراغ تلے اندھیرا

علامہ ابن خلدون کے حقیقت نگار قلم کے چمکدار الفاظ جو ہم نے کتاب کے شروع میں درج کر دیئے ہیں جو آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ علامہ موصوف کے ان الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل فقرے مقدمہ ابن خلدون میں کسی اور نے بڑھا دیئے ہیں۔ اگر نہیں تو اہل بصیرت حضرات کو ہر حالت میں اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ خود علامہ صاحب موصوف بھی اعلان حق کرتے کرتے اندھی عقیدت اور کوفی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اس مثال کا مصداق ہو کر رہ گئے۔ دیگراں نصیحت و خود را نصیحت۔

علامہ صاحب کے بیان میں تضاد

(۱) "وہ فسق و فجور جو یزیدؒ سے اس کی خلافت کے عہد میں صادر ہوا۔ مقدمہ صفحہ ۲۰۲"

(۲) "جب یزیدؒ سے بد عمالیاں آزادانہ ہونے لگیں" صفحہ ۲۰۲ مقدمہ۔

(۳) "جب یزیدؒ کا فسق و فجور تمام اہل زمانہ کے سامنے ظاہر ہو گیا۔ تو طرف داران

اہلبیت نے کوفہ سے حضرت حسینؓ کو بلوایا اور لکھا کہ آپ (جلدی) تشریف لائیں۔ ہم آپ کی پشت پناہی میں ہیں۔ آپ نے سوچا کہ یزید کی بدکرداریوں کی وجہ سے اٹھنا تو ہے ہی خصوصاً جب کہ اس پر قدرت بھی ہے تو پھر تاخیر کیوں کی جائے۔ (ص ۳۴۷ مقدمہ ابن خلدون طبع کراچی)

اہل بصیرت! ان تینوں فقروں سے صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ امیر المومنین یزیدؒ اپنے عہد خلافت میں آزادانہ بداعمالیاں کرنے لگے تھے۔ اور سیدنا حسینؓ نے امیر کی بداعمالیوں کی وجہ سے امیر کے خلاف خروج کیا تھا۔ ان مفروضہ بدعمالیوں کے متعلق تو صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کے بیانات واضح طور پر آپ کے سامنے پیش کر دیئے گئے ہیں، یہاں فقط اس بات کا جواب دینا ہے کہ کیا امیر موصوف نے زمام خلافت سنبھالتے ہی بدکرداریاں شروع کر دی تھیں جیسا کہ علامہ موصوف کا خیال ہے۔ یا کوئی سبائیوں نے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی خاطر پروپیگنڈہ کیا ہے۔ ہم علامہ صاحب کی پیش کردہ خبر کو تحقیق کے ترازو پر رکھ کر اسکا وزن کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں ہم دعوای سے کہتے ہیں کہ علامہ موصوف تاریخی واقعات سے چشم پوشی کر کے محض عقیدت کے جذبے سے لکھ گئے ہیں کہ جب امیر یزیدؒ اپنے زمانۂ خلافت میں بداعمالیاں کرنے لگے تھے تب سیدنا حسینؓ نے امیر کے خلاف خروج کیا تھا۔ حالانکہ سیدنا حسینؓ سیدنا معاویہؓ کی وفات کا سنتے ہی امیر کی بیعت سے گریز کر کے اسی رات مدینہ سے خروج کر کے مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے۔ اور امیر کے ایام خلافت کا زمانہ تو آپ کو فیوں نے دیکھنے کب دیا تھا۔ اس کھلی ہوئی حقیقت سے انکار سراسر حماقت اور تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ ہم صحیح حالات پیش کر کے فیصلہ

اہل حق پر چھوڑتے ہیں۔

سیدنا حسینؓ شروع ہی سے خلافت اپنا خاندانی حق سمجھتے تھے۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کو فرماتے ہیں کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھیے۔ اور پھر سیدنا حسنؓ کے امیر معاویہ سے صلح اور بیعت کے موقعہ پر اپنے بھائی کو جنگ کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور پھر سیدنا معاویہؓ سے بیعت کر لینے کے بعد کوفیوں کو کہتے ہیں کہ اب تو بیعت کر لی ہے اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ معاویہ کو مرنے دو اس وقت دیکھا جائے گا۔ سیدنا حسنؓ نے سفر عقبہ پر آپ کو خلافت کا آرزومند دیکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ دیکھو میں سمجھتا ہوں کہ کوفی تمہیں خلافت پر آمادہ کریں گے ان کے بہکانے میں نہ آنا خلافت ہمارے گھر میں آنیکی نہیں۔

حالات ذیل میں اہل حق کے ملاحظہ کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

سیدنا حسینؓ مسجد کے منبر کو وراثت سمجھتے ہوئے سیدنا فاروق اعظمؓ کو کہتے ہیں "تمہارے منبر سے اتر جائیے"

مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی سرگودھا "دو پھول" ص۲۰ پر لکھتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کے دماغ میں بچپن ہی سے کچھ ایسے خیالات تھے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حکومت کو اپنا خاندانی حق سمجھتے تھے۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا وہ منبر پر خطبہ فرما رہے تھے میں نے کہا کہ "میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے اور اپنے باپ کے منبر پر بیٹھئے"۔ انہوں نے فرمایا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں۔ پھر مجھے اپنے پاس بٹھا لیا میں اوپر بیٹھا ہوا کنکریوں کو الٹ

پلٹ کر تارہا جب وہ منبر سے اترے تو مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے"۔

اسی طرح زید بن علیؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حسینؓ بن علیؓ عمر بن خطاب کے پاس جمعہ کے دن آئے اور آپ منبر پہ تھے۔ اور ان سے حسینؓ نے کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رو پڑے۔ پھر فرمایا اے میرے پیارے بیٹے تو نے سچ کہا یہ تیرے باپ ہی کا منبر ہے میرے باپ کا منبر نہیں۔ اس پر حضرت علیؓ بولے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم حسینؓ نے میری رائے سے نہیں کہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ نے سچ کہا واللہ اے ابوالحسن میں آپ کو تہمت نہیں لگاتا پھر حضرت عمرؓ منبر سے اترے اور حضرت حسینؓ کو پکڑ کر برابر منبر پہ بٹھایا۔ (صفحہ ۱۲ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران) (تاریخ اسلام ذہبی جلد ۳ صفحہ ۹)

اور والاصحابہؓ فی تمیز الصحابہ علامہ ابن حجر جلد ۱ صفحہ ۳۳۲ پر بھی یہ روایت موجود ہے۔ ولیعہدی کے زمانہ میں سیدنا حسینؓ نے جناب امیر معاویہؓ سے فرمایا تھا کہ میں یزیدؒ سے بہتر ہوں اس لئے خلافت میرا حق ہے اور سیدنا معاویہؓ نے جواب دیا تھا کہ برخوردار یزیدؒ امت محمدیہ کے انتظامی امور میں تم سے بہتر ہے۔ جس کو الامتہ والسیاستہ کے شیعہ مؤرخ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ واللہ یزیدؒ امت محمدیہ کے انتظامی امور میں تم سے بہتر ہے پھر آپ خاموش ہو گئے ان دونوں کی مثال اس طرح ہے کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا عثمانؓ کے درمیان جب خلافت کا معاملہ ہوا تو جب سیدنا عثمان غنیؓ خلیفہ منتخب ہو گئے، تو سیدنا علیؓ فرماتے تھے کہ یہ فیصلہ ٹھیک نہیں ہوا جانب داری سے کام لیا گیا ہے۔ لہٰذا آخر آپ نے قوم کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا۔ لیکن سیدنا حسینؓ اس بات پر مصر تھے کہ خلافت میرا

حق ہے۔ میں اس سے دست بردار ہونے کو ہرگز تیار نہیں ہوں اور جب بھی موقعہ ملا اس کو حاصل کر کے رہوں گا۔ جس کا ثبوت مندرجہ ذیل واقعات سے اچھی طرح ملتا ہے۔

سیدنا حسنؓ مصالحت کے خواہش مند تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ جب خلافت حسینؓ کے بھائی حسنؓ کو ملی تو انہوں نے مصالحت کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن حسینؓ کو یہ بات شاق گذری۔ انہوں نے اس بارے میں اپنے بھائی کی رائے کو درست نہ سمجھ بلکہ اہل شام اور امیر معاویہؓ سے لڑائی کرنے پر زور " ۔ ان کے بھائی حسنؓ نے کہا کہ خدا کی قسم تجھے گھر میں قید کر دوں گا۔ اور دروازہ بند کر دونگا۔ جب تک کہ میں اس کام یعنی صلح سے فراغت نہ پالوں اس کے بعد تمہیں نکلنے دوں۔ جب حسینؓ نے یہ حالت دیکھی تو خاموش رہے"۔ (ص ۱۵۰ جلد ۵ البدایہ والنہایہ)

ڈاکٹر طہٰ حسین "علی و بنوہ" کے تحت لکھتے ہیں

حسینؓ بن علیؓ نے اپنے بھائی حسنؓ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ اور صلح و امن کی طرف ان کے میلان کو نہیں مانا۔ انہوں نے اپنے بھائی پر لڑائی میں چلنے پر زور دیا۔ لیکن حضرت حسنؓ نے منع کیا اور ڈرایا کہ اگر میری اطاعت نہ کریگا تو بیڑیاں پہنا دی جائیں گی"۔ (علی و بنوہ ص ۲۰۲) اھد

ناسخ التواریخ میں ہے کہ

حسینؓ کہنے لگے کہ میں موت پر راضی تھا بر نسبت اس صلح کے۔ یہ بہتر تھا کہ اس وقت کوئی میری ناک کاٹ دیتا اور میرے بدن کو چھریوں سے پارہ پارہ کر دیتا۔ میں نے بکراہت اپنے بھائی حسنؓ کی اطاعت قبول کی۔ (تاریخ ابو مخنف اور

تاریخ التواریخ ص ۹۷ جلد ۵ کتاب دوم بحوالہ قاطع الانف)

عمدۃ المناظرین مولوی جہانگیر خان شکوہ آبادی لکھتے ہیں۔ صاحب فصول وغیرہ علماء حضرات شیعہ نے بروایت ابو مخنف لوط بن یحییٰ کے جو معتمدین و مجتہد حضرات امامیہ سے ہے یہ روایت حضرت حسینؓ سے نقل کی ہے۔ فرمایا حضرت حسینؓ نے کہ میں بہت برا جانتا ہوں اس کو جو میرے بھائی حسنؓ نے میرے ساتھ کیا۔ معاویہؓ کے ساتھ صلح کرنے کی بجائے کاش کہ میرا بھائی میری ناک تلوار سے کاٹ دیتا یہ مجھے اتنا ناگوار نہ گذرتا۔ (ص ۱۲۶ مظہر الغرائب بحوالہ تحفہ شیعہ)

"جب حضرت حسنؓ کی آخری وقت میں حالت خراب ہونے لگی تو آپ نے حضرت حسینؓ کو بلا کر وصیت کی ہمارے خاندان میں خلافت آنے کی نہیں کیونکہ حضرت علیؓ کو خلافت پہنچی تو تلواریں میانوں سے باہر نکل آئیں اور ان کی شہادت تک یہ معاملہ طے نہ ہوا۔ برادر عزیز مجھے خدشہ ہے کہ اہل کوفہ ہماری محبت کا دم بھر کر تمہیں یہاں سے نکالنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے فریب میں نہ آنا"۔

(تاریخ اسلام اکبر شاہ ص ۵۰ جلد ۲) (ص ۹۹ جلد ۲ صادق حسین) (ص ۱۹۵ تاریخ الخلفاء سیوطی) (روضۃ الاصفیا ص ۱۹)

سیدنا حسینؓ مناسب وقت کے منتظر تھے

مجلسی لکھتے ہیں کہ "شیخ و سید ابن طاس و ابن شہر آشوب وغیرہ ہم نے روایت کی ہے کہ جب امام حسنؓ نے انتقال فرمایا تو شیعان عراق نے مستعد ہو کر ایک عریضہ امام حسینؓ کو لکھا کہ ہم معاویہؓ کو خلافت سے معزول کر کے آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ حضرت امام حسینؓ نے اس وقت ان کی صلاح بروقت نہ مانی اور فرمایا کہ معاویہؓ کو مرنے دو اس وقت دیکھا جائیگا

(صفحہ ۲۳۴ باب ۵ فصل ۱۲ جلاء العیون اردو)

شیعہ مورخ علی نقوی صاحب "شہید انسانیت" میں اس سلسلہ میں خوب وضاحت سے لکھتے ہیں۔ علی بن محمد بن بشیر ہمدانی کا بیان ہے کہ میں ابو سفیان بن ابی لیلی کی معیت میں مدینہ پہنچا اور امام حسنؓ کے پاس ملنے گیا۔ آپ کے پاس اس وقت مسیب بن بخبہ و عبداللہ بن وداک تمیمی اور سراج بن مالک خشعمی موجود تھے میں نے کہا سلام ہو تم پر اے مومنوں کے ذلیل کرنے والے۔ آپ نے فرمایا وعلیکم سلام بیٹھو۔ میں مومنوں کی ذلت کا باعث نہیں، بلکہ میں نے تو ان کی عزت رکھ لی ہے۔۔۔ پھر ہم لوگ اٹھ کر امام حسینؓ کے پاس گئے اور پوری گفتگو بیان کی۔ آپ نے فرمایا۔ "ہر شخص تم میں سے خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ جائے اور بیٹھا رہے اس وقت تک جب تک معاویہؓ زندہ ہے" یہ آخری فقرہ درحقیقت بڑا دور رس تھا۔ یعنی جب معاویہ دنیا سے جانے لگیں گے اور اپنے بعد جانشین نامزد کر جائیں گے تو وہ وقت ہوگا جب ہماری طرف سے کوئی دوسرا اقدام کیا جائیگا۔

(ص ۱۲۳ شہید انسانیت اور رجال کشی ص ۷۳)

آگے چل کر نقی صاحب اسطرح لکھتے ہیں۔ جب حضرت حسنؓ کی وفات ہوئی اور عراقی شیعوں میں حرکت پیدا ہوئی، تو انہوں نے امام حسینؓ کو لکھا کہ ہم لوگ معاویہؓ کی بیعت توڑ کر آپ سے بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں ہم میں اور معاویہؓ میں معاہدہ ہوچکا ہے اس کا توڑنا میرے لیے صحیح نہیں بیشک جب معاویہ کا انتقال ہوگا تو اس وقت دیکھا جائیگا۔ (شہید انسانیت ص ۱۴۶ از ۱ جلد ۳ مقتل ابو مخنف طبع نجف)

سیدنا حسنؓ کی وفات پر جب کوفی آپ کے پاس آنے جانے لگے تو حاکم مدینہ نے امیر

معاویہؓ کو حالات سے آگاہ کیا اس سلسلہ میں شیعہ مجتہد ملا مجلسی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کوفی سیدنا حسینؓ کو مدت سے اکساتے رہتے ہیں۔ گورنر مدینہ نے امیر معاویہؓ کو لکھا کہ ایک گروہ عراق کا حسینؓ کے پاس آمد و رفت رکھتا ہے اور وہ ان کو طمع خلافت دلاتا ہے مجھے خوف ہے کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے اب مجھے جو حکم ہو اس کی تعمیل کروں (ص ۳۶۹ باب ۵ جلاء العیون)

سیدنا معاویہؓ کا سیدنا حسینؓ کو نصیحت کرنا۔ مجلسی لکھتے ہیں "آپ کے کئی ایک امور مجھے دریافت ہوئے اگر وہ درحقیقت سچے ہیں تو لازم ہے کہ انہیں ترک کرو اس لئے کہ جس نے خدا سے عہد و پیمان کیا۔ اسے لازم ہے کہ اپنے عہد و پیمان وفا کرے۔ اگر جو کچھ میں نے سنا ہے وہ باطل ہے تو اس تہمت سے اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھئے۔ اور جب آپ عہد شکنی کریں گے تو میں بھی عہد شکنی کروں گا۔ اور اگر میں تمہارے غدر آئیں گے تو میں بھی آپ سے مکر کروں گا۔ پس امت کے اجماع کو برہم نہ کرو، اور موجب ملامت و فتنہ نہ ہو۔ جب کہ آپ لوگوں کو پہچانتے ہیں اور امتحان کر چکے ہیں اس لئے اپنے اوپر رحم، اپنے دین اور اپنے نانا کی امت پر رحم کرو ان خروں اور احمقوں سے دھوکہ نہ کھائیے۔

(ص ۳۶۹ باب ۵ فصل ۱۲ جلاء العیون اردو) (ص ۲۸۷ کتاب دوم ناسخ التواریخ)

اس خط کو بلاذری نے اس طرح بیان کیا ہے۔ تمہارے بارے میں مجھے ایسی خبریں ملی ہیں جو اگر صحیح ہوں تو کچھ بعید نہیں کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ تم خلافت کے لئے جدوجہد ترک کر چکے ہو گے۔ اگر یہ خبریں غلط ہیں تو تم بڑے خوش نصیب ہو۔ کوئی ایسا کام نہ کرو کہ میں تم سے مودت و محبت کے تعلقات توڑنے پر مجبور ہو جاؤں اور بدسلوکی سے پیش آؤں۔ کیوں کہ تم اگر کوئی غلط قدم اٹھاؤ گے تو میں بھی اٹھاؤں گا اگر میرے ساتھ کوئی چال چلو گے تو میں بھی چلوں گا۔ حسینؓ خدا سے ڈرتے رہو، مسلمانوں میں پھوٹ نہ

ڈالو اور انہیں خانہ جنگی کی طرف نہ دھکیلو۔ (کتاب انساب الاشراف بلاذری)

اس خط کا جواب جو سیدنا حسینؓ نے دیا وہ مجلسی کی زبانی سنیں۔ میں تم سے ارادہ جنگ نہیں رکھتا اور میں تم سے مقام مخالفت میں بھی نہیں مگر بخدا سوگند میں ڈرتا ہوں کہ پیش از خدا تیرے ترک مخالفت سے مستحق عتاب ہوں۔ تو نے مجھے لکھا ہے کہ اپنے اوپر اپنے دین اور اپنے نانا کی امت پر رحم کرو۔ اور اس امت میں فتنہ برپا نہ کرو۔ پس واضح ہو کہ میں کوئی فتنہ اس امت میں تیری خلافت سے عظیم نہیں جانتا اور کوئی چیز اس سے بہتر نہیں جانتا کہ تجھ سے جہاد کروں۔ (ص ۲۷۰ باب ۳ جلاء العیون)

ان اقتباسات کتب تاریخ وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسینؓ حکومت کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہوئے کسی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور بزرگوں کے سمجھانے کے باوجود بھی بعض اوقات جو کچھ دل میں آتا کر گزرتے تھے۔ لیکن یہ ذیل کا واقعہ تو بالکل صاف بتا رہا ہے کہ آپ حکومت وقت کو کچھ بھی نہ سمجھتے تھے۔ شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران میں واقعہ اس طرح درج ہے۔ کہ ایک دفعہ صوبہ یمن سے خراج اور محاصل وغیرہ کا مال امیر معاویہؓ کے پاس دمشق جا رہا تھا جب وہ قافلہ مدینہ منورہ سے گذرا تو سیدنا حسینؓ نے اس قافلہ کے سارے کے سارے مال کو اپنے قبضہ میں کر کے اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کر لیا۔ (ص ۲۷۱ جلد ۲ شرح ابن ابی الحدید)

اہل نظر جان گئے ہیں کہ سیدنا حسینؓ نازپروردہ شہزادوں کا سا رویہ اختیار کئے ہوئے تھے اور اب حکومت کا وہ "ظلم" جو اس معاملہ میں ان کے ساتھ کیا گیا وہ بھی ملاحظہ فرماویں۔ حالانکہ ایسے فعل کو دنیا کی کوئی بھی حکومت برداشت کرنے کو تیار نہیں ہو سکتی۔ لیکن سیدنا معاویہؓ کی بردباری، حلم اور شفقت نے آپ کو کچھ

بھی رکھنے نہیں دیا۔ اتنے بڑے اور اہم معاملے پر صرف معمولی سی تنبیہ کے سوا کچھ کہا ہی نہیں۔ چنانچہ سیدنا معاویہؓ کا خط سیدنا حسینؓ کے نام اس کا زندہ ثبوت ہے۔ اس میں سیدنا معاویہؓ نے جو لکھا تھا وہ یہ ہے۔ "دراصل والی ایسے مال کا سب سے زیادہ حقدار ہوتا ہے کہ مال زکوٰۃ خراج وغیرہ کا وصول کرے اور پھر اس کو اپنے اختیار سے خرچ کرے اگر تم اس کو نہ لیتے اور میرے پاس آنے دیتے تو جو کچھ تمہارا حصہ تھا اس کی ادائیگی میں، میں ہرگز انکار نہ کرتا۔ لیکن اے بھتیجے میں گمان کرتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں حدت و جوش ہے۔ میرے زمانہ میں تو تم ایسا کام کر بھی گزرو تو میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور تمہاری ان باتوں سے درگزر بھی کرتا ہوں۔ لیکن واللہ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد معاملہ کسی ایسے زبردست کے پاس جائے جو تمہارا مطلق پاس و لحاظ نہ کرے۔ (ص ۲۸۷ جلد ۲ شرح ابن ابی الحدید)

شیعوں کا اعتراف حقیقت "جب معاویہؓ نے وفات پائی اور صلح کی مدت گذر گئی جو حسین بن علیؓ کو اپنی طرف دعوت سے روکتی تھی تو آپ نے حتی الامکان اپنا امر ظاہر کیا اور نا واقفوں کو اپنا حق بتدریج کھول کر بتا یا یہاں تک کہ ظاہر میں آپ کے پاس مددگار جمع ہو گئے پھر آپ نے جہاد کی دعوت دی اور لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔" (ص ۱۸۲ کشف الغمہ معرفۃ الائمہ بحوالہ تحفہ شیعہ)

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء میں لکھتے ہیں جسے سید محمد مجتہد صاحب نے تشئید المبانی میں نقل کر کے دو آتشہ کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ بحالیکہ مردان اہل کوفہ نے امام حسن کی حیات میں بعد صلح کے واقعہ کے امام سے خط و کتابت در بارہ خلافت معاویہؓ کر چکے تھے اور امام نے اس وقت ان کو ٹال دیا تھا

اور اس کے بعد کوفی شیعوں نے امام حسنؓ کی وفات کے بعد معاویہؓ کی حیات میں دوبارہ اس معاملہ میں خط وکتابت کی تھی جس کے جواب میں امام ان سے وعدہ کر چکے تھے اور انہیں امیدوار کر چکے تھے مگر اس وقت معاویہؓ کی مخالفت اس لیے نہ کی تھی کہ وہ بہت سخت زمانہ تھا۔ اس میں کامیابی کی امید نہ تھی۔ اس کے بعد جب امیر معاویہؓ کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے یعنی کوفیوں نے پھر جنگ کے لئے خطوط لکھے اور آپ کی اطاعت قبول کر لی۔ امام صاحب نے ان لوگوں کی حالت دیکھی کہ وہ اس گورنر سے زبردست ہیں جو یزیدؓ کی طرف سے کوفہ میں ہے ظن غالب آگیا کہ چلنا ضروری ہے۔

(بحوالہ ص ۲۱ و ۲۲ حقیقۃ الشیعہ) اور (ص ۲۸ ۵ جلد ۲ تحفہ شیعہ)

گذشتہ بیس سال کے دوران سیدنا حسینؓ کا رویہ

(۱) سیدنا حسینؓ کا سیدنا فاروقؓ اعظم کو یہ کہنا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے ثابت کرتا ہے کہ بچپن ہی سے آپ کے خیالات میں لاڈ پیار کی عادت نے گھر کیا ہوا تھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ دوسروں پر حکم چلانا اپنا حق سمجھتے تھے

(۲) سیدنا حسنؓ پر زور دیتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ سے صلح کی بجائے جنگ کیجائے۔ تاکہ حکومت ہمارے گھر سے نہ جانے پائے۔ سیدنا حسنؓ نے ان کے قول پر فرمایا تھا کہ تم نے اگر کوئی بات صلح کے خلاف کی تو بیڑیاں پہنا کر گھر میں قید کر دیا جائیگا۔

(۳) سیدنا حسینؓ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت ہمارے گھر سے باہر جائے تب ہی تو آپ نے فرمایا کہ صلح سے بہتر تھا کہ میرا ناک کاٹ دیا جاتا اور میرا جسم چھری سے پارہ پارہ کر دیا جاتا مجھے یہ صلح سے محبوب تھا میں نے مجبور ہو کر اپنے بھائی کی اطاعت کی ہے

(۴) صلح کے بعد کوفیوں نے آپ کو جھٹلانے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا

کہ اب تو صلح کر لی ہے مجبور ہوں بیعت توڑنا ٹھیک نہیں اس لئے انتظار کرو وقت
آنے پر یہ کام کیا جائے گا۔

(۵) سیدنا حسنؓ نے اپنے آخر وقت اپنے بھائی حسینؓ سے فرمایا تھا۔ میں جانتا ہوں
کہ کوفی تمہیں خلافت کے لئے خروج پر آمادہ کریں گے۔ دیکھنا خلافت ہمارے
گھر میں ہرگز نہیں آنے کی اس کی کوشش ہرگز نہ کرنا۔ سیدنا حسنؓ جانتے تھے کہ
آپ خلافت کے خواہش مند ہیں۔

(۶) سیدنا حسنؓ کی وفات کے بعد جب دوبارہ کوفیوں نے آپ کو ورغلایا تو آپ نے
کوفیوں کے ساتھ عہد و پیمان اور وعدے وعید کئے کہ وقت کا انتظار کرو معاویہؓ کو
مرنے دو، جب وہ مریں گے اس وقت دیکھا جائے گا۔ علی نقی صاحب فرماتے
ہیں کہ "یہ فقرہ بہت ہی دُور رس تھا۔ کہ معاویہؓ کو مرنے دو پھر دیکھا جائے گا۔

(۷) امیر المومنین یزیدؒ کی ولیعہدی کے وقت آپ نے سیدنا معاویہؓ سے کہا تھا کہ
میں یزیدؒ سے بہتر ہوں۔ اس لئے خلافت میرا حق ہے۔ تو امیر معاویہؓ نے فرمایا تھا، کہ
برخوردار یزیدؒ انتظامی امور میں امت محمدیہ کے لئے تم سے بہتر ہے۔ تو آپ
مجبوراً خاموش ہو گئے۔

(۸) سیدنا معاویہؓ کی وفات پر جب مدینہ منورہ میں آپ کو بیعت کے لئے بلایا جاتا
ہے تو آپ اپنے سابقہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے ساتھ چالیس مسلح
آدمی لے کر جاتے ہیں کہ اگر بیعت کے لئے مجبور کیا جائے تو جنگ جیسے ہولناک
اقدام سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

(۹) سیدنا حسینؓ کا حاکم مدینہ کو یہ کہنا کہ کل صبح لوگوں کے سامنے مجھے بھی بلانا۔

لیکن واپس اگر رات ہی کو مدینہ سے خروج کرکے آپ کا مکہ مکرمہ چلے جانا اپنے سابقہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانا نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۰) جب آپ مدینہ منورہ سے چلے آئے اور راستہ میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی موجودگی میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں (ابن زبیرؓ اور حسینؓ) خدا سے ڈرو۔ اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو (یعنی یزیدؒ سے خلافت کی بیعت کرلو) اگر امیر یزیدؒ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص ہوتا تو یہ دونوں نیک ہستیاں آنحضرتؐ سے تربیت اور آنحضور صلعم کی معرفت اللہ تعالیٰ سے خطاب یافتہ کسی صورت بھی امیر یزیدؒ کی خاطر ان دونوں بزرگوں کو نہ تو خدا سے ڈرائیں اور نہ ہی ان سے تفرقہ انگیزی منسوب کریں۔ اور پھر اگر امیر میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص ہوتا تو سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ یہ دونوں بہادر اور نڈر بزرگ کسی صورت بھی خاموش نہ رہتے اور جب انہیں تفرقہ باز کہہ کر خدا سے ڈرایا گیا تھا تو اس کی پرزور تردید کرتے اور اپنے ان ہمدرد بزرگوں کو (جہاں حکومت کا کوئی کارندہ موجود نہ تھا اور نہ ہی کسی قسم کا ڈر اور خوف تھا) برملا کہتے کہ ہم تفرقہ نہیں ڈال رہے بلکہ ایک ظالم یا فاسق کے خلاف قدم اٹھا کر ثابت کر رہے ہیں کہ مسلمان خدا کے بغیر کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔ بقول سبائیوں کے ولیعہدی کی طرح کیا اب بھی ان کے سروں پر ایک آدمی ننگی تلوار لئے کھڑا تھا جو جان کے خوف سے امیر المومنین یزیدؒ کے عیب بیان نہیں کرسکتے۔ آخر کیا بات تھی کہ ان بہادر بزرگوں کو خدا سے ڈرایا اور تفرقہ باز کہا جارہا ہے اور پھر بھی امیر یزیدؒ کے خلاف ان کی زبانوں سے ایک لفظ بھی نہیں نکلتا۔ یہ بزدل بھی نہ تھے جو کسی سے ڈرتے ہوئے خاموش رہتے۔ لہٰذا ان دونوں بزرگوں کا اس وقت جب انہیں تفرقہ باز کہا جارہا تھا، یا کسی دوسری جگہ جمہور مسلمانوں

کے سامنے امیر المومنین یزیدؒ کے اخلاق اور چال چلن کے متعلق ایک لفظ بھی زبان
سے نہ نکالنا۔ امیر یزیدؒ کی صداقت کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے کیا ابن خلدون اور اس خیال کے
دوسرے لوگ بتا سکتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے کیوں امیر یزیدؒ کی موافقت کی اور سیدنا حسینؓ
اور ابن زبیرؓ جیسے بزرگوں کو اللہ سے ڈرایا اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے والے قرار
دیا۔ کیا ان بزرگوں کا ایمان نعوذ باللہ اس قسم کا تھا کہ وہ ایک فاجر و فاسق کی موافقت کرتے
اور حق پر چلنے والوں کی مخالفت کرتے۔ افسوس کہ بہت سے مسلمان اتنی سی بات بھی
سمجھنے سے قاصر ہیں۔

(۱۱) دار الامن مکہ مکرمہ جاتے ہی سیدنا حسینؓ اپنے سابقہ بیس سالہ طے شدہ پروگرام
کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے خاندانی دشمنوں سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ اور کوفیوں
کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر اس اعلان کو کہ معاویہؓ کو مرنے دو پھر دیکھا جائے گا۔
کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے تایازاد بھائی اور بہنوئی مسلم کو کوفہ اپنی بیعت لینے
کے لئے بھیجتے ہیں۔ کیا ابن خلدون اور اس خیال کے دوسرے لوگ دیانتداری سے
بتا سکتے ہیں۔ کہ امیر المومنین یزیدؒ کے خلیفہ بننے کے کتنے سال بعد مسلم کو کوفہ
بھیجا گیا تھا جو یہ کہا جا رہا ہے کہ "جب امیر یزیدؒ اپنے عہد خلافت میں
حد سے زیادہ بد اعمالیاں کرنے لگے تھے۔ تب سیدنا حسینؓ نے بد اعمالیوں کی وجہ
سے امیر کے خلاف یہ قدم اٹھایا تھا۔" (مقدمہ ابن خلدون) اور کیا ابن خلدون
اور دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاکؐ پر ایمان اور انصاف کو پیش نظر رکھتے
ہوئے یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ نے کتنے سال امیر کے کریکٹر و چال چلن کا امتحان
لے کر اسلام کے اس بنیادی حکم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر اور محبوب محمد

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہوا ہے کہ اسے میرے حبیب اپنے سے کم تر اپنے پیروں سے اپنے کاموں میں
مشورہ کر لیا کرو اور ان کے لئے بخشش طلب کیا کرو اور ان کو معاف بھی کر دیا کرو" (آیہ ۱۵۹ آل عمران) پر
عمل کرتے ہوئے اپنے بزرگوں اور جمہور مسلمانوں سے اس بارے میں مشورہ کر لیا تھا کہ امیر یزید فلاں فلاں عیب
کی وجہ سے خلافت کا اہل نہیں اس لئے اسے خلافت سے معزول کیا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ اس مشاورت
میں امیر کو کس قدر مہلت دی گئی تھی کتنے ماہ پہلے ان کو نوٹس دیا گیا تھا کہ برے کاموں سے باز آجاؤ ورنہ تمام
مسلمان مل کر انہیں ناکوں چنے چبوا دیں گے۔ اور کیا مشاورت میں یہ فیصلہ بھی ہو گیا تھا کہ امیر کو خلافت سے علیحدہ
کر دیا جائے اور سیدنا حسینؓ کو خلیفہ بنا لیا جائے مگر ان تمام باتوں کا جواب نفی میں ہے تو یہ کون سا
اصول ہے کہ اکثریت کے متفقہ فیصلے کو ٹھکرا دیا جائے اور عقیدت ہی کو اوڑھنا بچھونا بنا کر سیدنا حسینؓ کے
خلافت حاصل کرنے کے غلط اقدام کو صحیح سمجھ لیا جائے یہ تو اصول اسلام کے سراسر خلاف ہے اور یہ بھی صاف صاف
بتایا جائے کہ سیدنا حسینؓ کے علاوہ باقی تمام مسلمان جن میں وہ بزرگ اور نیک ترین ہستیاں بھی شامل ہیں جو آنحضور
صلعم سے تعلیم حاصل کر کے ایمان کے اس مقام پر پہنچ چکی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح خطاب فرمایا
کہ اب میں نے ایمان تمہارے دلوں میں اس قدر مضبوط کر دیا ہے کہ اب کفر فسق نافرمانی تمہارے نزدیک بھی نہیں
آسکتی اور تم ہی بھلائیاں حاصل کرنے والے ہو یعنی ہدایت یافتہ ہو۔" (آیہ ۷ حجرات) جن کے مقابلہ میں سیدنا
حسینؓ ایک بچہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ کیا ان تمام مسلمانوں نے اسلام کی تعلیم کو خیرباد کہہ دیا تھا کہ ایک فاسق
انسان کے ہمنوا بن کر سیدنا حسینؓ کو اسکے خلاف اٹھنے سے روک رہے تھے۔ اور سیدنا حسینؓ و ابن زبیرؓ ہی
اس نکتہ کو سمجھتے تھے کہ جب تک خلافت انہیں نہ ملے اسلام خطرے میں تھا اور یہ بھی بتایا جائے کہ اگر امیر یزید میں
نقص تھا تو سیدنا حسینؓ نے جب کوفیوں کو اصل رنگ میں دیکھ کر تین مطالبات پیش کئے تھے کیا امیر اس وقت
یکدم مومن ہو گئے تھے جو ان کے زیر سایہ جہاد کرنے کو تیار ہو گئے تھے یا ان کے پاس جا کر اپنا معاملہ طے
کرنے کو تیار تھے۔ ان تمام واقعات و حالات پر اگر انصاف سے غور کیا جائے تو حقیقت روز روشن
کی طرح سامنے آجاتی ہے۔ جیسا کہ تاریخی حالات صاف اور واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ سیدنا حسینؓ کے مکہ مکرمہ
آنے کے چند دن بعد کوفیوں نے آپ کے ساتھ خط و کتابت اور پرانے وعدے یاد دلا کر اپنا ہمنوا بنا لینے میں اور آپ
مسلم کو کوفہ اپنی خلافت کی بیعت لینے کے لئے بھیج دیتے ہیں۔ اگر عقل سلیم سے کام لیا جاتا تو

تقریباً تقریباً اتنی ہی مدت اس وقت کے سفری لحاظ سے مکہ مکرمہ سے دمشق آنے جانے میں صرف ہوتی ہے۔ یعنی اگر مکہ مکرمہ سے کسی شخص کو دمشق بھیجا جاتا کہ وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر آئے تو اس کے آنے جانے اور وہاں کے حالات کا جائزہ کرنے اور پھر واپس آ کر رپورٹ پیش کرنے میں جتنا وقت صرف ہوتا تھا اتنے ہی وقت اور مدت میں سیدنا حسینؓ کربلا پہنچ چکے تھے جس کا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کوفیوں سے کئے ہوئے وعدوں پر عمل کر رہے تھے یعنی اپنے بیس ہزار والے پروگرام کو بروقت عملی جامہ پہنانے کی کوششوں ہی کی وجہ سے کربلا جیسے دل ہلا دینے والے واقعہ سے آپ کو دوچار ہونا پڑا۔ لیکن علامہ ابن خلدونؒ جیسے بزرگ بھی سبائی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اور عقیدت کا اوڑھنا بچھونا بنا کر اپنے پیش کردہ اصولوں کے خلاف دنیا کو گمراہ کرنے کے لئے انصاف کو عقیدت کی کند چھری سے ذبح کر کے یہ حجت پیش کر دی کہ امیر یزیدؒ اپنے عہد خلافت میں بداعمالیاں کرنے لگے تھے تب سیدنا حسینؓ نے امیر کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا۔

قارئین حضرات! یہ تو کوئی اصولی بات نہیں کہ انسان جذبات کی رو اور اندھی عقیدت کی وجہ سے انصاف کا خون کرنے لگے۔ ماشاءاللہ ہم مسلمان ہیں حق بات کہنا اور حق کی تائید کرنا مسلمان کا فرض ہے اور حق کا ساتھ دینا عبادت کا درجہ ہے۔ اس لئے ہر حق پسند مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان واقعات کا انصاف اور ایمانداری سے فیصلہ کرے کہ جب حالات صاف صاف بتا رہے ہیں کہ سیدنا حسینؓ سیدنا معاویہؓ کے مرنے کا انتظار کر رہے تھے اور جب سیدنا معاویہؓ کے مرنے کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی آپ کو امیر یزیدؒ کی بیعت کے لئے بلایا گیا تو آپ نے بیعت سے گریز کر کے اسی رات مدینہ سے امیر کے خلاف خروج

کر کے مکہ چلا جانا پسند کیا اور اپنے سابقہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے
خاندانی دشمنوں اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے سبائیوں کے ہتھے چڑھ کر دامن کو خیر
باد کہہ دیا۔ اور وہ آپ کو کربلا میں امیر المومنین یزیدؓ کی خلافت پر صحیح طریقہ سے داخل ہونے
سے پہلے ہی قتل کر دیتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ ثابت کر دیتے ہیں کہ جب ہم آپ کے محترم
والد کو جو آپ سے بہت ہی ذی شان تھے معاف نہیں کر سکتے پھر تمہارے قابل قدر بھائی
پر حملہ کر کے انہیں زخمی کر کے ان کا مال لوٹ کر اور کافر کا خطاب دے کر کوفہ سے بھگا کر
اور خلافت سے دستبردار ہونے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ تو آپ کس طرح ہمارے تقیہ کے
ترکش سے نکلے ہوئے تیروں سے بچ کر جا سکتے ہیں۔ افسوس! سیدنا حسینؓ نے نہ سوچا کہ وہ
کن کے سہارے اپنے بزرگوں بھائیوں اور دوستوں کے منع کرنے کے باوجود بھی خلافت
حاصل کرنے جا رہے تھے جس سے سیدنا حسنؓ بھی منع فرما چکے تھے اگر دیانت داری
اور تعصب سے ہٹ کر ان حالات کا جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ سیدنا حسینؓ
نے تو امیر یزیدؓ کا عہد خلافت دیکھا تک بھی نہ تھا۔ تو پھر ابن خلدون کا یہ کہنا کہ جب امیر المومنین
یزیدؓ اپنے عہد خلافت میں حد سے زیادہ بد اعمالیاں کرنے لگے تھے تب آپ نے کوفیوں
کے سہارے امیر کے خلاف یہ قدم اٹھایا تھا کہاں تک مبنی بر حقیقت ہے۔

مکہ مکرمہ میں سیدنا حسینؓ کی مصروفیات

تاریخ شاہد ہے کہ سیدنا حسینؓ
امیر یزیدؓ کی بیعت کے بارے
میں گورنر مدینہ کو یہ کہہ کر کہ جب صبح آپ اوروں کو بیعت کے لئے بلائیں گے تو ہم بھی موجود
ہوں گے۔ رات ہی رات مدینہ سے مکہ چلے آئے تھے اور راستہ میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ
اور جناب ابن عباسؓ کے منع کرنے پر بھی نہ پلٹے تھے۔ یہاں آ کر ابن زبیرؓ تو کعبۃ اللہ کے

پناہ گزین بن کر آرام سے بیٹھ گئے۔ اور آپ حسب پروگرام اپنی خلافت کے لئے کوشش اور راہ ہموار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ گویا اپنے سابقہ بنیں اسالہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ کوفیوں کی سوئی ہوئی دنیا جاگ اٹھی، اور وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی فطرت کے مطابق فساد فی الاسلام کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور انہوں نے سیدنا حسینؓ کو خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ سابقہ وعدے وعید یاد کراتے اور لکھا کہ حضرت جلدی اور فوراً تشریف لائیے یہاں خلافت کا پھل پک کر تیار ہے آئیے اور تناول فرمائیے ہم آپ کے منتظر بیٹھے آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ اور آپ کے آتے ہی یزید کے گورنر کو کوفہ سے نکال دیں گے۔

اہل کوفہ کے لکھانے والے خط سیدنا حسینؓ کے نام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حسینؓ بن علیؓ کو ان کے شیعہ مومنین کی طرف سے۔ جلد روانہ ہو جائیے لوگ آپ کے منتظر ہیں سب کی یہی رائے ہے۔ پس آپ ہی کے اوپر ہم متفق ہیں جلدی کیجئے۔ والسلام۔ از طرف شیث بن ابی یزید بن حارث اور یزید بن رویم۔ عزرہ بن قیس اور عمر بن حجاج زبیدی اور عمر بن تمیمی وغیرہ۔

(۲) عمر بن تمیمی نے کوفہ سے حسینؓ کو لکھا کہ نواحی کوفہ لہلہا رہے ہیں میوہ پختہ ہو گئے ہیں چشمے چھلک رہے ہیں آپ جب جی چاہے آئیے آپ کا لشکر یہاں تیار موجود ہے (ص ۳۱۲ باب ۵ جلاء العیون) اور (طبری ص ۱۷۷ جلد ۲) (شہیدانسانیت ص ۲۵۱) اور (ناسخ التواریخ اور حافظ ابن کثیر بھی یہ خط بیان کرتے ہیں۔

(۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ نامہ ہے سلیمان بن عمرو حبیب بن نجبہ و رفاعہ

بن شداد بجلی و حبیب بن مظاہر و جمیع شیعان و مومنین کی طرف سے بخدمت حسینؓ بن علیؓ کی طرف۔ آپ پر سلام ہو۔ ہم شکر خدا کرتے ہیں۔ کہ اس نے آپ کے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے۔ واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی پیشوا نہیں۔ پس آپ ہماری طرف توجہ کریں۔ اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرما دیں۔ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ اور نعمان بن بشیرؓ حاکم کوفہ نہایت ذلیل و خوار ہو کر دار الامارہ میں بیٹھا ہے۔ اور ہم جمعہ و عیدین کی نمازیں پڑھنے نہیں جاتے اور جب آپ کی تشریف آوری کی خبر ہم کو مل گئی تو ہم اس کو کوفہ سے نکال دیں گے۔ کہ وہ اہل شام سے جا کر ملحق ہو جائے۔ (ص۳۴۴ باب ۵ جلاء العیون) (طبری جلد ۲ ص ۱۷۷) لیکن طبری نے ذلیل و خوار کے الفاظ نہیں لکھے۔ مجلسی لکھتے ہیں کہ "ہر چند خط اسی طرح کے آنحضرت کی خدمت میں پہنچے مگر حضرت تامل فرما کر ان کا جواب نہیں" لکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ہی دن چھ سو خطوط ان مکاروں اور غداروں کے امام حسینؓ کے پاس پہنچے۔ اور جب ان کا مبالغہ و اصرار حد سے زیادہ ہوا اور متعدد قاصد حضرت کے پاس جمع ہو گئے۔ اور بارہ ۱۲ ہزار خطوط کوفے امامؑ کو پہنچے تو حضرت نے ان کو آخری خط کا جواب لکھا (ص۳۴۴ باب ۵ فصل ۲ جلاء العیون)

شیعانِ کوفہ کو سیدنا حسینؓ کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط حسینؓ بن علیؓ کا مومنوں مسلمانوں شیعوں کے نام ہے اما بعد! بہت سے قاصد اور خطوط بیشمار کے جو تم نے مجھے لکھے ہانی و سعید بھی ایک خط تمہارا لائے۔ تمہارے سب خطوط کے مضامین سے مطلع ہوا۔ تم سب نے خطوط میں لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ بہت جلد ہمارے پاس تشریف لائیں خدا آپ کی برکت سے ہم کو بھی ہدایت کرے گا۔ واضح ہو کہ میں تمہارے پاس اپنے برادر

دلپیر عمم ومحل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں اگر مجھے مسلم لکھیں کہ جو کچھ تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے وہ بامشورہ عقلاء و دانایان واشراف وبزرگان قوم لکھا ہے۔ تو اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ (ص۔۱۴۴ باب ۵ فصل ۲ جلاء العیون۔ طبری جلد ۶ ص ۱۷۷۔ ناسخ التواریخ ص۔۲۱ جلد ۳)

روانگی مسلم بطرف کوفہ

جب کوفیوں کے خط اور قاصد سیدنا حسینؓ کے پاس آئے اور آپ نے سمجھ لیا کہ کوفی یزید کے خلاف اور میرے ہمنوا ہیں۔ اور مجھے خلیفہ بنانے کے دل وجان سے متمنی ہیں، تو آپ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم کو جو آپ کے بہنوئی بھی تھے کوفہ روانہ کیا تاکہ وہ وہاں جاکر حالات کا جائزہ لیں۔ اور اگر کوفہ والے مسلم کے ہاتھ پہ آپ کی خلافت کی بیعت کرلیں تو پھر آپ خود کوفہ پہنچ کر خلافت پر قابض ہو جائیں۔ آپ نے کوفیوں کو اس مضمون کا خط بھی لکھا اور مسلم کو سمجھایا کہ ہر بات کو حکام وقت سے پوشیدہ رکھنا۔ اس سلسلہ میں آپ مزید شیعہ مجتہد کی زبانی سنیں۔

مجلسی لکھتے ہیں

جب کوفیوں کا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ تو امامؑ نے اپنے چچا زاد بھائی کو جو عقل وعلم تدبیر، اصلاح ورشد اور شجاعت، سخاوت ومتانت سے ممتاز تھے طلب کر کے کوفیوں سے بیعت لینے کو ہمراہ تین اشخاص دیگر معتمدین کے بجانب کوفہ روانہ کیا۔ اور اپنا راز مخالفین سے پوشیدہ رکھنے اور حسن تدبیر و لطف و مدارات کو فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ اگر اہل کوفہ میری بیعت پر اتفاق کریں تو بہت جلد حقیقت حال سے آگاہ کرنا۔ (ص۔۱۴۲ باب ۵ جلاء العیون)

سیدنا حسینؓ کا خط کوفیوں کے نام

امابعد! آپ لوگوں نے جو کچھ واقعات

دقصص بیان کئے ہیں انہیں میں سمجھ گیا ہوں۔ اور آپ کے پاس اپنے بھائی عم زاد مسلم کو بھیج رہا ہوں جو میرے اہل بیت میں بہت معتبر ہیں۔ جنہیں میں نے حکم دیا ہے۔ کہ تمہارے حال اور امور اور رائے تحریراً مجھے اطلاع دیں۔ اگر انہوں نے مجھے یہ لکھا کہ آپ لوگوں کی جمعیت اور آپ کے عقلمندوں نے اس رائے پر اتفاق کیا ہے۔ جو آپ کے قاصدوں نے مجھ سے آکر بیان کیا ہے تو میں انشاء اللہ العزیز عنقریب آپ کے پاس آجاؤں گا۔ (طبری صہ ۱۷۷ جلد ۲۔ کامل ابن اثیر جلد ۴ صہ ۱۲۹۔ ابن خلدون جلد ۵ صہ ۷۵)

دوسرا مورخ اس طرح لکھتا ہے۔

کوفہ کے لوگ معاویہ کے زمانہ سے ہمیشہ آپ کو طلب خلافت اور خروج کی تحریص کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ ان کے قول و فعل پر اعتماد نہ کرتے تھے۔ جب انہوں نے یزید کی سلطنت میں آپ سے بیعت طلب کرنا اور آپ کے انکار اور مکہ تشریف لے جانے کے متعلق سنا تو متواتر عرائض آپکی خدمت میں لکھے۔ اور قیس بن عمرو، محمد بن عمیر شیعان کوفہ نے انواع و اقسام کے عہد و پیمان اطاعت و جانفشانی کے اپنے عرائض میں درج کئے۔ امام نے احتیاطاً اول مسلم کو معہ کچھ لوگوں کے کوفہ روانہ کیا۔ (صہ ۲۹۴ روضۃ الاصفیا طبع لاہور)

مسلم نے جناب حسینؓ کو کوفہ میں بلایا۔

کوفیوں نے سیدنا النعمانؓ کی شرافت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درپردہ مسلم کو کوفہ بلا کر اس کے ہاتھ پر سیدنا حسین کی خلافت کی بیعت کرنی شروع کر دی اور جب ان مکاروں نے مسلم کو یقین دلا دیا کہ ہم سیدنا حسین کی خلافت پر راضی ہیں تو مسلم نے آپ کو خط لکھا کہ اٹھارہ ہزار کوفیوں نے آپ کی خلافت کی بیعت کر لی ہے۔ اس لئے آپ جلدی سے جلدی کوفہ پہنچ جائیں۔ کیونکہ کوفی آپ کے ساتھ ہیں اور یزید کے خلاف۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے

بالکل سچ ہے۔ اس لئے جلدی تشریف لا دیں۔

طبری لکھتا ہے:۔ اما بعد! پیغام بر اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھ سے آپ کے لئے اٹھارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی ہے میرے خط کو دیکھتے ہی آپ جلدی اس طرف روانہ ہو جائیے کیونکہ سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں اور آل معاویہؓ (امیر یزیدؒ) سے انہیں کچھ مطلب نہیں نہ وہ ان کی خواہش رکھتے ہیں۔ (طبری جلد ۱۱ ص ۲۰۳ طبع دکن)

مسلم کا خط ملتے ہی سبائیوں کے مطابق سیدنا حسینؓ نے حج جیسے عظیم فریضہ کو بھی ترک کر دیا اور جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ آپ حج سے دو دن پہلے ہی خلافت کے حصول کی خوشی میں عزیزوں دوستوں اور بزرگوں کے منع کرنے اور سمجھانے والوں کی نصیحتوں کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے ہوئے مع اہل و عیال کوفہ کی طرف چل دیئے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کو سمجھایا

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ آنحضور صلعم کے چچازاد بھائی ہیں جن کے متعلق آنحضورؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! عبداللہ کو اپنی کلام کی سمجھ عنایت فرما۔ آپ سیدنا علیؓ کے بھی چچا زاد بھائی اور بہترین مشیر تھے۔ سیدنا حسینؓ آپ کے بھتیجے تھے۔ آپ کو سیدنا حسینؓ سے از حد محبت تھی وہ یہ گوارہ نہیں کر سکتے تھے کہ یہ کسی بلا میں مبتلا ہوں جب انہیں معلوم ہوا کہ حسینؓ کوفہ جا رہے ہیں تو وہ بے چین ہو گئے اور حسینؓ کے پاس آ کر انہیں سمجھایا کہ دیکھو تمہارا کوفہ جانا خطرے سے خالی نہیں۔ کوفی تمہیں جنگ جیسی خطرناک تدبیر میں پھنسانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کوفیوں کا بلانا فریب سے خالی نہیں۔ اس خیال میں مت پھنسو۔ لیکن آپ نے مشفق چچا کی نصیحت کو بھی قطعاً کوئی وقعت نہ دی اور جواب دیا کہ وہ کوفہ ضرور جائیں گے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ شیعہ راویوں کے بیانات کو مورخین نے

ان الفاظ میں لکھا ہے۔ حالانکہ سیدنا حسینؓ مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنے ان ہی چچا کے مکان دارالعباس ہی میں فروکش تھے۔ مورخین لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت حسینؓ کے پاس آئے اور فرمایا کیا عراق تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ کیا کرنے والے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ آج کل ہی میں روانہ ہو جاؤں گا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ میں آپ کے حق میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں خدا آپ پر رحم فرمائے۔ مجھے بتلایئے کہ کیا آپ ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہیں جنہوں نے اپنے امیر کو قتل کیا۔ اپنے بلاد کو مضبوط کیا یا اپنے دشمن کو جلا وطن کر دیا اگر انہوں نے ایسا ہی کیا ہے تو آپ وہاں تشریف لے جایئے مگر انہوں نے اس حالت میں آپ کو دعوت دی ہے کہ ان کا امیر ان ہی میں موجود ہے اور ان پر دست قدرت رکھتا ہے اور اس کے عمال اسے خراج ادا کرتے ہیں تو سمجھ جایئے کہ انہوں نے آپ کو جنگ کے لئے بلایا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ آپ کو وہ لوگ دھوکہ دیں گے آپ کو جھٹلائیں گے اور آپ پر حملہ کریں گے اس طرح وہ لوگ آپ کے لئے نہایت شدید اور سخت ہوں گے حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ ہاں میں خدا سے طلب خیر کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ابن عباسؓ چلے گئے۔ (طبری جلد ۶ صہ ۲۱۶۔ کامل ابن اثیر جلد ۴ صہ ۱۵۔ ابن خلدون جلد ۳ صہ ۱۹)

سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؓ نے سیدنا حسینؓ کو سمجھایا

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وہ ذات والاصفات ہیں جنہیں آنحضور صلعم نے "نیک انسان ہیں" کے الفاظ سے نوازا ہوا ہے (بخاری) آپ طبعاً صلح پسند اسلام کے شیدائی اور مسلمانوں کے ہمدرد اور مخلص انسان تھے۔ آپ کو سیدنا حسینؓ سے ازحد محبت اور انس تھی جب آپ نے سنا کہ حسینؓ کوفہ جا رہے ہیں تو آپ آئے اور انہیں نصیحتاً کوفہ جانے سے روکا اور فرمایا کہ آنحضور صلعم نے آخرت کو پسند فرمایا تم چونکہ

آنحضورؐ کی ذریت میں سے جو اس نے دنیا کی طلب نہ کرو۔ بیعت اور خلافت حاصل کرنے کے لئے مکہ سے باہر مت جاؤ۔ ابن عمرؓ نصیحت کرتے کرتے رو پڑے اور حسینؓ کے بھی آنسو نکل پڑے۔ لیکن جو کچھ انہوں نے کہا تھا جناب حسینؓ نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور عبداللہ بن عمرؓ افسوس کرتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے۔ (طبری جلد ۲ صد ۲۱۲۔ ابن خلدون جلد ۳ صد ۹۲۔ ابن اثیر جلد ۴ صد ۱۶۰)

اہل حق حضرات کو ان حالات کا اچھی طرح جائزہ لیتے ہوئے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ بزرگوں کے اس اصرار کے جواب میں بھی سیدنا حسینؓ نے امیر المومنین یزیدؒ کے اخلاق، چال چلن وغیرہ کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا۔ کیا اس سے صاف اور واضح ثابت نہیں ہوتا کہ یہ فسق و فجور کی باتیں بعد آنے والے یاروں نے اڑائی ہوئی ہیں۔

سیدنا ابن عباسؓ کا دوبارہ اصرار

جب سیدنا حسینؓ نے اپنے شفیق چچا سیدنا ابن عباسؓ کے منع کرنے پر بھی ارادہ سفر ملتوی نہ کیا تو دوسرے دن پھر آپ محبت سے مجبور ہو کر سیدنا حسینؓ کے پاس آئے اور فرمایا کہ خیر! اگر تم جانے پر مصر ہو تو اپنی ازواج اور صاحب زادیوں کو تو ہمراہ نہ لے جاؤ۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ جس طرح حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور ان کی ازواج اولاد انہیں دیکھتے ہی رہ گئے تو کہیں وہی حال تمہارا بھی نہ ہو۔ مجھے قسم ہے وحدہٗ لاشریک کی اگر میں سمجھتا کہ تمہارے بال اور گریبان پکڑ کر روک لو (یعنی دست و گریباں ہو جاؤں) یہاں تک کہ لوگ میرا اور تمہارا تماشہ دیکھنے کو جمع ہو جائیں اور تم اس طرح میرا کہا مان لو گے تو میں ایسا ہی کر گزرتا۔ (طبری جلد ۲ صد ۲۱۷۔ کامل ابن اثیر جلد ۴ صد ۱۶۱) ابن خلدون بھی تقریباً یہی الفاظ بیان کرتا ہے۔

غرض یہ کہ بچپا بھتیجے میں بحث و مباحثہ اسی بنا پر تھا کہ سیدنا حسینؓ خروج کا غلط قدم اٹھا کر ہلاک نہ ہو جائیں۔ اور ساتھ ہی سیدنا ابن عباسؓ اصولاً اس خروج کو دینی اور دنیوی طور پر ناجائز سمجھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس رد و کد کے درمیان سیدنا حسینؓ نے اپنے مشفق بچپا سے کہا کہ اب آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ گویا کہ جیسے ہمارے نوجوان بعض اوقات اپنے بزرگوں کو کہہ دیتے ہیں کہ آپ تو اب سترے بہترے گئے ہیں۔ آپ اب ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اب یہ سمجھنا سوچنا نوجوانوں کا کام ہے۔ اس طرح گویا سیدنا حسینؓ نے بھی یوں فرمایا کہ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ اب آپ نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ اکبر! قارئین آگے چل کر کربلا کے مضمون میں دیکھیں گے، کہ سیدنا حسین اعتراف کرتے ہیں کہ اب مجھے لگتا ہیں کہ نے والے حق پر تھے۔ میں نے ان کی مرضی کے خلاف چل کر غلطی کی۔ سیدنا حسینؓ نے اپنے مشفق چچا کو جو جواب دیا حافظ ابن کثیر نے اس کا یہ جملہ اس طرح نوٹ کیا ہے اِنَّكَ شَيْخٌ قَدْ كَبِرْتَ بیشک آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں (ص ۱۶۱ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

حضرت عبداللہ بن مطیعؓ نے بھی آپ کو اس خروج سے روکا

عبداللہ بن مطیع نے حضرت حسینؓ سے کہا کہ کوفہ کا قصد ہرگز مت کیجئے۔ وہ شہر نحس اور شوم ہے۔ ان ہی لوگوں نے آپ کے پدر بزرگوار کو وہاں قتل کیا اور آپ کے بھائی وہیں بیکس و بے بس ہوتے۔ اور ران پر ان لوگوں نے برچھی کا وار کیا۔ کہ جان جاتے جاتے بچی۔ حرم کعبہ کو نہ چھوڑیئے۔ (شہید انسانیت ص ۲۸۸۔ طبری جلد ۲ ص ۱۷۵۔ ابن اثیر جلد ۴ ص ۱۶۳۔ ابن خلدون جلد ۵ ص ۲۰۷)

حضرت عمر بن عبدالرحمٰنؒ نے بھی سیدنا حسینؓ کو اس اقدام سے منع کیا۔

جب اہل کوفہ کے خطوط کے مطابق حضرت حسینؓ نے کوفہ جانے کا فیصلہ کر لیا تو عمر بن عبدالرحمٰنؓ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ کے پاس کسی ضرورت کی بنا پر آیا ہوں۔ جسے میں آپ کی خیر خواہی کے لئے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو کہ آپ میری نصیحت مان لیں گے تو میں اسے بیان کر دوں۔ اور مجھ پر جو حق ہے اسے پورا کر دوں لیکن اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ آپ میری نصیحت نہیں سننا چاہتے تو میں اپنے ارادہ سے باز رہوں۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ آپ بیان کیجیے نہ میں آپ کو دغا باز سمجھتا ہوں اور نہ مجھے یہ گمان ہے کہ آپ کسی ذاتی خواہش کی وجہ سے آتے ہیں۔ عمر بن عبدالرحمٰنؓ نے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں جہاں حکومت کے عمّال اور امراء موجود ہیں اور ان کے پاس بیت المال ہے یہ تو ظاہر ہے کہ لوگ درہم دینار کے بندے ہوتے ہیں آپ کو میں بالکل امن میں نہیں سمجھتا ہوں مجھے اندیشہ ہے یہ لوگ جنہوں نے آپ کو مدد دینے کا وعدہ کیا ہے وہی آپ سے لڑیں گے اور آپ بظاہر جن لوگوں کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں وہی آپ سے لڑنے والوں میں پیش پیش ہوں گے حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میرے عم زاد خدا تم کو جزائے خیر دے مجھے معلوم ہے کہ تم میری خیر خواہی چاہتے ہو اور عقل کی بات کرتے ہو بہر امر پیش ہو آخر کار خواہ میں اسے تمہاری رائے کے موافق کروں یا تمہاری رائے کو ترک کر دوں بہر حال تم میرے لئے قابل تعریف مشیر اور بہترین ناصح ہو۔ (کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۵ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ طبع دکن)

ابو واقد لیثیؓ اور جابر انصاریؓ نے بھی آپ کو سمجھایا

اسی طرح ابو سعید خدریؓ و ابو واقد لیثیؓ اور جابر انصاریؓ وغیرہ نے سمجھایا۔ لیکن آپ نے جانے پر اصرار کیا۔ محمد بن حنفیہ

نے جو آپ کے بھائی ہیں جب یہ حال سنا تو بہت روئے حتیٰ کہ آنسوؤں سے منہ دھونے کا طشت بھر گیا۔ اور مکہ کے تمام کے تمام لوگوں کو بہت رنج ہوا پھر آپ آٹھویں ذی الحج کو کوفہ چلے گئے۔ (روضۃ الاصفیا ص ۲۵۲ طبع لاہور)

حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہم بزرگوں نے بھی سمجھایا

آٹھویں ذی الحج کو جب آپ نے روانگی کے لئے تیاری شروع کی تو عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن عمرؓ جابرؓ، ابوسعید خدریؓ اور واقد لیثیؓ وغیرہم سب جمع ہو کر باتفاق مانع ہوئے اور اہل کوفہ کی بیوفائی۔ اور آپ کے والد ماجد و بڑے بھائی کے ساتھ جو ہوا ہے بیان کر کے کہا۔ کہ وہ لوگ ہرگز لائق اعتبار نہیں ...

... لیکن چونکہ قضا و قدر نے ایسا ہی لکھا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے ناصحین و مشفقین کی نصیحت کو قبول نہ کیا۔ بلکہ بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر آپ نے اس دارالامن سے روانگی کا قصد کر ہی لیا ہے تو اہل وعیال کو ہمراہ نہ لے جائیے لیکن یہ مشورہ بھی آپ نے قبول نہ کیا اور کوفہ روانہ ہو گئے۔ (ص ۵۶ تاریخ الخلفاء مسیح الدین)

ابن خلدون کی حق گوئی

جب حضرت حسینؓ مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ ابن عمرؓ ابن زبیرؓ اور دوسرے حضرات نے آپ کو روکا اور سمجھایا کہ آپ کوفہ جانے میں غلطی پر ہیں لیکن چونکہ اللہ کے ہاں یونہی مقدر ہو چکا تھا اس لئے حضرت حسینؓ اپنے ارادہ سے نہ پھرے اور کوفہ روانہ ہو گئے۔ (ص ۲۱۷ مقدمہ ابن خلدون طبع کراچی)

سیدنا حسینؓ کی کوفہ کو روانگی

جب سیدنا حسینؓ دارالامن کعبۃ اللہ سے تمام بزرگوں و دوستوں کے سمجھانے

نے مرج کو منع کرنے کے باوجود کوفیوں کے فریب میں آکر کوفہ روانہ ہوتے تو آپ نے اپنے نقل شیعوں کو خط لکھا کہ میں جلد تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں، تم کمر ہمت مضبوطی سے باندھ لو اور سامان جنگ تیار رکھو۔ آپ کوفیوں کے دلاسوں پر حد سے زیادہ پُر اُمید تھے کہ آپ کوفہ پہنچتے ہی خلافت پر قابض ہو جائیں گے۔

حضرت حسینؓ کا خط کوفیوں کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط حسینؓ بن علیؓ کی طرف سے برادران مومنوں کے نام ہے۔ تم پر سلامتی ہو اما بعد! مسلم کا خط مجھے ملا جس میں لکھا ہے کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے۔ اور تمہیں تمہارے حسن نیت و کردار پر بہترین جزائے خیر عنایت فرمائے۔ واضح ہو کر میں آٹھویں ماہ ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا اور تمہاری طرف آتا ہوں۔ جب میرا قاصد تم تک پہنچے، لازم ہے کہ کمر متابعت مضبوط باندھو، اور اسباب کارزار تیار رکھو اور میری نصرت کے لئے تیار رہو۔ میں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں۔

(طبری جلد ۲ صہ ۲۲۴۔ جلاء العیون باب ۵ صہ ۴۴۹۔ شہید انسانیت صہ ۲۹۷)

شاعر فرزدق نے بھی آپ کو راستہ میں منع کیا

مشہور شاعر فرزدق جو بقول مجلسی بروایت شیخ سعید اپنی ماں کو حج کرانے آیا تھا۔ قاضی شوستری نے اسے شیعہ شعراء میں شمار کیا ہے جب وہ مکہ مکرمہ میں پہنچا۔ تو حضرت حسینؓ عراق کے سفر پر تھے۔ حضرت حسینؓ نے دریافت کیا۔ کہ اہل عراق کا کیا حال تھا۔ فرزدق نے جواب دیا کہ ان کے دل تو آپ کی طرف ہیں اور تلواریں

بجانب بنی امیہ۔ حضرت نے فرمایا جو کچھ خدا چاہتا ہے کرتا ہے۔ قضائے خدا ...
(جلاء العیون باب ۵ ص ۴۲۹۔ طبری جلد ۲ ص ۲۱۲) علی نقی شیعہ مؤرخ شہید انسانیت میں ابن اثیر و خلدون بھی یہی کچھ ...

بروایت زین العابدینؓ سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ نے بھی آپ کو منع کیا

علی بن حسینؓ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ مکہ سے نکلے تو عبداللہ بن جعفرؓ نے عون و محمد اپنے فرزندوں کے ہاتھ ایک خط حسینؓ بن علی کو بھیجا جس میں لکھا تھا کہ آپ کو خدا پاک کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خط دیکھتے ہی واپس چلے آؤ۔ مجھے خوف ہے کہ آپ جہاں جا رہے ہیں وہاں جانے سے آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اس کے بعد ابن جعفرؓ عمرو بن سعیدؓ حاکم مکہ کے پاس گئے اس سے گفتگو کی اور کہا کہ حسینؓ کو خط لکھو جس میں انہیں امان دینے کا اور ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا وعدہ ہو! اور انہیں لکھو کہ وہ واپس چلے آئیں۔ عمرو بن سعیدؓ نے کہا جو تمہارا دل چاہے لکھ کر میرے پاس لے آئیے میں اس پر مہر لگا دوں گا۔ ابن جعفرؓ خط لکھ کر عمرو بن سعیدؓ کے پاس لے آئے اور کہا کہ اس پر مہر لگا کر اپنے بھائی یحییٰ بن سعیدؓ کے ہاتھ بھیجو۔ یحییٰ کے جانے سے انہیں اطمینان ہو جائے گا اور سمجھ جائیں گے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے دل سے لکھا ہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ غرض کہ یحییٰ و عبداللہ بن جعفرؓ دونوں حسینؓ کے پاس آئے۔ یحییٰ نے خط دیا اور دونوں نے بہت اصرار کیا لیکن حضرت حسینؓ کسی طرح نہ مانے اور وہ ناکام واپس چلے آئے۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۲۔ جلاء العیون باب ۵ ص ۴۴۷)

قارئین کرام! غور کا مقام ہے کہ طبری ایک شیعہ مؤرخ ہے وہ کوئی فقرہ ایسا جس سے عمال حکومت کے نرم برتاؤ کا اظہار ہوتا ہو اپنی طرف سے اضافہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس خط کے مضمون سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حکومت نے سیدنا حسینؓ کے ساتھ بہت ہی نرم رویہ اختیار کیا ہوا تھا۔

[illegible]نا حسینؓ کے نام عمر بن سعیدؓ حاکم مکہ کا خط

عمر بن سعید کی طرف سے حسین بن علیؓ کے نام۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اس ارادے سے باز رکھے جس میں آپ کی تباہی کا سامان ہو۔ اور آپ کو وہ راہ دکھائے جس میں آپ کے لئے بہتری ہو۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق کی طرف جا رہے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خلاف سے بچائے۔ اس لئے کہ ایسا کرنے میں آپ ہلاک ہو جائیں گے مجھے اندیشہ ہے۔ میں نے آپ کے پاس عبداللہ بن جعفرؓ اور یحییٰ بن سعید کو بھیجا ہے۔ ان کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔ یہاں آپ کے لئے امان ہے، نیکی ہے، صلہ [illegible] ہے۔ میں اس باب میں خدا کو گواہ و کفیل اور نگہبان قرار دیتا ہوں۔ والسلام علیکم۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۹)

چنانچہ عبداللہ بن جعفرؓ اور یحییٰ بن سعید جب سیدنا حسینؓ کے پاس [illegible] تو [illegible] طبری نے جو کچھ اس سلسلہ میں بیان کیا ہے وہ بھی اہل حق کے لئے صحیح فیصلہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

طبری لکھتا ہے:۔ انہوں نے (یعنی ابن جعفر اور یحییٰ) پکار پکار کر کہا کہ اے حسینؓ تم خدا سے کیوں نہیں ڈرتے اور جماعت سے نکلے جاتے ہو اور امت میں تفرقہ ڈالتے ہو۔ حسینؓ نے جواب دیا کہ میرے لئے میرے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل۔ میں تمہارے عمل سے اور تم میرے عمل سے بری ہو۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)

یعنی سیدنا حسینؓ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں میں تفرقہ پڑتا ہے تو پڑے میں اپنے ارادہ سے باز آنے کا نہیں ہوں۔ یہاں اہل نظر کے لئے قابل غور بات یہ بھی ہے کہ سیدنا حسینؓ اپنے محترم والد سیدنا علیؓ کی بھی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیوں کہ قوم میں تفرقہ ڈالنے اور

جماعت سے الگ ہونے کے بارے میں سیدنا علیؓ کا ارشادِ گرامی ہے۔ کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے

فرماتے ہیں تم اس درمیانی راہ پر جمے رہو۔ اور اسی بڑے گروہ کے ساتھ رہو چونکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اتفاق و اتحاد رکھنے والوں پر ہے۔ اور تفرقہ و انتشار سے باز رہو۔ اس لئے کہ جماعت سے الگ ہو جانے والا شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے جس طرح گلہ سے کٹ جانے والی بھیڑ بھیڑیئے کو مل جاتی ہے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۲۵ مطبوعہ شیخ غلام علی)

گویا سیدنا علیؓ کے ارشاد کے مطابق سیدنا حسینؓ جماعت سے الگ ہو کر کئی بھیڑیوں کی ہوس کا شکار ہو کر رہ گئے۔

سیدنا ابو سعید خدریؓ نے آپ کو فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور اپنے امام کے خلاف خروج نہ کرو

سیدنا ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ جب حسینؓ نے مجھ پر (اپنے ساتھ) خروج کرنے پر زور دیا تو میں نے کہا حسینؓ تم خدا سے ڈرو اپنے گھر بیٹھے رہو۔ اور اپنے امام (خلیفہ یزید) کے خلاف خروج نہ کرو۔ (ص ۱۶۳ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

بے وجہ خروج جان کھو دینا ہے۔

سیدنا ابو واقد لیثیؓ نے سیدنا حسینؓ کی روانگی کے بعد راستہ میں جا کر حضرت حسینؓ کو روکا اور فرمایا۔ میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دلایا کہ خروج نہ کریں کیونکہ جو بے وجہ خروج کرتا ہے وہ اپنی جان کھو دیتا ہے۔ (ص ۱۶۳ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

سیدنا جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حسینؓ سے گفتگو کی اور کہا کہ حسینؓ خدا سے ڈرو اور آدمیوں سے آدمیوں کو مت مرواؤ۔ (ص ۱۶۳ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد بن العربی! سیدنا حسین اور امیر یزیدؒ کے واقعات کے سلسلہ میں سیدنا حسینؓ کے متعلق لکھتے ہیں۔ لیکن انہوں (سیدنا حسینؓ) نے اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم ابن عباسؓ کی نصیحت کو قبول نہ کیا۔ اور شیخ الصحابہ ابن عمرؓ کی رائے سے انحراف کیا۔ (۲۳۱ العواصم من القواصم طبع مصر)

مورخ علامہ محمد الخضری لکھتے ہیں "حضرت حسینؓ نے بڑی غلطی کی" لیکن حسینؓ نے یزید کے خلاف اقدام کیا حالانکہ تمام لوگ ان کی بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اور ان سے اس مخالفت کے وقت کسی ایسے ظلم و جور کا اظہار نہیں ہوا تھا جو خروج کو جائز قرار دیتا"۔۔ پھر آگے چلکر لکھتے ہیں۔ "اور حضرت حسینؓ نے اپنے خروج میں بڑی غلطی اور خطا کی جس سے امت میں اختلاف و افتراق کا وبال پڑا۔ اور آج کے دن تک جمعیت و الفت کے ستون کو جھٹکا لگا۔ (محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ صہ ۲۳۵)

حکومت وقت پر خروج کرنا اور ان سے جنگ کرنا اجماع مسلمین کے نزدیک حرام ہے

اس سلسلہ میں امام نووی شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ حکومت کے معاملات میں فرمانرواؤں سے جھگڑا نہ لو۔ اور نہ ان پر اعتراضات کرو۔ البتہ تم کو ان میں کوئی ایسی برائی منظر آئے کہ جو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہو اور تم جانتے ہو کہ وہ اصول اسلام کے خلاف ہے۔ تو اسے ان کے لئے برا سمجھو اور جہاں تم ہو یہ صحیح بات کہو لیکن ان پر خروج کرنا اور ان سے جنگ کرنا باجماع مسلمین حرام ہے۔ (صہ ۱۲۵ جلد ۲ شرح مسلم امام

ندوی، بحوالہ نہج البلاغہ امامیہ مشن لاہور) اور علامہ عبدالکریم شہرستانی اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ جو شخص اس امام برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق کرلیا ہو وہ خارجی کہلائے گا۔ چاہے یہ خروج صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) کے دور میں ہو یا آئمہ راشدین پر ہو چاہے ان کے بعد ان کے تابعین پر۔ (کتاب الملل والنحل ص۲۳ بحوالہ نہج البلاغہ طبع امامیہ لاہور)

اب اہل نظر! امیر المومنین یزید رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیحہ کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد جو آپ اپنی خلافت کے دفاع میں پیش کیا کرتے تھے۔ نہج البلاغہ سے جو شیعہ دوستوں کے نزدیک، قرآن کریم کے بعد تمام کلاموں سے افضل کلام ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی قابل آدمی کو خلیفہ بنانے کے حق میں تھے

اے لوگو! تمام لوگوں میں اس خلافت کا اہل وہ ہے۔ جو اس (کے نظم و نسق کے برقرار رکھنے) کی سب سے زیادہ قوت و صلاحیت رکھتا ہو۔۔۔۔ اس صورت میں اگر کوئی فتنہ پرداز فتنہ کھڑے کرے تو (پہلے) اسے توبہ و بازگشت کے لئے کہا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ و جدال کیا جائے گا۔

مجھے اپنی جان کی قسم! اگر خلافت کا انعقاد تمام امت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہوتا تو اس کی کوئی سبیل ہی نہیں۔ بلکہ اس (امت) کے کرتا دھرتا لوگ اپنے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے جو (بیعت کے وقت موجود نہ ہوں گے) پھر موجود کو بھی یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ (بیعت سے) انحراف کرے اور نہ ہی غیر موجود کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی اور کو (خلیفہ) منتخب کرے (ص۴۲۸ خطبہ نمبر ۱۷۱ "نہج البلاغہ" امامیہ لاہور)

اہل بصیرت کا فرض ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر انصاف سے غور فرمائیں۔ کہ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر دارالحکومت دمشق میں مسلمان قوم کے کرتا دھرتا لوگوں

امیر یزیدؓ سے خلافت کی بیعت کر کے فیصلہ صادر فرما دیا۔ اور پھر آنحضور صلعم سے یافتہ اس وقت کے بزرگ اور محترم ہستیوں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ ترجمان القرآن اور شیخ الصحابہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ آنحضور صلعم کے پروردہ سیدنا علیؓ کے داماد اور سیدنا حسینؓ کے بہنوئی اور سیدنا علیؓ کے لائق فرزند محمد بن حنفیہ اور دوسرے تمام سرکردہ مسلمانوں نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں امیر یزیدؓ کے لئے خلافت کی بیعت کر کے اس فیصلہ پر مہر ثبت کر دی اور سیدنا علیؓ کے ارشاد کے مطابق مجمعہ پر ہاتھ رکھا اور تمام صاحب سرکردہ مسلمانوں نے سیدنا حسینؓ کو "توبہ بازگشت" کے لئے کہہ کر اپنا فرض پورا کرتے ہوئے حد سے زیادہ سمجھایا، خدا کے لئے تفرقہ ڈالنے سے رُکو۔ لیکن سیدنا حسینؓ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ لہٰذا جب دارالحکومت اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں مسلمان قوم کے سرکردہ بزرگوں نے امیر یزیدؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ اور سیدنا حسینؓ کو تفرقہ ڈالنے سے روک رہے تھے۔ تو پھر بقول سیدنا علیؓ ایک دو بزرگوں کو کیا حق پہنچتا تھا کہ وہ اکثریت کے فیصلے کو رد کر کے قوم میں تفرقہ ڈالیں۔ اور پھر سیدنا علیؓ کے ارشاد بعض کے مطابق حکومت سے انکار کرنے والوں پر سختی کرنے کا بھی حکومت وقت کو پورا پورا حق پہنچتا تھا جیسا کہ سیدنا علیؓ بیعت نہ کرنے والوں اور بیعت سے مڑ سکنے والے دوسروں کو سزا دینے کے لئے مدینہ منورہ سے چل کر بصرہ پہنچے اور جنگ جمل جیسے تباہ کن حادثہ سے دوچار ہوئے۔ جس میں آنحضور صلعم کے خاص الخاص جاں نثاروں اور توحید و سنت کے پیروؤں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ تفرقہ باز سبائی دین حق کے دشمن آنحضور صلعم کے محبوب حرم محترم ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی توہین کا باعث بنے۔ اور پھر سیدنا علیؓ سیدنا معاویہؓ کو بھی تو بیعت نہ کرنے ہی کی سزا دینے کے لئے کوفہ سے شام

رہا نہ ہوتے۔ اور بیعت کرتے۔ صحابہ سے جنگ صفین جیسے ہولناک فتنے سے قوم کو دو چار ہونا پڑا۔ اور بیعت نہ کرنے کے جھگڑے میں قرن اولیٰ کے تقریباً پچاسی ہزار مسلمان جن میں بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ بھی شامل تھے جو اس آپس کی خانہ جنگی کا شکار ہوئے

برعکس اس کے سیدنا حسینؓ مدینہ منورہ میں امیر یزیدؒ کی بیعت سے گریز کر کے مکہ معظمہ آ کر حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے لگاتار چار ماہ تک پروگرام بناتے رہے۔ کوفیوں سے خط و کتابت کرتے رہے، کوفی آپ کے پاس آتے جاتے رہے دیگر دوستوں اور ساتھیوں کو ساتھ ملانے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے حکومت نے آپ پر کسی قسم کی سختی نہ کی اور نہ ہی کسی قسم کی آپ پر پابندی لگائی۔ بلکہ بقول طبری جیسا کہ ابھی ابھی اوپر گزر چکا ہے۔ جب آپ دارالامن مکہ مکرمہ سے خروج کر کے چلے تو حکومت نے سیدنا ابن جعفرؓ کی سفارش پر امان نامہ لکھ دیا جس میں ہر قسم کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ کو گواہ و کفیل بنایا گیا۔ لیکن سیدنا حسینؓ کوفی تفرقہ بازوں کے سہارے، سرکردہ مسلمانوں کی مرضی کے خلاف حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کوفہ روانہ ہو گئے۔ یہ وہ باتیں ہیں جنہیں تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے مسلمان اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ تاریخی حالات واضح طور پر ثابت کرتے ہیں۔ کہ امیر المومنین یزیدؒ کی خلافت، سیدنا علیؓ کی خلافت سے بوجہ خانہ جنگی کے بدرجہا اولیٰ اور اتفاق کی حامل تھی۔

قارئین حضرات! جب حالات یہ ہیں تو کیوں اسلام کے دشمن سبائیوں کے بہکانے میں آ کر اتنی ٹھوس اور واضح حقیقت و اجماع امت کو جھٹلایا جا رہا ہے۔ یہ تو قرآن و سنت کے سراسر خلاف ہے۔

علمائے دہلی سیدنا حسینؓ کو غلطی پر سمجھتے ہیں

اب اہل حق! وہ فتویٰ ملاحظہ فرما

جو مشہور علماء اہل سنت و متحدہ ہندوستان دہلی نے تہذیب التہذیب کی ایک روایت پر لکھی ہوئی کتاب "واقعہ کربلا" پر جمع دہلی کے تقریباً ۲۶ بہدرد سیستہ ہو سکتے ہیں۔

شیخ الکل حضرت العلامہ مولانا مولوی ابوسعید محمد شرف الدین صاحب ناظم مدرسہ سعیدیہ دہلی تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد۔ میں نے رسالہ واقعہ کربلا مصنفہ مولوی ابوالمکارم ظفر عالم صاحب خطیب کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے تہذیب التہذیب کی ایک صحیح روایت کا ترجمہ کر کے اس کے چند نتائج اخذ کئے ہیں۔ میں نے اس کو اصل سے ملا کر دیکھا بالکل اصل کے مطابق ہے۔ اور بالکل صحیح و معتبر ہے۔ اور الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ثانی ص۱۷ میں بھی اسی روایت کو لکھ کر کہا ہے کہ واقعہ کربلا یا مقتل حسین اور لوگوں کی تصانیف بھی ہیں جن میں رطب و یابس، صحیح سقیم، سب کچھ ہے مگر یہ روایت جو روئی والی نے سب سے بے پرواہ کر دیا۔ یعنی یہ بالکل صحیح ہے اور کوئی بھی صحیح نہیں

قال وصنف جماعۃ من القدماء من مقتل الحسین تصانیف فیہا الغث والسمین والصحیح والسقیم وفی ھذہ القصۃ التی سقتہا غنی اثرہا۔

تاریخ الخلفاء۔ میں بھی اسی روایت کا مضمون ہے۔ باقی رہے وہ نتائج جو مولوی صاحب موصوف نے اس روایت سے اخذ کئے ہیں وہ بالکل واضح اور صحیح ہیں یعنی یہ کہ واقعہ کربلا مذہبی جنگ نہ تھی۔ اول میں محض سیاست اور آخر میں حفظ ناموس کی تھی جو لوگ اس کو مذہبی بتاتے ہیں ان کو نہیں معلوم کہ اس میں کیا قباحت ہے۔ سنئے! مذہبی جنگ اہل

اسلام کی کھلے ہوئے کفار و مشرکین سے ہوتی ہے۔ کیا کوئی صاحب ثابت کر سکتے ہیں کہ یزید کی بیعت کرنے والے سب کے سب صحابہ و تابعین جنہوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی۔ معاذ اللہ کافر و مشرک، بے دین تھے جن کے لئے امام حسینؓ اور ان کے رفقاء سر بکف ہوئے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہ تھا یزیدؓ کی بیعت اکابر صحابہ مثلاً امام حسینؓ کے چچا عبداللہ بن عباسؓ و عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ ہزارہا صحابہ و تابعین نے کر لی تھی۔ اور جمہور صحابہ و تابعین اسی طرف تھے۔ (فتح الباری مطبوعہ انصاری دہلی صفحہ ۶۱ جلد ۲)

اس سے واضح ہے کہ یزیدؓ کی بیعت جمہور صحابہ و تابعین نے کر لی تھی۔ پھر مذہبی جنگ کس سے کرنے چلے تھے؟ اجی حضرت یہ تو شیعوں کا اڑایا ہوا پروپیگنڈا اور پرلے درجے کا دھوکہ و چالبازی ہے۔ اس سے انہوں نے بعض اہل سنت کو بھی بہکا دیا ہے۔ پھر مذہبی جنگ تھی تو پہلے امام حسینؓ کو بحکم لعرضہ شوقٔ بیفیہ الا یتیمہ عمل پیرا ہو کر اہل حل و عقد کے مشورے سے صلح کرنا لازم تھا جو انہوں نے نہیں کیا، بلکہ بعض صحابہ مثلاً ان کے چچا عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ جابر بن عبداللہ و ابو سعید خدریؓ و ابو واقد وغیرہم نے ان کو اس جنگ سے روکا بھی کہ مت جاؤ قتل ہو جاؤ گے اور کچھ نہ ہوگا۔ اہل کوفہ بے وفا دھوکہ باز ہیں، مگر وہ نہ مانے چلے گئے۔ پھر جو ہونا تھا ہوا۔ (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۶ جلد دوم صفحہ ۳۵۵، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۹)

ان روایات مذکورہ فی الرسالہ سے بالکل واضح ہے کہ پہلے امام صاحب کا عزم بالجزم سیاسی تھا۔ پھر قادسیہ پہنچ کر بعد ملاقات حر بن یزید وہ ارادہ فسخ ہو گیا اور مسلم کے بھائیوں کی خاطر بادل ناخواستہ قتل مسلم کے انتقام کے لئے کوفہ بجائے انتقامی جنگ روانہ ہوئے، پھر میدان کربلا میں وہ ارادہ بھی فسخ ہو گیا۔ یزید کے پاس جانے یا اور کسی مقام پر نکل جانے کا اظہار کیا، مگر لوگ اس بات کو نہ مانے۔ بتائیے جب اپنی جان

بجا کر کسی سرحد پر چلے جاتے یا یزیدؓ کے پاس جانے کا اظہار کیا کہ اس کے پاس جا کر بیعت کر دوں گا۔ (کمالی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲) یا کوئی اور صورت نکالوں، تو پھر مذہبی جنگ کہاں رہی۔ اور کس نے جس سے پناہ لینے کو فرماتے ہیں۔ مذہبی جنگ بتانے والوں کے لئے جائے شرم ہے۔ اس جنگ کے سیاسی جنگ ہونے کی ایک یہ دلیل بھی ہے جو شیعوں کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی صفحہ ۱۴۵ میں ہے کہ جب امام حسینؓ علیہ السلام کو کربلا میں دشمنوں نے گھیر لیا، تو آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! تمہیں ہلاکت اور بربادی نصیب ہو۔ تم نے بیقرار ہو کر ہم کو پکارا۔ اور ہم تمہاری پکار پر تیزی کے ساتھ آئے۔ تو تم نے ہم پر وہ تلوار نکالی جو ہمارے ہاتھ تھی۔ اور وہ آگ ہم پر بھڑکائی جو ہم نے اپنے اور تمہارے دشمن پر بھڑکائی تھی۔ لیکن تم ہماری بیعت کی طرف دوڑے جس طرح کہ وہ مکے کیڑے اڑتے ہیں۔ اور تم اس پر اس طرح گرے جس طرح پروانے گرتے ہیں۔ پھر تم نے اس بیعت کو توڑ دیا۔

اس روایت کتب شیعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ امام حسینؓ سیاسی جنگ کے لئے گئے تھے نہ کہ مذہبی کے لئے۔ مگر کوفی شیعوں نے ان کو دھوکہ سے بلایا اور پھر خود ہی ان کو شہید کر کے آپ ہی ان کے ماتم کا افسانہ وضع کر کے رونے پیٹنے لگ گئے۔ اور آپ کی محبت کا دم بھرنے لگے۔ ہاں شیعوں کا اصولی مسئلہ تقیہ جو شیعہ لازمی تھا۔ امام حسینؓ نے اس کے خلاف عمل کر کے اس کو باطل کر دیا۔ ورنہ وہ تقیہ کر سکتے تھے۔ نیز اس جنگ کے سیاسی اور مذہبی نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کے وقت دو منزل پر راستہ میں جا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت میں اختیار دیا تو

تھا کہ جس کو چاہیں پسند کریں تو حضور علیہ السلام نے آخرت کو پسند کیا۔ اور آپ گوشۂ جگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ سے اللہ تعالیٰ نے جو اس کو پھیر دیا ہے، یہی آپ کے لئے بہتر ہے آپ کو یہ دنیا یعنی یہ سیاست و حکومت نہیں ملے گی، یہی آپ کے لئے بہتر ہے آپ کوفہ اس غرض سے نہ جائیں، مگر وہ نہ مانے۔ آخر عبداللہ بن عمرؓ نے کہا، جائیے اللہ حافظ ہے (تہذیب التہذیب ص۳۵۷ جلد سوم و تاریخ الخلفاء ص۱۴۰) خلاصہ یہ کہ اس جنگ کے مذہبی ہونیکی کوئی دلیل نہیں مہتمم ابوسعید محمد شریف الدین پل بنگش دہلی

محی السنۃ حضرت العلامہ صدر المدرسین مدرسہ میاں صاحب مولانا مولوی ابو الزبیر محمد یونس صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے کتاب واقعہ کربلا مصنفہ مولوی ظفر عالم صاحب سلمہ کو مختلف مقامات سے دیکھا، یہ کتاب اپنے موضوع پر بہت ہی کافی ہے حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ بموجب حدیث من قتل دون ماله وفی روایة دون عرضه بے شک شہید ہیں۔ مگر ان کی شہادت سے یزید کو کیا واسطہ یزید نے ابن زیاد کو نہ تو قتل حسینؓ کا حکم دیا تھا نہ قید کرنے کا۔ تاریخ الامامت والسیاست لابن قتیبہ میں ہے کہ جب یزید کو ان کی شہادت کا علم ہوا تو اس نے ابن زیاد کو بہت کچھ سخت و سست کلمات کہے۔ مسلمانوں میں جو خرافات ماہ محرم میں مروجہ ہیں وہ درحقیقت شیعہ حضرات کے پروپگنڈے ہیں۔ نام کے سُنی المذہب ان کے دام تزویر میں آکر کہیں واقعات شہادت غلط طریقہ سے بیان کرنے لگے کہیں تعزیہ داری وغیرہ کی بت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ کہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کی اولاد پر تبرا بازی کرنے لگے۔ شیعہ حضرات اپنے تقیہ و دشنام دہی میں اس طرح کامیاب ہو گئے اور سنی صاحبان نے ان کا جو کام تھا

امن میں ان کے ممد ومعاون ہو گئے۔ مسلمانو! اگر چاہتے ہو کہ شرک جیسی لعنت سے
آزاد ہو اور صحابہ کرامؓ کی ناموس محفوظ رہے تو قوم میں جملہ رسوم مروجہ سے اجتناب
کرو اور شیعوں کے اعمال و اعتقاد سے کوسوں دور رہو وما علینا الا البلاغ

محمد یونس غفرلہٗ صدر مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب۔

شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب مبارک پوری رحمانی
مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی تحریر فرماتے ہیں۔

"معتبر تاریخی روایات سے معمولی سمجھ کا آدمی بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہے
کہ کربلا کا واقعہ محض اس لئے پیش آیا کہ حضرت حسینؓ رضی اللہ عنہ نے قطعاً دور اندیشی
اور تدبیر سے کام نہیں لیا۔ مخلص بہی خواہوں کے مشوروں کو ٹھکرا دیا۔ حالاتؐ و واقعات
سے آنکھیں موند لیں۔ ان شیعان علیؓ پر اعتماد کر لیا۔ جن سے ان کے پدر بزرگوار حضرت
علیؓ رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں تنگ آ گئے تھے۔ اور جن کی فطرت میں
غداری و فتنہ انگیزی شرارت، بغاوت، سازش اور خدیعت داخل تھی۔ آخر کار انکی
فطری غداری رنگ لائی اور جگر گوشہ رسولؐ اور دوسرے اہل بیت کو شہید کر ڈالا۔
ہمارے نزدیک حضرت حسینؓ نے بے موقعہ اور بے محل کربلا ضرورت یہ اقدام
کر کے عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت میں ہمیشہ کے لئے
اختلاف وافتراق اور نفاق و عداوت پیدا ہو گئی: اور امت اسلامی کا شیرازہ بکھر
گیا۔ رسالہ میں پیش کردہ روایت بلا شبہ معتبر ہے اور اس سے اخذ کردہ نتائج
صحیح ہیں۔ لیکن روافض کے مقابلے اپنے گھر کی روایات سے استدلال کرنا روافض
کے لئے کب قابل التفات ہو سکتا ہے؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے خلاف

انہیں کی مستند معتبر روایات کتب سے استفاد کیا جاتے" عبداللہ مبارک پوری

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی سیدنا حسینؓ کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔

اگر بالفرض اجماع کو مان لیا جائے تو وہ اجماع حضرت امام حسینؓ کے بعد منعقد ہوا تھا۔ لہٰذا اس اجماع کی مخالفت امام حسینؓ کو کچھ مضر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام حسینؓ نے اپنے زمانے میں ایک اختلافی مسئلہ میں غلطی کی۔ (تحقیق سانحہ بحوالہ حسینؓ و یزید یوسف لدھیانوی ص۲۳۶)

سیدنا حسینؓ نے دوستوں کی نصائح کو ٹھکرا دیا

ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ کے گورنر تھے وہ نیک و امن پسند شخص تھے۔ جب حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ اس سے نظر بچا کر مدینہ سے مکہ پہنچ کر گئے تو حضرت حسینؓ اہل کوفہ کے خطوط وصول کر کے بہت خوش ہوتے۔ خطوط اس مضمون کے تھے کہ کوفہ کے عرب آپ کی سرداری قبول کرنا چاہتے ہیں۔ اور وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو خلیفہ مان کر عراق کی کل رعایا کو آپ کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ کر لیں گے۔

حضرت حسینؓ کے پاس اب کوفہ سے قاصد پر قاصد آنے لگے۔ آخر میں جو قاصد آیا وہ ایک بہت بڑی لمبی عرض داشت لایا۔ جس کے دس اوراق پر دستخط تھے۔ دوراندیش دوستوں نے آپ کی ہر طرح کی منت و سماجت۔ عجز و انکساری کے ساتھ سمجھایا کہ اس خطرناک منزل میں آپ قدم نہ رکھیں۔ اور ایسے لوگوں کے وعدوں اور ظاہری جوش پر اعتبار نہ کریں جو آپ کے والد بزرگوار علیؓ کو فریب دے چکے ہیں۔ مگر حضرت حسینؓ نے کسی کی بھی بات نہ سنی اور ان بے شمار درخواستوں کو فخریہ دکھانے لگے۔ جو ان کے

پاس کوفہ سے آئی تھیں۔ ان کی نسبت خوش ہو ہو کر کہتے تھے، کہ وہ سعادت کا بوجھ ہیں۔
حضرت حسینؓ نے صرف ان صداؤں کو مانا جو ان کے دل سے اٹھیں۔ اور دوستوں کی نصائح
سے دل کی صداؤں کو ماننا بہتر سمجھا، اور تن بہ تقدیر کوفہ روانہ ہو گئے۔ حضرت حسینؓ کی خلافت
کے لئے جو جوش عراق میں ظاہر کیا گیا تھا، اسے مذہب کے ساتھ قطعاً کوئی لگاؤ نہ تھا۔ عراق
کا ملک ایک مستثنیٰ صورت رکھتا تھا۔ یہ وہی ملک ہے جہاں کے لوگوں نے شروع ہی سے
بغاوت فساد، بدنظمی اور بدعملی کا طریقہ اختیار کر رکھا یعنی وہ طریقہ جو یہودیوں کی خصوصیت
تھا۔ اور ان کی طبیعت کا نمایاں پہلو تھا۔ اس لئے عراق کا ملک سیاسی مفسدوں اور فتنہ انگیزوں
کا معدن اور حق تلفوں و قزاقوں کا مسکن تھا۔ (ص ۲۲۵ سیرت امیر معاویہؓ ڈوگری طبع لاہور)

سیدنا حسینؓ کا محاصل پر قبضہ

سیدنا حسینؓ مکہ سے چل کر ابھی ایک منزل تنعیم پر پہنچے تھے کہ آپ کو ایک قافلہ ملا جو یمن سے
خراج و محاصل وغیرہ کا مال لئے دمشق امیر المؤمنین یزیدؒ کے پاس جا رہا تھا۔ وہ تمام کا تمام مال
آپ نے اس خیال سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ کوفیوں نے آپ کی بیعت کر لی تھی اور اب
گویا آپ خلیفہ بن چکے تھے۔

مؤرخ لکھتے ہیں حضرت حسینؓ نے وہ سب مال و اسباب جو یمن سے
خراج وغیرہ کا یزید کے پاس دمشق جا رہا تھا، قبضہ میں لے کر اونٹ والوں کو جو جانا
چاہتے تھے کرایہ وغیرہ دے کر رخصت کر دیا اور جو ان کے ساتھ جانا چاہتے تھے انہیں کوفہ
جانے کے لئے ساتھ رکھ لیا۔ (طبری جلد ۲ ص ۲۱۴ جلاء العیون ص ۴۰۸ باب محرم نامہ ص ۱۲)

اہل حق قارئین! حقیقت روز روشن کی طرح روشن ہے کہ سب خلافت حاصل کرنے
کا ہی جھگڑا تھا۔ اگر تبلیغ دین کا معاملہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ آپ کے ہمراہ آتے اور باقی سنجیدہ

مسلمان آپ کو اس خطرناک سفر سے منع نہ کرتے۔ اور پھر آپ کے ہمراہ کسی صحابیؓ رسول پاکؐ کا نہ ہونا بھی ثابت کرتا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ اس غلط اقدام کے مخالف تھے۔ ان کی رائے تھی کہ خلافت آپ خلافت حاصل کرنے کو نہ گئے تھے۔ اور خلافت ہی کی آرزو کے نتیجہ میں کربلا کا یہ حادثہ پیش آیا۔ حیرت کا مقام ہے اور افسوس اس اندھی عقیدت پر جو حقیقت کو جھٹلاتے۔ عام لوگوں کی تو بات ہی اور ہے۔ جو محافظ دین اور عالم ہونے کے مدعی ہیں۔ ان میں سے بھی بہت سے کہتے ہیں کہ امیر المومنین یزیدؒ کی حکومت صحابہ کرامؓ پر سختی کرتی تھی۔ صحابہ کرام اور دوسرے بزرگوں نے ڈر کر ان کی خلافت کی بیعت کی تھی۔ اور سیدنا حسینؓ ڈرتے ہوئے مکہ معظمہ چھوڑ کر کوفہ چلے گئے تھے۔ یہ خیال رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کے علمبردار اور مبلغ کہتے ہوئے نہیں تھکتے۔ حالات بتلاتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؒ سب سے نیک سلوک کرتے تھے۔ اور خاص طور سے سیدنا حسینؓ سے نواسہ رسول پاک صلعم ہونے کی وجہ سے امتیازی سلوک کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کی زیادتیوں سے بھی چشم پوشی کرتے تھے جس کے جواز کا کوئی مذہبی پہلو نہیں صرف اخلاقی پہلو ہے۔ یہ سیدنا معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؒ ہی کا حلم و کرم تھا کہ وہ آنحضور صلعم کے تعلق اور قرابت کی وجہ سے سب کچھ برداشت کر رہے تھے۔ یہ محض شر انگیز پروپیگنڈا ہے کہ انہوں نے صحابہؓ پر سختیاں کی تھیں۔ ایک بار سیدنا معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں بھی سیدنا حسینؓ نے خراج کے مال پر قبضہ کر کے اپنے لواحقین و حالی موالیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور اس پر سیدنا معاویہؓ نے انہیں فقط اس قدر لکھا تھا کہ برخوردار یہ کام ٹھیک نہیں میرے ہوتے تو تم یہ کام کر گذرے ہو میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا جو تمہاری قدر نہ کرتا ہو ایسے فعل پر تمہارے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ لیکن اب پھر ایک بار یمن سے خراج کا مال لے کر دمشق امیر یزیدؒ کے پاس جانے والے قافلہ

سے سیدنا حسینؓ نے وہی سلوک کیا۔ لیکن امیر المومنین یزیدؒ کی فراخدلی اور مروت دیکھئے کہ انہوں نے بھی ان سے اس کے متعلق کسی قسم کی بازپرس نہ کی۔ حالانکہ آپ کا گورنر مکہ بھی اس فعل پر تنبیہ کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے بھی رواداری سے کام لیا۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ ایسے فعل کی نہ تو مذہبی قانون اجازت دیتا ہے اور نہ ہی دنیاوی قانون۔ یہ کون سا اصول ہے کہ کسی حکومت میں کوئی بھی خواہ وہ کتنا ہی ممتاز کیوں نہ ہو اس کے نظم و نسق کو درہم برہم کرے۔ اہل بصیرت یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بھی ذمہ دار حکومت ایسا فعل ہرگز برداشت کرنے کو تیار نہیں ہو سکتی خواہ سربراہ حکومت کا کوئی عزیز ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ایسے فعل کا مرتکب ہو۔ لیکن یہاں تو اس دین میں یہ کام ہو رہا ہے جس دین کے بزرگ حکومت کا ایک پیسہ بھی اپنے ذاتی تصرف میں لانے سے پرہیز کرتے تھے۔ اس کے برعکس امیر المومنین یزیدؒ کو بدنام کرنے کے لئے کوفیوں نے اس جھوٹ کا سہارا ڈھونڈا۔ کہ ان کی حکومت سیدنا حسینؓ پر سختی کرتی تھی۔ پڑھنے والوں نے بھی اس پر غور نہ کیا اور یہ جھوٹ جوں کا توں آج تک بلا ثبوت اسلامی سوسائٹی میں کھرے سکے کی طرح چلا آ رہا ہے

اسلام کے بنیادی احکام

ہلاکت ہے ہر تہمت باندھنے والے (اور سچ کو جھٹلانے والے) گناہ گار پر (قرآن کریم)

اسلام نے شخص پرستی کا کہیں حکم نہیں دیا اور نہ ہی اس بات کو جائز رکھا کہ مسلمان کسی ایک نیک ہستی کی محبت میں حد سے زیادہ تجاوز کر کے انصاف سے کہیں دور چلا جائے۔ اور اس ایک ہی کی عقیدت و محبت میں کسی حق بات کو سننے کا روادار تک نہ ہو۔ یہ بات تو قرآن اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مبارک کے سراسر خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا گیا ہے۔ اس میں یہ حکم ہے

آیت: اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

ترجمہ۔ آج وہ لوگ جو کافر ہیں (نافرمانی کرکے ادھر ادھر بھٹکنے والے) تمہارے دین سے ناامید ہو گئے سو ان سے مت ڈرو۔ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی (تمام) نعمتیں پوری کر دی ہیں اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہو گیا (مائدہ ۳) نازل فرما کر اپنے دین اسلام میں ہر قسم کی کمیوں اور زیادتیوں کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے۔ اس لئے نبی پاک صلعم کی زندگی کے بعد نہ تو کوئی بڑے سے بڑا حادثہ دین کہلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے بزرگ کا عمل اور حکم دین کہلا سکتا ہے۔ اگر کوئی بات قابل قبول ہو سکتی ہے تو وہ ہے صحابہ کرامؓ کا اجماع۔ کیوں کہ صحابہ کرامؓ آنحضور صلعم کی صحبت اور تعلیم مبارک سے دین حق کا عکس بن چکے تھے۔ اس لئے آنحضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ "میرے اور میرے صحابہؓ کے بعد تمام راستے جہالت اور گمراہی کے ہیں"۔ ان حالات میں مسلمانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ دین کی کوئی بھی بات کرتے وقت صحابہ کرامؓ کی حیثیت کو مد نظر رکھے۔ کیوں کہ صحابہؓ ہمارے لئے دین کے بارے میں حجت اور دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا خلافت کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے مسلک یا وقتی مصلحت (جو انہوں نے دین اور قوم کی فلاح و بہبود کے لئے متفقہ طور پر سر انجام دی ہو) کی مخالفت کرنے والا اوّل درجہ کا مستحق ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ان بزرگ ہستیوں پر اعتراض آتا ہے جنہوں نے اسلام کو اپنی بے لوث قربانیوں سے ترقی کی انتہائی منزل تک پہنچایا۔ اگر میں کہوں کہ۔

نہیں یہ وہ شجر جس نے ہوا پانی سے غذا پائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پلایا خون اس نے پرورش پائی

تو مبالغہ نہ ہوگا۔ یہاں اہل بصیرت سے دو سوال دریافت کرنا بھی ضروری ہے۔

(۱) جب کبھی آپ حضرات نے سمجھ کر تفکر و تدبر اور دیانت داری سے کام لیکر کسی کام کا فیصلہ کر دیا ہو۔ اس کے بعد آپ سے کم درجہ کے لوگ اٹھیں اور کہیں کہ جناب آپ نے یہ کام ٹھیک نہیں کیا۔ آپ کو اسے اس طرح کرنا چاہیے تھا۔ اور آپ نے اس میں یہ غلطی کر ڈالی ہے۔ ان حالات میں آپ کا جواب کیا ہوگا؟ کیا آپ ان کم علم اور دین سے دور لوگوں کی رائے سے اتفاق کر لیں گے؟ یا قرآن کریم کے اس فرمان "وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا" پر عمل کریں گے۔ یقیناً اصول کے مطابق آپ ایسے لوگوں کی بات کسی صورت بھی تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوں گے۔

(۲) آپ حضرات جب کسی شخص کے پیچھے نمازیں پڑھیں اس کے فرمودہ خطبات سنیں۔ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اسکی زیر کمان دین الٰہی کی حفاظت کریں۔ اس کے احکام کی پابندی کو اپنے اوپر فرض سمجھیں۔ اس کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کریں انہی حالات میں ایک شخص اٹھے آپ کے امام و امیر اور رہنما کا دشمن اور اول درجے کا بے دین آدمی اس کی پگڑی اچھالنے کی کوشش کرے۔ تو کیا آپ آسانی سے اس لایعنی حرکت کو برداشت کرنے کو تیار ہوں گے۔ ہرگز نہیں یہ تو عقل و دانش اور انسانیت کے سراسر خلاف ہے۔ جب آپ اپنے امیر و امام اور اپنے کیے ... صحیح کئے ہوئے فیصلے کے خلاف عام لوگوں کی بات برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں تو پھر صحابہ کرام اور تابعین عظام اپنے امیر و امام کے خلاف اگر کوئی شخص کچھ کہتا تو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔

لہٰذا خلافت کے بارے میں صحابہ کرام کے کئے ہوئے فیصلہ پر بھی اعتراض کرنے کا کیا حق ہے

لہٰذا عقلِ سلیم رکھنے والے دوستوں کی خدمت میں بخاری کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے جو دوسری جگہ درج ہو چکی ہے اس پر غور کریں اور دیکھیں کہ صحابہ کرامؓ اپنے امیر یزیدؒ کے خلاف کسی قسم کی کوئی بات برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔

"سیدنا عبداللہ بن عمرؓ حادثہ کربلا کے تین سال بعد اپنے بیٹوں بھائیوں اور دوستوں کو جمع کر کے فرماتے ہیں۔ کہ تم میں سے جس نے میرے امیر کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا یا ان کی بیعت توڑ دی تو یاد رکھو میرے اور اس کے تعلقات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ (بخاری باب الفتن پارہ ۲۹)

گویا آپ اپنے بیٹوں، بھائیوں اور دوستوں کو تو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں لیکن امیر المومنین یزیدؒ کو کسی صورت بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور اس وقت کے دوسرے مسلمان جس طرح اس وقت اپنے امیر سے بیعت کرتے تھے وہ بھی صحیح بخاری ہی سے ملاحظہ فرمادیں۔ امیر المومنین یزیدؒ تو حضور صلعم کے نزدیکی رشتہ دار تھے آپ سے کم درجہ اور بعد آنے والے امیر عبدالملکؒ سے سیدنا عبداللہؓ اس طرح بیعت کرتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین کی جناب میں میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے عبدالملک امیر المومنین کا حکم سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔ (میرا یہ اقرار) اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کے رسول کی سنت کی پیروی میں ہے، جس حد تک بھی میرا مقدور ہوگا (میں کوتاہی نہیں کروں گا) یہی اقرار میرے بیٹوں نے بھی کیا ہے۔" (صحیح بخاری پارہ ۲۹ کتاب الاحکام

جب یہ بات صاف اور واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ آنحضور صلی اللہ وسلم کے کسی حکم کی نافرمانی کو گناہ عظیم سمجھتے تھے، تو پھر یہ کس طرح

ہو سکتا ہے کہ سینکڑوں کی تعداد میں آنحضور صلعم کے حکم پر جان قربان کرنے والے صحابہ کرامؓ اور ان کے جاں نثار تابعین عظامؒ ایک جابر انسان سے ڈر کر دین حق کے واضح حکموں سے منہ موڑ لیتے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکموں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں میں داخل ہو جاتے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے یہ حکم بھی صحابہ کرامؓ کے سامنے تھے۔ اور جو کوئی نہ حکم کرے مطابق اس کے جو اتارا ہے اللہ نے

پس یہی لوگ ہیں کافر۔ اور یہی لوگ ہیں ظالم۔ اور یہی لوگ ہیں فاسق (پارہ ۶ ع ۱۱ المائدہ)

اگر کوئی پروپیگنڈے کے زیر اثر لوگوں کے استدلال کو تسلیم کر لیا جائے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے امیر یزیدؓ سے ڈر کر یا کسی دوسری مصلحت کے تحت خلافت کی بیعت کی تھی اور امیر کو فسق کے مطابق جیسا کہ قرار دیا ہے سمجھتے تھے

تو پھر آنحضور صلعم کی شہادتیں اور صحابہ کرامؓ کی حیثیت دگرگوں نظر آتی ہے اور اس کا نتیجہ لازماً یہ نکلتا ہے

(اول) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشادات ان کی نیکی و نیک سیرتی کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے اور آپ نے واسطے تمام زمانوں سے اپنے بعد صحابہ کرامؓ اور پھر تابعین عظامؒ کا زمانہ سب سے بہترین زمانہ ارشاد فرمایا تھا ان ارشادات پر حرف آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی کہ اے میرے رسولؐ کے صحابیوؓ میں نے ایمان تمہارے دلوں میں اس قدر مضبوط کر دیا ہے اب کسی قسم کی نافرمانی تمہارے نزدیک بھی نہیں آسکتی۔ (حجرات) تو کیا ایسے قوی الایمان صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعین عظامؒ کسی جابر اور فاسق سے بیعت کر سکتے تھے۔

(دوم) اور پھر اگر امیر المومنین یزیدؓ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص تھا اور صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ نے اس کے فاسق ہوتے ہوئے خلافت کی

بیعت کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت اور سارے کا سارا اسلامی نظام ان کے سپرد کر دیا تھا۔ اور خود اپاہج ہو کر گوشہ گیری اختیار کر لی تھی۔ تو پھر ایسا کرنے والے تمام بزرگ ذیل کے خداوندی حکموں اور آنحضور صلعم کے ارشادات کی زد میں آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے وہ حکم جن کے خلاف کرنا صریح کفر ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۝

(۱) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لاتے قائم رہو انصاف پر اور گواہی دو اللہ تعالیٰ کی طرف اگرچہ خلاف ہو اپنی ذات کے یا ماں باپ کے یا قرابت داروں کے۔ اگر کوئی مالدار ہو یا غریب تو اللہ تعالیٰ دونوں کا (تمہاری نسبت) زیادہ خیر خواہ ہے سو تم خواہش کی پیروی نہ کرو انصاف کرنے میں اگر تم پیچ دار بات کرو یا حق سے اعراض کرو جو تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ (النساء آیت ۱۳۵)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(۲) ترجمہ۔ اللہ حکم دیتا ہے۔ اے لوگو! جو ایمان لاتے ہو اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو عزیز رکھیں اور جو کوئی تم میں سے ایسوں کو

دوست رکھیں تو یہی ظالم ہیں (سورۃ توبہ آیت ۲۳)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَ
تَهُمْ ؕ

(۳) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس طرح خطاب کرتا ہے۔ نہ پائے گا تو کسی قوم کو جو ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور آخرت پر پھر دوستی رکھیں ان لوگوں سے جو مخالفت کریں اللہ کی اور اس کے رسول کی اگرچہ ہوں انکے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قرابت دار (سورۃ مجادلہ آیت ۲۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ
مِنْكُمْ ۚ

(۴) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور صاحب حکم کی جو تم میں سے ہو۔ (النساء۔ آیۃ ۵۹)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(۵) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو۔ اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (آل عمران آیۃ ۱۰۴)

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ
وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

(۶) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو! یہ شیطان صرف اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے

سو تم ان سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران آیت ۱۷۵)

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (۷) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو۔ سو تم لوگوں سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو۔ (مائدہ آیت ۴۴)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

(۸) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو۔ ڈرتے رہو اللہ سے اور یاد رکھو کہ اللہ ساتھ پرہیزگاروں کے ہے۔ (البقرہ آیت ۱۹۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

(۹) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ سچے ہیں ساتھ رہو ان کا۔ (توبہ آیت ۱۱۹) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (۱۰) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی جانوں کی فکر کرو۔ جو گمراہ ہوا وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تم راہ پر ہو۔ (مائدہ آیت ۱۰۵) اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

(۱۱) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو بلکہ اللہ ہی زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ (توبہ آیت ۱۳) وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

(۱۲) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو۔ اور ان کی طرف مت جھکو جو ظالم

ہیں۔ (اگر تم جھک گئے) پھر لگے گی تم کو آگ اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہ ہوں گے۔ پھر تمہیں مدد بھی نہیں ملے گی۔ (ھود آیت ۱۱۳)

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

(۱۳) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے لئے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو مت چھوڑو (مائدہ ۸)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ○

(۱۴) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی۔ (الاحزاب آیت ۷۰)

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(۱۵) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو۔ اور مت ملاؤ سچ میں جھوٹ اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر۔ (البقرہ آیت ۴۲)

محمد کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی۔

(۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب گرفتار ہوئے بنی اسرائیل گناہوں میں منع کیا عالموں ان کے نے پس نہ باز آئے وہ اور ہم نشینی کی علما ان کے نے ان کی مجلسوں میں اور کھایا پیا ساتھ ان کے پس ملا یا اللہ نے دل بعضوں کا ساتھ بعض کے پس لعنت کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اوپر زبان داؤد

اور عیسیٰ بیٹے مریم علیہا السلام کے بسبب گناہ اور تجاوز کرنے اللہ تعالیٰ کی حدوں سے
کہا ابن مسعودؓ نے کہ اٹھ بیٹھے حضورؐ کہ تھے تکیہ لگائے ہوئے۔ پس فرمایا قسم ہے
اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں تم مسلمان یہاں تک کہ منع
کرو تم ظالم کو منع کرنا اچھی طرح سے (مشکوٰۃ) (۲) دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ
فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی البتہ کہو ان کو بات اچھی اور
منع کرو ان کو بری بات سے اور پکڑو ہاتھ ظالم کا اور مائل کرو اس کو حق پر مائل کرنا
خوب اور البتہ روکو ان کو حق پر روکنا اچھی طرح سے اگر نہ کرو گے ایسا البتہ ماریگا
اللہ تعالیٰ دل بعض کے کو دل بعض پر پھر البتہ لعنت کرے گا تم پر جیسے لعنت کی
بنی اسرائیل پر۔ (مشکوٰۃ) (۳) اوس بن شرجیلؓ سے روایت ہے کہ سنا میں نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو شخص چلے ساتھ ظالم کے تاکہ تائید کرے اس کی حالانکہ
جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے۔ پس نکل گیا اسلام سے۔ (مشکوٰۃ)

(۴) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب دیکھیں لوگ کسی ظالم کو ظلم
کرتے پس نہ پکڑیں ہاتھ اس کا قریب ہے کہ پکڑے ان سب کو اللہ تعالیٰ ساتھ عذاب کے (مشکوٰۃ)

ہم اہل حق سے پر زور التماس کرتے ہیں کہ ان اسلام کے بنیادی حکموں کے پیش نظر
غور فرمادیں کہ صحابہ کرامؓ نے جو امیر یزید کی ولیعہدی سے لے کر دور خلافت تک حیات
تھے۔ نیز تابعین عظامؒ جو صحابہ کرامؓ سے تربیت یافتہ تھے ان بزرگوں نے اسلام کے
ان احکام کے ہوتے ہوئے سیدنا حسینؓ کا اگر آپ خلافت کے بارے میں حق پر
تھے تو کیوں ساتھ نہ دیا۔ اور کیوں بقول ساتھیوں کے آپ کو بے یارومددگار مظلومی کی حالت
میں موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ جب کہ مالک حقیقی کا یہ حکم موجود تھا کہ اے ایمان والو!

مجھ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ حق پر ہیں ان کا ساتھ دو۔ لیکن صحابہ کرامؓ اور دوسرے کسی بزرگ نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا بلکہ یہ سب بزرگ امیر یزیدؒ کی بیعت خلافت میں داخل ہو گئے اگر امیر یزیدؒ بقول سبائیوں کے عیب دار تھے پھر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے امیر کی بیعت کر کے نہ ہی شہادت صحیح اور حق بر دی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی پرواہ کی اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ اور بھائی بھی غلط کام کریں تو ان کو بھی دوست نہ بناؤ اور اللہ تعالیٰ نے جو ان پر یہ اعتماد کیا تھا کہ اے میرے رسولؐ تو نہیں دیکھے گا کہ مجھ پر ایمان رکھنے والے کسی غلط کار کو دوست نہیں بنائیں گے چاہے وہ ان کے باپ بھائی اور رشتہ دار بھی کیوں نہ ہوں۔ کی بھی پرواہ نہ کی، تو پھر کیا ان بزرگوں نے ایک غلط کار انسان کو اپنا امیر امام چن کر خدا اور رسولؐ کا مقابلہ کیا۔ اور خدا رسولؐ کے نافرمان کے حکم کی پیروی کی۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان حکموں کو کہ لوگوں سے نہ ڈرو۔ شیطان اور شیطان کے دوستوں سے نہ ڈرو۔ بلکہ مجھ سے ڈرو۔ اگر تم ایمان دار ہو۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ گویا ان بزرگوں نے ایک جابر سے ڈر کر دین حق کی سربراہی اس کے سپرد کر کے خود اس سے وظیفے کھانے ہی میں نجات سمجھی۔ اور قولاً وفعلاً اس کی بھی مخالفت کی اور اگر امیر یزیدؒ غلط کار تھے تو ان بزرگوں نے سچ کو بھی جھوٹ میں ملایا۔ اور ایک غلط کار کی خاطر سیدنا حسینؓ کو تفرقہ باز کا خطاب دینے سے بھی گریز نہ کیا۔

امیر المومنین یزیدؒ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پاکؐ کے اطاعت گذار تھے

ارشاد ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۵

اللہ تعالیٰ نے ایمان دار لوگوں کے لئے حکومت کے بارے میں صاف اور
واضح طور پر حکم فرما دیا ہوا ہے کہ اگر حکومت کا سربراہ اللہ اور اس کے رسول
کا اطاعت گذار نہ ہو تو مذہبی طور پر اس کی اطاعت کسی طرح بھی جائز نہیں
کیوں کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ
اور ظلم کو دنیا سے ختم کیا جائے پیغمبر اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر ایمان لانے والے لوگ صحابہ کرامؓ جو آپؐ سے تعلیم دین حاصل کر کے
اسلام کا عکس کامل بن چکے تھے جو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو خوشی سے قبول کرتے
تھے اور قرآن کریم کے اشاروں پر چلنا جن کی زندگیوں کا معمول بن چکا تھا
وہ خوب جانتے تھے کہ ہمارے ذمہ کیا فرائض ہیں اور ہمیں کیا کرنا ہے ساتھ ہی
یہ بھی اچھی طرح جانتے کہ صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعین عظامؒ اللہ تعالیٰ کے
حکموں کے مقابلہ میں ایک جابر تو کیا تمام دنیا کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔

اور پھر ان بزرگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بھی موجود تھا کہ۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ○

ترجمہ: ان میں سے کسی گناہ گار یا منکر (یعنی حقیقت سے انکار کرنے والے)
کی اطاعت نہ کرے۔ (آیت ۲۴ دہر پارہ ۲۹)

لہٰذا صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعین عظامؒ کس طرح اپنے رب کے واضح
حکموں کی خلاف ورزی کر سکتے تھے آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار
بندوں کو حکم دے رہا ہے کہ اے ایمان والو اس صاحب حکم کی اطاعت کرنا جو
میرا اور میرے رسول کا صحیح معنوں میں اطاعت گذار ہو، اور جو بھی تم میں سے

ایمان دار۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایمان والو أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ
اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کو بغیر اطیعوا لگائے صاحب حکم کو پہلے والی دونوں أَطِيعُوا کا پابند کر دیا ہے
جس سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس صاحب حکم کی اطاعت کا
حکم مل رہا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلعم کا پورے طور پر اطاعت گزار
ہو ورنہ آیت مذکورہ اس طرح ہوتی۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا
أُولِي الْأَمْرِ یا پھر اس طرح ہوتی أَطِيعُوا اللَّهَ الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ۔ لہٰذا جو لوگ اس
آیت سے امیر وغیرہ کی اطاعت کا جواز نکالتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ کیوں کہ اس
حکم میں واضح طور پر ایمان والوں کو مِنْكُمْ، تم میں سے کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ اور
ان صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب ہے جنہوں نے قرآن کریم کے ہر حکم
ہر لفظ کی تفسیر و تعبیر آنحضور صلعم سے اسی طرح سیکھی اور سمجھی تھی جس طرح اللہ تعالیٰ نے
وحی کے ذریعہ سے آنحضورؐ کو سکھائی یا سمجھائی تھی۔ آنحضور صلعم سے تعلیم یافتہ صحابہ
کرامؓ قرآن کریم کے حکموں پر سوچ سمجھ کر بلکہ موت سے بے فکر اور بے خوف ہو کر
عمل کرتے تھے۔ ثابت ہوا کہ اگر امیر المومنین یزیدؒ اللہ اور اس کے رسولؐ کے اطاعت
گزار اور صحابہ کرامؓ کی طرح ایمان دار نہ ہوتے تو صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ موت
کو تو قبول کر سکتے تھے لیکن ان کا امیر یزیدؒ کی بیعت کرنا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ اگر
انصاف اور دیانتداری سے اس ایک آیت پر ہی غور کر لیا جائے تو روز روشن
کی طرح صاف نظر آتا ہے کہ امیر المومنین یزیدؒ خلیفہ برحق تھے۔

صحابہ کرامؓ نے سیدنا حسینؓ کو غلطی پر ٹھہرا دیا

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے
کہ جب سیدنا حسینؓ

مدینہ سے امیر یزیدؒ کی بیعت سے گریز کر کے چلے آتے تھے اور راستے میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ ترجمان القرآن کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ حسینؓ تم خدا سے ڈرو، اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو۔ یعنی امیر یزیدؒ کی بیعت کر لو۔ اور پھر اس کے بعد مکہ مکرمہ سے سیدنا حسینؓ کے کوفہ روانہ ہونے پر اس وقت کے تمام بزرگوں نے بلکہ آپ کے بھائیوں اور نزدیکی رشتہ داروں نے بھی آپ کو امیر یزیدؒ کے خلاف اٹھنے سے منع فرمایا تھا جیسا کہ وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اور جب آپ تمام بزرگوں دوستوں اور بہی خواہوں کے مشوروں کو ٹھکرا کر کوفہ روانہ ہوئے تو اس وقت کے سب سے بڑے عالموں مجتہدوں آنحضور صلعم کے مکتب فیض عام سے فیض یافتہ دین حق کے روشن میناروں نے یعنی سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور بعض دوسرے بزرگوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ آپ وہاں جا کر ضرور قتل ہوں گے۔ اور تمام کے تمام بزرگوں نے آپ کو غلطی پر سمجھا جس کو علامہ ابن خلدونؒ اس طرح بیان کرتے ہیں، لکھتے ہیں۔ "رو کنے والے بزرگ سیدنا حسینؓ کو کوفہ جانے میں غلطی پر سمجھتے تھے" کیا سبائیوں کے کہنے کے مطابق ان بزرگوں نے امیر المومنین یزیدؒ کی بیعت کسی مصلحت کے ماتحت کی تھی۔ کیا یہ سب بزرگ امیر یزیدؒ کی خلافت پر دل سے راضی نہ تھے۔ اور کیا سیدنا حسینؓ کو ان کا روکنا بھی امیر یزیدؒ کے حق میں نہ تھا۔ بلکہ ایک وقتی بات تھی۔ اور کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو یہ تعلیم دینا کہ جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا افضل جہاد ہے۔ محض رسمی بات تھی۔ اور آنحضورؐ کا ان کو یہ تعلیم دینا کہ ظالم حاکموں کی ہم نشینی نہ کرنا۔ اور ظالموں کے ہم نوالہ وہم پیالہ نہ بن جانا۔ بلکہ ظالم کو ظلم سے اچھی طرح روکنا۔ ورنہ اسلام سے

نکل جاؤ گے۔ اور یہ کہ پکڑو ہاتھ ظالم کا اور مائل کرو اس کو حق پر اچھی طرح سے۔ اور پھر یہ ارشاد کہ مت چلو ساتھ ظالم کے تاکہ تائید کرو اس کی اگر تم نے ایسا کیا تو نکل جاؤ گے اسلام سے اور آنحضور کا یہ فرمان کہ اگر تم نے ظالم کا ہاتھ نہ پکڑا تو تم سب عذاب میں گرفتار کئے جاؤ گے۔

گویا بقول سبائیوں کے اس وقت کے تمام کے تمام مسلمانوں نے معہ صحابہ کرامؓ کے جو بھی اس وقت دنیا میں حیات تھے۔ سوائے ابن زبیرؓ اور سیدنا حسینؓ اور آپ کے ہمراہیوں کے جو کربلا میں کوفیوں نے قتل کر دیئے۔ بلکہ سیدنا زین العابدین بھی کیونکہ کربلا کے بعد انہوں نے امیر یزیدؒ کی بیعت کر لی تھی۔ ان سب نے اللہ تعالیٰ کے حکموں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشادات کی زبردست مخالفت کی۔ معاذ اللہ۔ اہل نظر! خدارا غور کریں کہ کیا ایسا ہو بھی سکتا ہے کہ جن پاک ہستیوں سے خدا خوش تھا رسول پاکؐ خوش اور مطمئن تھے اور پھر خود یہ بزرگ حق کے مقابلہ میں ساری دنیا کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی ایمانی قوت نے طاغوتی طاقتوں کو تہ وبالا کر دیا تھا جن کی محنتوں اور مہربانیوں کی وجہ سے آج ہم مسلمان کہلا رہے ہیں

سبائیوں نے محض تفرقہ ڈالنے کے لیے غلط پراپگنڈہ کیا۔

یہ تو ابو مخنف جیسے کذاب سبائی راوی کی داستان سرائی ہے جو الف لیلیٰ کی کہانیوں سے کسی صورت بھی کم نہیں۔ جس میں مسلمان قوم بغیر سوچے سمجھے اندھی عقیدت کا شکار ہو کر کہاں سے کہاں چلی گئی ہے۔ اور اب کسی حق بات کے سننے پر بھی تیار نہیں ہے۔ اگر اس کو اتنی پراپیگنڈے کو تسلیم کر لیا

جائے کہ امیر فاسق تھے، تو اس کا نتیجہ لازماً یہ نکلتا ہے کہ اس وقت کے تمام اسلام کا نام لیوا لوگ امیر کے برسر اقتدار آنے میں معاون و مددگار بنے یا جنہوں نے ان کے برسر اقتدار آنے کی تائید کی یا ان سے دنیاوی فائدے اٹھانے کی خاطر خاموش رہے یا پھر امیر المومنین یزید خلافت المسلمین کے لائق تو نہ تھے لیکن زبردستی ان کو برسر اقتدار لایا گیا یا خود اس پر زبردستی قابض ہو گئے۔ اور یہ دین حق کے نقیب، اسلام کو سمجھنے والے بزرگ اور ان کے تابعین ڈرے ہوئے خاموش رہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے فرمانوں اور آنحضور صلعم کے ارشادات کو بالائے طاق رکھ کر اس کی بیعت کر کے اس سے کہ ہم تو آج کہ اس کے معاونین کی صفوں میں شامل ہو کر ایک فاسق کو من مانی کرنے کی کھلی چھٹی دے کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا مقابلہ کیا۔

اگر فی الحقیقت حالات یہی ہیں تو پھر کیا نعوذ باللہ من ذالک ہم یہ سمجھیں کہ وہ انقلاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں آیا تھا وہ عارضی تھا۔ وہ قلوب جو وحی الٰہی قرآن حکیم کی تعلیم سے روشن ہو گئے تھے، وہ ایک فاسق کے خوف سے مدھم بلکہ بالکل ہی بے نور ہو گئے تھے۔ اور محمد کریم صلعم کا وہ اصلاحی انقلاب جس نے تمام ظالموں، فاسقوں، مگراہوں اور خود غرضوں کا ستیاناس کر کے رکھ دیا تھا جلد ہی بے اثر ہو گیا تھا اور وہ حق پر مر مٹنے کا جذبہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلعم کی تعلیم نے ابھار اور نکھار کر ایمان لانے والوں کے دلوں میں پیدا کیا تھا، وہ جلد ہی زائل ہو گیا تھا۔ اور نبی کریم صلعم کے پیروان جو دنیا کو فانی اور بے سود سمجھتے تھے، وہ دنیا کے متوالے بن کر رہ گئے تھے۔ اور وہ کفر و الحاد و نفاق و بے ترسی اور مطلب پرستی کے غبار ہو

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوندی طاقت سے اسلام کے پروانوں کے دلوں سے صاف اور دور کر دیتے تھے۔ وہ فی الفور لوٹ آتے تھے۔ وہ دل وہ قلوب جو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور محمد کریم صلعم کے خلقِ عظیم سے شمعِ نبوت کے پروانے اور دینِ حق کے داعی بن چکے تھے۔ وہ اسلام کو خیرباد کہہ کر کسی طرف ہو چکے تھے۔ اور خدائی مشعل سے راہ یافتہ جو دینِ حق کا عکس بن چکے تھے۔ جلد ہی تاریکیوں میں جھکنے لگے تھے! اور اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو جن خطابات سے نوازا تھا۔ یہ سب خطاب محض عارضی تھے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کیا خدا بھی اس حقیقت کو نہ پا سکا کہ یہ لوگ بہت جلد ظالم و جابر کے حمایتی بن جائیں گے اور یہ فرمانِ خداوندی کہ یہ میرے بندے نافرمانوں کے لئے بڑے سخت اور آپس میں بڑے رحمدل ہیں، محض رسمی کلام تھا۔ اللہ اکبر ہرگز نہیں یہ تو اسلام دشمن سبائیوں کا پروپیگنڈا ہے۔ اہلِ حق خوب جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ بلکہ اُس وقت کے تمام مسلمانوں نے اسلام کو بلند کرنے کے لئے اپنے مال و منال لٹا دیں بلکہ اپنی جانیں بھی وقف کر رکھی تھیں۔ ان کے لیے حق پر مرمٹنا تو آسان اور معمولی بات تھا لیکن کسی غلط بات کو تسلیم کرنا گناہِ عظیم تھا۔ اسلئے وہ بات صاف کرنا ہی ذریعہ نجات سمجھتے

سیدنا علیؓ کی بیعت سے صحابہ کرامؓ نے انکار کر دیا

اہل البصیرت تاریخ دان اچھی طرح جانتے ہیں کہ اکثر صحابہؓ نے سیدنا علیؓ کی بیعت فقط ایک مطالبہ کی بنا پر نہیں کی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ سیدنا علیؓ اگر سیدنا عثمان غنیؓ کے خون کا قصاص پہلے لے لیں تو ہم بخوشی بیعت کر لیں گے۔ اس ایک وجہ سے صحابہ کرامؓ باوجود سبائیوں کی

سختیوں کے سیدنا علیؓ کی بیعت نہیں کرتے اور یہاں کہا جارہا ہے کہ امیر یزید بقول سبائیوں کے فاسق ہوتے ہوئے بھی صحابہ کرامؓ ان کی بیعت کر لیتے ہیں۔ اللہ اکبر یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ جو لوگ ایک عذر کی وجہ سے تو بیعت سے انکار کر دیتے اور سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف وہی صحابہ کرامؓ ایک فاجر فاسق کی بیعت فوراً کر لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ غلط الزام ہے جو لوگ حق و صداقت کی خاطر سیدنا علیؓ جیسے بزرگ اور بدری صحابیؓ کی بیعت سے انکار کر سکتے ہیں وہ امیر یزیدؒ کی بیعت سے بھی انکار کرنے کی طاقت اور جرأت رکھتے تھے۔ جن صحابہ کرامؓ نے سیدنا علیؓ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا ان کا تعارف ہم آپ کو ذیل میں کراتے ہیں۔

سیدنا علیؓ کی بیعت سے انکار کرنے والوں کے متعلق ابن خلدون کی شہادت

"سعدؓ، سعیدؓ، ابن عمرؓ، اسامہ بن زیدؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، عبداللہ بن سلامؓ قدامہ بن مظعونؓ، ابن ابی سعدؓ، کعب بن عجرہؓ، کعب بن مالکؓ، نعمان بن بشیرؓ، احسان بن ثابتؓ، مسلمہ بن مخلدؓ، فضالہ بن زیدؓ وغیرہ جو صحابہ کرامؓ مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے تھے انہوں نے بھی سیدنا علیؓ کی بیعت سے اس لیے ہاتھ کھینچ لیا کہ پہلے حضرت عثمانؓ کا خون بہالیا جائے۔ اور پھر بیعت کا مسئلہ سامنے لایا جائے۔" (صہ ۲۲۳ مقدمہ) مزید لکھتے ہیں۔ "معاویہ، عمرو بن عاص، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، زبیرؓ، ابن زبیرؓ، عبداللہؓ، طلحہؓ اور ان کے بیٹے، معاویہ بن خدیج، رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین، یا وہ اور صحابہؓ جو ان حجاز میں متفق تھے۔

وہ مدینہ میں رہ کر بھی بیعت علیؓ سے دست کش رہے۔ (ص ۲۴۵ مقدمہ ابن خلدون طبع کراچی)

مفتی جعفر حسین صاحب مترجم نہج البلاغہ لکھتے ہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ ابو موسیٰ اشعریؓ۔ احنف بن قیسؓ، اور انس بن مالکؓ وغیرہ نے بے شک کھل کر باطل کی حمایت نہیں کی مگر حق کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لینا بھی ایک طرح سے باطل کو تقویت پہنچانا ہے اس لئے ان کا شمار بھی مخالفین حق کے گروہ میں ہوگا (حواشی نہج البلاغہ ترجمہ امامیہ اکیڈمی)

کاش مفتی جعفر حسین صاحب نے یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں جان جن کو آنحضورؐ نے خطاب فرمایا تھا۔ کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یعنی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کھل کر باطل کی حمایت نہ کرنے اور حق کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لینے والے خطاب سے نوازا ہے۔ وہاں مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیتے کہ کہ سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی اور بزرگ خاندان سیدنا عقیلؓ بن ابی طالب، سیدنا سعدؓ سے بھی زیادہ سیدنا علیؓ کے مخالف نکلے، جو جنگ صفین میں اپنے چھوٹے بھائی علیؓ کو غلطی پر سمجھتے ہوئے ان کے مخالف سیدنا معاویہؓ سے مل کر ان کے مقابلہ میں لڑتے رہے

شیعہ مورخ شاکر حسین صاحب مولف مجاہد اعظم لکھتے ہیں کہ اکابر صحابہؓ کرامؓ نے سیدنا علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا

جن لوگوں نے علی مرتضیٰ کا تعلق اور رسول خدا سے ان کی خصوصیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ...... انہوں نے علیؓ سے بیعت تک نہ کی تھی ورنہ یہ کہ یزید اور عبدالملک جیسوں (؟) کی بیعت کو بخوشی گوارا کر لیا۔ ان بزرگوں کے اسماء یہ ہیں (۱) سعد بن ابی وقاص (۲) عبداللہ بن عمرؓ (۳) عبداللہ بن سلامؓ (۴) حبیب بن سنان۔

(۵) اسامہ بن زید (۶) قدامہ بن مظعون (۷) مغیرہ بن شعبہ (مہاجرین) (۱) حسان
بن ثابت (۲) کعب بن مالک (۳) مسلمہ بن مخلد (۴) محمد بن مسلمہ (۵) نعمان بن بشیر (۶)
زید بن ثابتؓ (۷) رافع بن خدیج (۸) فضالہ بن عبید (۹) کعب بن عجرہ (۱۰) سلمہ بن
سلامہ (انصار) جیسے اکابر اور مشاہیر اسلام شامل ہیں۔ انہوں نے جناب امیرؓ سے
بیعت تک نہ کی اور دنیا تو درکنار یہاں تک آپ نے دل برداشتہ ہو کر مدینہ سے
ہجرت اختیار کی۔ کوفہ کو اپنا دار السلطنت قرار دیا اور پھر جیتے جی مدینہ میں قدم نہ رکھا
(مدوام المجاہد اعظم) گویا بقول شاکر حسین صاحب صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین
نے خلافت کے بارے میں سیدنا علیؓ سے یہاں تک اختلاف کیا کہ آپ تنگ آ کر رحمت
للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی چھوڑ کر اور مدینہ رسول پاکؐ صلعم سے ہجرت کر کے
کوفہ چلے گئے اور پھر جیتے جی مدینہ منورہ میں قدم تک نہ رکھا۔ لیکن تاریخ سے
واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی جان
قربان کرنا تو بخوشی قبول کر لیتے ہیں لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی
کسی صورت چھوڑنا گوارا نہیں کرتے۔ اور پھر آج اس گئے گزرے زمانہ میں بھی اہل ایمان
مدینۃ الرسولؐ کی زیارت کو ترستے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے
انہیں وہاں پہنچا دیتا ہے تو ان کی از حد یہ خواہش ہوتی ہے کہ اپنے وطن کو واپس نہ
جائیں۔ دیار محبوبؐ ہی میں جئیں اور اسی خاک پاک میں مریں۔ اور صرف دنیاوی
مجبوریوں کی وجہ سے انہیں اپنے وطنوں کو واپس لوٹنا پڑتا ہے۔ لیکن بقول شیعہ سیدنا
علیؓ اپنی خلافت کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے عدم تعاون کی وجہ سے اس قدر تنگ
اور مجبور ہو چکے تھے کہ آپ نے دیار محبوبؐ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ترک

کر دیا۔ اور کوفہ کو اپنا دار الحکومت قرار دیکر جیتے جی مدینہ منورہ واپس نہ آئے یعنی سیدنا علیؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی چھوڑ کر گویا اپنے گھر بار کو خیرباد کہہ کر کوفہ جیسے بیوہ شہر کو اپنا اور اپنی حکومت کا مرکز بنا لیا نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ رسول صلعم نے مرکز اسلام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو کر رہ گیا۔ بلکہ مدینہ رسول صلعم کے علاوہ کوفہ کے مدینہ کی جگہ لینے کی وجہ سے قیامت تک مسلمانوں کا ایک مرکز پہ جمع ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا اور نہ صرف یہ بلکہ سیدنا علیؓ پر صحابہ کرامؓ کے عدم تعاون کا یہاں تک اثر پڑا کہ آپ اپنی خلافت میں نہ ہی حج اور نہ ہی امیر حج کے فرائض ادا کر سکے۔ جبکہ امارت حج خلافت کا جزو اعظم ہے اور نہ ہی عمر بھر دیار محبوبؐ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکے۔

سیدنا علیؓ نے اپنے ساتھیوں کی خواہش کیخلاف چل کر نقصان اٹھایا۔

اہل حق اس بات کی حقیقت دریافت کرنے پر مجبور ہیں کہ اگر سیدنا علیؓ کی خلافت پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اتفاق کر لیا تھا۔ تو پھر کوفہ دار الحکومت میں وہ کون سی مقدس کشش تھی جس نے آپ کو دیار محبوبؐ اور اپنے حقیقی ساتھیوں کی رفاقت ترک کرنے پر مجبور کر دیا تھا ان کی رفاقت جن کے متعلق خود خالق حقیقی کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ ساتھی محمد کریم صلعم کے ساتھ آپس میں نہایت ہی رحمدل ہیں کیوں آپ نے اس شہر کو جس کو خلیفہ ثانی نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اپنایا ہوا تھا، چھوڑ کر اس شہر کو اپنا دار السلطنت بنایا جس کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے آباد کیا تھا۔ جو ایرانی اقتدار کے سرحدی علاقوں کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ چلے آئے تھے، فاروق اعظمؓ نے ان کے اطوار و عادات کا گہری نظروں سے مطالعہ کرنے کے بعد ان کا اپنے پاس مدینہ منورہ میں رہنا بھی گوارہ

نہ کیا۔ اور ان اجڈ قسم کے لوگوں کو مدینۃ الرسول سے آٹھ نو سو میل دور پھینک دیا کہ کہیں یہ اس پاک شہر کے پاک ماحول کو بھی اپنی حرکتوں سے مذموم نہ بنا دیں۔ لیکن سیدنا علیؓ نے ان ہی اجڈ کوفیوں کو اپنا خیر خواہ اور ساتھی سمجھا جنہوں نے سب سے پہلے اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے عبداللہ بن سبا کی آواز پر لبیک کہا۔ اور فرشتہ سیرت خلیفہ راشد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کر کے اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رکھی۔ اور پھر انہوں نے کمال عیاری سے اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت اس طرح دیا کہ سیدنا علیؓ کے طرفدار بن کر آپ کو کوفہ لے گئے۔ اور وہاں آپ کو ہر طرح سے بے بس کر دیا اور آخر میں انہیں بھی اپنی ہوس کا شکار بنا لیا۔ آپ کا دوسرے مقدس شہروں کو ترک کر کے کوفہ کو اپنا دار السلطنت بنانے سے اسلام اور مسلمان قوم کو کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ بلکہ ان کی اجتماعی قوتیں پارہ پارہ ہو کر رہ گئیں۔ آپس کی خانہ جنگی میں بھائی نے بھائی کا گلا کاٹا۔ اور ان کوفی سبائیوں کی لگائی ہوئی آگ نے مسلمان قوم کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا۔ ان کے برپا کردہ اختلافات کی شدت کے نتائج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد آج بھی مسلمان بھگت رہے ہیں۔ ان تمام فتنوں کا سرچشمہ وہ کوفہ ہی تھا جس کو سیدنا علیؓ نے سبائیوں کے ایما پر اپنا دار الحکومت قرار دیا تھا جس کی مذمومیت اور کراہت اس گہرے دھبے تک پہنچ چکی ہے کہ کوئی بھی مسلمان آج اپنے آپ کو کوفی کہلانے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ کوفی کا لفظ ظلم و بے مروتی اور انتہائی حقارت و نفرت بن چکا ہے۔ یہاں تک اپنے آپ کو سید کہنے کہلانے والے مسلمان دوسرے کئی شہروں سے تو اپنی نسبت قائم کر کے بخاری زنجانی، ترمذی، کرمانی وغیرہ کہلانا تو اپنے لئے باعث صداقت و افتخار سمجھتے ہیں لیکن اپنے جد امجد سیدنا علیؓ کے دار الحکومت کوفہ سے اپنی نسبت دیکھ کر کوفی کہلانے

کو کوئی بھی تیار نہیں ہے۔ حالانکہ سیدنا علیؓ نے تو اسلام کے مقدس شہروں کو ترک کر کے اسی کوفہ کو اپنا دارالسلطنت بنایا تھا۔ اس کو جس کو اس وقت سے لے کر آج تک مسلمان بلکہ تمام دنیا والے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ دوسرے مسلمان حکمرانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی ہمیشہ اپنے دارالحکومت پر فخر رہا ہے۔

حضرت ولی اللہؒ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "خلافت سیدنا علیؓ کی قائم نہیں ہوئی"

حضرت مرتضیٰ باوجودیکہ خلافت کے وافر اوصاف رکھتے تھے (لیکن) خلافت پر متمکن نہ ہو سکے اور نہ ہی ان کا حکم اقطار ارض میں نافذ ہوا (بلکہ) ہر روز ان کی حکومت کا دائرہ تنگ سے تنگ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک آخر ایام میں سوائے کوفہ اور اس کے آس پاس ان کی حکومت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ (ص ۲۹۹ جلد ۲)

مزید فرماتے ہیں۔ "خلافت حضرت علیؓ کے لئے قائم نہ ہوئی کیونکہ اہل حل و عقد نے اپنے اجتہاد سے اور مسلمانوں کی نصیحت کی خاطر ان سے بیعت نہیں کی۔ (ازالۃ الخفاء ۲۹۷ جلد ۲ مطبع صدیقی بریلی)

حضرت ولی اللہؒ صاحب بھی فرماتے ہیں کہ سیدنا علیؓ امام برحق نہ تھے۔

بعد وفات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبرؓ امام برحق تھے اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ۔ کیونکہ وہ دونوں علم و فضل اور صلاح خلافت کے ساتھ مجتبیٰ اور مظفر و منصور تھے (اس لئے) آنحضور صلعم نے (ان کے لئے) وراثت حیات

عالیہ کی بشارت دی۔ برخلاف حضرت علیؓ مرتضیٰ کے کیونکہ آپ اگرچہ عشرہ مبشرہ سے تھے۔ لیکن منظور و منصور اور امام ظاہر (یعنی امام برحق) نہ تھے (ص ۴۲ جلد ۲) مزید لکھتے ہیں۔

بے شک حضرت صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ اور ذوالنورین حضرت عثمانؓ غنی نے بہت سے شہر فتح کئے اور ان پر مسلط ہوئے قرآن مجید جمع کیا اور وہی تمام عالم اسلام میں شائع ہوا۔ اور مشتہر ہوئے۔۔۔۔۔۔ اور خلافت حضرت علی مرتضیٰ کی کبھی بھی منتظم نہیں ہوئی (ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۲۶ اردو طبع لاہور)

حضرت ولی اللہ محدث رح یہ بھی فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حضرت عثمانؓ کے بعد خلافت خاصہ قائم نہ ہو گی"

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثوں میں صراحت اور وضاحت سے فرمایا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بعد خلافت خاصہ منتظم نہ ہو سکے گی (ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۲۴۹)

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ رح لکھتے ہیں کہ "سیدنا علیؓ کی خلافت پر مسلمانوں نے اتفاق نہیں کیا تھا۔"

جبکہ تینوں خلفاء (سیدنا صدیق اکبرؓ و سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ) پر تمام امت متفق ہو گئی تھی۔ اور اس طرح انہیں خلافت کا مقصود حاصل ہو گیا تھا (ان کی خلافت مستحکم ہو جانے کا ثبوت یہ ہے کہ) انہوں نے کفار کے ساتھ جہاد کئے۔ (اور ملک فتح کئے) شہروں کو اپنے زیر اقتدار لائے۔ اور علیؓ کی خلافت میں نہ کفار سے جہاد ہوا اور نہ ہی شہر فتح ہوئے۔ اس دور میں فقط تلوار اہل قبلہ ہی میں چلتی رہی۔" (ص ۵۰ جلد ۴ منہاج السنۃ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ بھی لکھتے ہیں کہ اکثر مسلمانوں نے سیدنا علیؓ کی بیعت کی تھی۔"

"مسلمانوں کی کثیر تعداد نے یعنی نصف امت نے یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ نے ان کی (سیدنا علیؓ کی) بیعت نہ کی تھی نہ سعد بن ابی وقاصؓ نے بیعت کی اور نہ ابن عمرؓ نے اور نہ دوسرے (عام صحابہؓ) نے" (ص ۲۲۵ جلد ۲)

مزید فرماتے ہیں اور (سیدنا) علیؓ اپنے فوجی ظالموں کے قہر سے عاجز تھے اسکے اعوان وانصار ان کے احکام کی موافقت نہیں کرتے تھے (ص ۲۰۲ جلد ۲ منہاج السنۃ)

مزید لکھتے ہیں یعنی ان کی (سیدنا علیؓ) خلافت میں دین اسلام کو شوکت نہ ہوئی بلکہ اسلام میں فتنہ واقع ہوا اور شام ومشرق (یعنی ایران وغیرہ) کے کفار ونصاریٰ اور مجوسیوں کو جو (مسلمانوں کے) دشمن ہیں ان کے (مسلمانوں کے) تباہ کرنے کی طمع پیدا ہوئی۔ (صفحہ ۱۳۸ جلد ۲ منہاج السنۃ)

خود سیدنا علیؓ کا اپنا بیان ہے کہ قریش میں کسی نے بھی میری خلافت کو تسلیم نہیں کیا

"خدایا! میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں کیونکہ انہوں نے قطع رحمی کی اور میرے مرتبہ کی بلندی کو پست سمجھا اور اس خلافت پر کہ جو میرے لئے مخصوص تھی جھگڑا کرنے کے لئے ایکا کر لیا ہے" (ص ۴۶ خطبہ ۱۷۰) مزید فرماتے ہیں "خدایا! میں قریش سے انتقام لینے پر تجھ سے مدد کا خواستگار ہوں، کیونکہ انہوں نے میری قرابت و عزیزداری کے بندھن توڑ دیئے اور میرے ظرف کو اوندھا کر دیا اور اس حق میں کہ جس کا میں سب سے زیادہ اہل ہوں جھگڑا کرنے کے لیے ایکا کر لیا ہے۔ (ص ۵۷۲

خطبہ ۲۱۵ نہج البلاغہ امامیہ لاہور) اور پھر خود سیدنا علیؓ اپنی خلافت کی تعریف اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ "اے بھائیو! جو تم کہتے ہو میں اس سے بے خبر نہیں ہوں لیکن میرے پاس قوت وطاقت کہاں ہے جب کہ فوج کشی کرنے والے اپنے انتہائی زوروں پر ہیں وہ ہم پر مسلط ہیں ہم ان پر مسلط نہیں۔ (یعنی حکومت جاری نہیں ان کا ہے وہ ہم پر حکومت کر رہے ہیں) ہم ان کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں" (خطبہ ۱۶۴ نہج البلاغہ امامیہ لاہور)

ابن ابی الحدید نے تو سیدنا علیؓ کی خلافت کا تانا بانا ہی بیان کر دیا

شرح نہج البلاغہ میں بیان کرتے ہیں۔ "کل اہل بصرہ (حضرت علیؓ) سے متنفر تھے اور کوفہ ومدینہ کے اکثر لوگ اور مکہ کے تو سب ہی لوگ ان سے متنفر تھے۔ اور سب قریش ان کے خلاف تھے اور جمہور خلق ان کو مخالف اور بنی امیہ کے ساتھ تھی۔ عبدالملک بن عمیر نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے (سیدنا) علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ السابقون میں سے کسی ایک کو بھی وہ برائی پیش نہیں آئی جو مجھے آتی ہے پھر (یہ کہہ کر) رونے لگے (ص ۹ بحوالہ تحقیق مزید) ان بیانات و واقعات کی روشنی میں دو باتیں واضح طور پر سامنے آ جاتی ہیں، اول یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی غالب اکثریت نے جن میں بہت ہی بلند مقام رکھنے والی شخصیتیں بھی شامل تھیں۔ مثلاً سعد بن ابی وقاصؓ آنحضور صلعم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور سیدنا زبیرؓ آنحضور صلعم اور سیدنا علیؓ کے پھوپھی زاد بھائی اور سیدنا طلحہ وغیرہم صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم بلکہ عام تمام مسلمانوں نے جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کو ظلم عظیم سمجھتے تھے کسی نے بھی سیدنا علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہ کیا تھا۔ اور تمام کے تمام مسلمان سمجھتے تھے کہ آج سے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافتِ نبوت کا

خاتمہ ہوگیا ہے اور اب جبری حکومت کا دور شروع ہوگیا ہے جیسا کہ ازالۃ الخفاء و الاستیعاب کے حوالوں سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ثمامہ بن عدی رض آنحضور صلعم کے صحابی ہیں۔ آپ عہد عثمانی میں صنعاء (یمن) کے گورنر تھے جب آپ کو ان اندوہناک حالات یعنی شہادت عثمان غنی رض کی خبر ملی اور آپ مسجد میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے تو شدت غم سے رونے لگے۔ اور دیر تک روتے رہے۔ پھر کہا آج امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت نبوت کا خاتمہ ہوگیا ہے اور اب ملوکیت اور جبری حکومت کا دور دورہ شروع ہوگا۔

(الاستیعاب ص ۹۷ جلد ۱ طبع دکن) و (ازالۃ الخفاء ص ۲۵۱ جلد ۲ مطبع صدیقی بریلی)

(دوم) یہ کہ سیدنا علی رض کی خلافت نہ صرف بے بس تھی بلکہ سبائیوں کے رحم و کرم پر ہی قائم تھی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ آپ کا ارشاد "ہم ان پر مسلط نہیں بلکہ وہ ہم پر مسلط ہیں"۔ اور پھر آپ کے مندرجہ ذیل بیانات سے بھی یہی کچھ ثابت ہوتا ہے۔ "رعیتیں اپنے حکمرانوں کے ظلم و جور سے ڈرا کرتی تھیں اور میں اپنی رعیت (یعنی اپنے شیعوں) کے ظلم سے ڈرتا ہوں"۔ (ص ۹۵۰ خطبہ ۲۶۸) مزید فرماتے ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ معاویہ چند تند مزاج لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور وہ بغیر کسی امداد و اعانت اور بخشش و عطا کے اس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تمہیں "امداد" کے علاوہ تمہارے معینہ عطیوں کے ساتھ دعوت دیتا ہوں مگر تم مجھ سے پراگندہ و منتشر ہوجاتے ہو اور مخالفتیں کرتے ہو ...... تم تو میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے اور نہ اس پر متحد ہوتے ہو چاہے وہ تمہارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف میں جن چیزوں کا سامنا کرنے والا ہوں ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب موت ہے (یعنی میں تم میں جینے کی بجائے مرجانا بہت بہتر سمجھتا ہوں)

(ص ۷۹۴ خطبہ نمبر ۱۷۸ نہج البلاغہ امامیہ لاہور)

مرقومہ بالا وضاحتی بیانات اور تاریخی حقائق سے لامحالہ ہم اس نتیجہ پہ پہنچتے ہیں کہ سیدنا علیؓ کی خلافت کو وہ ہمہ گیر مقبولیت حاصل نہ تھی جو عوام الناس کے جگری تعاون سے حاصل کی گئی کسی حکومت کا طرۂ امتیاز ہوا کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ صحیح معنوں میں "حکومت" نام ہی اس اجتماعی قوت کا ہے جو حاکم اور محکوم کے تعاون سے ملکی و ملی فلاح و بہبود کے لئے پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس سے حاکم عوام الناس کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کرتا ہے۔ خارجی اعداء کے مقابلہ میں اپنے ملک کا دفاع بھی اسی سے حاصل ہوتا ہے اور داخلی اختلافات کو بطریق احسن انجام دیکر ملک کے گوشہ گوشہ میں امن و امان کا دور دورہ اسی سے قائم رہتا ہے۔ عوام کی خوشحالی اور خوشنودی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ حاکم کے اشارۂ ابرو پہ اپنی جان تک کی متاع عزیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب کسی ملک کی حکومت اپنے ملک کا دفاع نہ کر سکے دوسری طاقتیں اس سے ملک چھین لیں۔ ملک میں خانہ جنگی کا یہ عالم ہو کہ خود سربراہ حکومت عوام کے عدم تعاون اور حالات کی ناسازگاری سے تنگ آکر ان کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ اور اس کی مایوسی و ناکامی کی انتہا یہ ہو کہ وہ خود اپنی ہی موت کا آرزومند ہو۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنے پرفتن عہد حکومت میں اپنی رعایا کے ہاتھوں قتل ہو جاتے۔ تو اس قسم کی ابتری اور خانہ جنگی کے پرفتن دور کو صحیح معنوں میں حکومت کا نام دینا ایک عجیب سی بات دکھائی دیتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام کے بے مثال علمبرداروں سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلیفۃ الرسولؐ اور خلیفۃ المسلمین اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان بزرگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہونے کی وجہ سے مسند خلافت

پر سے اسلام اور دنیا ئے اسلام کی جو جو بیش بہا خدمات سر انجام دی ہیں ان کا اقرار غیر مسلمان حکماء اور مدبرین نے بھی واشگاف الفاظ میں کیا ہے۔ جہاں جنگوں نے نہ صرف اسلامی مملکت کی حدود کو وسعت دی بلکہ دور و نزدیک کے تمام مسلمانوں کو ایک مرکز سے وابستہ رکھا عوام کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں جو قوانین وضع کئے ان کا اقرار غیر مسلم قوموں کے سربراہوں اور مورخوں کے سلسلہ میں ہندو قوم کے سربراہ گاندھی جی آنجہانی نے بھی کیا ہے یہاں تک کہ انہوں نے انگریزی عہد حکومت کی تنقید کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ متحدہ ہندوستان میں اگر سیدنا عمرؓ کے عہد حکومت کے قوانین نافذ کر دیئے جائیں تو وہ انہیں بسر و چشم قبول کرنے کو تیار ہیں اس طرح انہوں نے اسلام کے اس عظیم فرزند کے عہد حکومت کو خراج تحسین ادا کیا۔

سیدنا علیؓ کو وصیٔ رسولؐ کہنا سراسر غلط ہے

اہل بصیرت خوب جانتے ہیں کہ وصی بنانے والے اس شخص کو وصیت کر کے اپنا وصی و وارث بنا لیتے ہیں جس پر ان کو غایت درجہ اعتماد ہو۔ اور وہ سمجھتے ہوں کہ یہ شخص ہماری خواہشات اور پروگرام کے مطابق ہماری وصیت کو عملی جامہ پہنانے کی صلاحیت اور طاقت رکھتا ہے۔ حقیقت میں وصی وہی شخص کہلا سکتا ہے جو وصیت کرنے والے کی خواہشات کے مطابق خود بھی عمل کرنے اور دوسرے لوگوں سے بھی اس پر عمل کروا سکنے کی طاقت رکھتا ہے لیکن جو شخص کسی ہستی کی وصیت کے مطابق عمل درآمد نہ کرا سکے تو اس کو وصی کہنا ہی غلط ہے بلکہ اس سے وصیت کرنے والے کے انتخاب پر بھی حرف آتا ہے۔ غور کا مقام ہے کہ جب بھی سیدنا علیؓ کو وصی رسولؐ کہنے والوں سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اگر فی الحقیقت آپ وصیٔ رسولؐ تھے تو آپ کا دور بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی طرح کامیاب

کامران کیوں نہ ہوا۔ اور وہ کیا وجوہات تھیں جن کی وجہ سے آپ کے زمانہ میں مسلمان
قوم کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچا۔ کیوں آپ کی حکومت کا دائرہ تنگ سے تنگ تر ہوتا
چلا گیا۔ کیوں مذموم ماحول سے تنگ آکر آپ موت کے آرزومند ہوئے۔ تو جواب ملتا ہے
کہ آپ کے مخالفوں نے حالات ایسے پیدا کر دیتے تھے کہ آپ کو کام کرنے کا موقع ہی نہ
مل سکا۔ اس کا جواب (اول) تو یہ ہے کہ کام کرنے والے حالات کے محتاج نہیں ہوا
کرتے۔ جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہمارے سامنے ہے کہ تمام دنیا کے دشمن
ہونے کے باوجود بھی آنحضور صلعم ہر طرح سے کامیاب ہوئے۔ اور پھر آنحضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد حقیقی وصی رسولؐ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ بھی دنیا کے
سامنے ہے۔ جب کہ بعض علاقوں میں جو لوگ ابھی تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے اور
ابھی تک اسلامی تعلیم سے کما حقہ واقف بھی نہ ہو سکے تھے۔ ان کو جھوٹی نبوت کے مدعیوں
اور منافقوں نے مرتد ہونے پر مجبور کر دیا تھا جس سے ارتداد کے فتنے نے زور پکڑا تھا۔
کہ اس قسم کی افواہیں عام ہو گئیں کہ مرتدین مدینۃ الرسولؐ پر حملہ کرنے کے لئے پر تول
رہے ہیں۔ اور بعض ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے زکوٰۃ جیسے اہم فریضہ کے ادا نہ کرنے
کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کے ظاہری قوا ضعیفی کی وجہ
سے جواب دے رہے تھے۔ باوجود حالات ناسازگار ہونے کے بھی کسی بات کو خاطر
میں نہیں لاتے۔ تمام صحابہ کرامؓ معہ سیدنا علیؓ و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ ایک نے خطرناک حالات
کے پیش نظر وصی رسولؐ کی خدمت میں عرض کی کہ ایسے حالات کے ہوتے ہوئے ایک
تو لشکر اسلام کو مدینہ سے باہر نہ بھیجا جائے۔ دوسرے زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں
سے تالیف قلوب اور نرمی کے ساتھ پیش آیا جائے۔ لیکن آپ نے صحابہؓ کے مشورہ

سے اتفاق نہ کیا بلکہ سیدنا عمر فاروقؓ جیسے مخلص ساتھی اور بہترین مشیر سے کہا۔ کہ اے عمرؓ
تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم تو جاہلیت کے زمانہ میں بڑے سخت تھے، مسلمان ہو کر کیوں ذلیل
خیالات کے مالک بن گئے ہو۔ حقیقی وصیِ رسولؐ مشیروں اور ناسازگار حالات کو خاطر میں
نہ لاتے ہوئے اپنے حسنِ تدبر و فہم و فراست سے کام لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اس ذاتِ پاک
کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر درندے مجھے اٹھا کر بھی کیوں نہ لے
جائیں تو بھی میں اپنے آقا و رہنما کی خواہش کے مطابق حق کا بول بالا کرنے کے لئے اسامہؓ
کے لشکر کو مدینہ سے ضرور روانہ کر دوں گا۔ اور اگر لوگ زکوٰۃ کے مال سے ایک رسی
کا ٹکڑا دینے سے انکار کریں گے تو میں ان کے ساتھ جہاد کروں گا۔ واقعات شاہد ہیں کہ
ایک ضعیف انسان کے جذبۂ ایمان کے سامنے باقی تمام صحابہ کرامؓ کو معہ سیدنا علیؓ
کے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ ظاہری طور پہ ایک ضعیف اور لاغر انسان نے
کس طرح تمام طاغوتی طاقتوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ اور وصیت کرنے والے
کی خواہشات کے مطابق ان کے مشن کو دنیا میں کامیاب کیا۔ یعنی احکام خداوندی اور
سنت نبوی کو اپنی خداداد قوت سے نافذ کر کے خود بھی ان پر عمل کیا اور دوسروں
سے بھی کرایا۔ گویا اپنے عمل سے وصیِ رسولؐ ہونے کا عملی ثبوت بہم پہنچا دیا۔

(دوم) سیدنا علیؓ کو وصیِ رسولؐ کہنے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کا براہ راست
اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے یعنی امام بغیر کسی وسیلہ کے اللہ تعالیٰ سے ہدایات
حاصل کرتا ہے اگر فی الحقیقت یہ بات درست ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے ہدایات
حاصل کرنے والے کا ہر قدم راستی پہ ہونا چاہیئے۔ پھر یہ بات آئینِ خداوندی کے
سراسر خلاف ہے کہ جو کام حق و صداقت کی بنیادوں پہ اور حکمِ خداوندی سے کیا

جاتے وہ ناکام ہو۔ اور خاص طور پہ جب عنانِ حکومت بھی قبضے میں ہو۔ تو اس صورت میں تو ناکام ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سبائیوں کے اس عقیدہ کے پیش نظر تو حالات ناسازگار ہونے کا سوال بھی پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں اس بات کا خدشہ ضرور ہے کہ جب اس مذہب کی بنیاد ہی تقیہ پہ ہے تو ہو سکتا ہے کہ ان کا خدا بھی اپنے وصی کے ساتھ تقیہ ہی کر رہا ہو۔ کیونکہ حقیقی خدا نے تو اپنے کلام میں ایمان داروں سے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ میں تمہیں اسی طرح حکومت عطا کروں گا جس طرح تم سے پہلوں کو عطا کی تھی اور تمہیں ہر طرح کے ڈر اور خوف سے نجات دلاؤں گا۔ تم میری ہی عبادت کرو گے۔ یعنی میرے نام کو بلند کرو گے۔ لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہے سبائیوں کے وصی اعلان کرتے ہیں کہ "باغی ہم پر مسلط ہیں" اور "میں اپنی رعیت (یعنی اپنے شیعوں) سے ڈرتا ہوں"۔ اور ان سے تنگ آکر موت کا آرزومند ہوں"۔ جب ان کے ڈر اور خوف کی یہ انتہا ہے تو پھر سبائیوں کے وصی کے ساتھ ان کے رب کے تمام وعدے تقیہ نہیں تو اور کیا ہیں۔ اور فی الحقیقت حالات یہی ہیں تو جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت جیسی نعمت عطا فرمائی ہوئی ہے وہ تو کسی صورت میں بھی سیدنا علیؓ کو وصی رسولؐ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ کاش کہ مسلمان اس حقیقت کو سمجھ جائیں کہ وصی رسولؐ کا مسئلہ سبائیوں کی خانہ ساز جہت اور ڈھونگ کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جو تفرقہ بازوں نے محض اسلام میں رخنہ اندازی اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور محض سیدنا علیؓ کو دوسرے صحابہ کرامؓ پر فوقیت دینے کے لئے گھڑا ہے۔ اگر مسلمان اس سبائی پروپیگنڈے کی زد سے بچ کر اپنے بزرگوں کو برا بھلا کہنا ترک کر دیں اور صحابہ کرامؓ پر معترض ہونے کی بجائے

خود اپنے اقوال و افعال کا محاسبہ کر کے عنداللہ سرخرو ہونے کی کوشش کریں تو ان کے لئے بہت ہی بہتر ہے اور اس ذہنی الجھن سے بھی بچ جائیں۔

لہٰذا سیدنا علیؓ کے دور فتن کے برعکس سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین سیدنا یزیدؒ دونوں کی خلافتوں کے ساتھ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے سابقہ خلافتوں کی طرح اتفاق کیا اور ان کے اعوان و انصار بھی ان پر مطمئن اور خوش تھے۔ اور ان کے حسن انتظام و نظم و نسق کی مقبولیت عوام کی فلاح و بہبود کا معراج تھا کہ راعی اور رعایا دونوں باہم شیر و شکر ہو کر اسلام اور مسلمان قوم کی سرفرازی و سربلندی کے لئے کامیاب کوششیں کرتے رہے تحویل و عریض مملکت کے کسی بھی گوشے سے کسی غیر مسلم کو بھی سر اٹھانیکی جراءت نہ ہو سکی، چہ جائیکہ کوئی مسلمان اپنے امیروں کے خلاف ہتھیار اٹھاتا۔ اس طرح باوقار اور پر عظمت حکومت کی متعدد بہاریں دیکھنے کے بعد دونوں خلفاء نے طبعی موت سے اللہ تعالےٰ کے جوار رحمت میں پناہ لی یران دونوں بزرگوں کی خوشگوار اور مقبول عوام حکومتیں رعایا کی ان سے خوشنودی اور اطمنان و سکون ہی کا نتیجہ تھا کہ سیدنا امیر معاویہؓ کے بعد ان کے قابل فخر بیٹے امیر المومنین یزیدؒ اور پھر ان کے بعد ان کے بیٹے معاویہ بن یزیدؒ کے پائے تخت کے آگے عوام نے سر تسلیم خم کر کے ان کی خلافتوں کی تائید و حمایت کا ثبوت بہم پہنچایا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبائیوں کی سختیاں

قارئین غور فرماویں کہ کیا یہ صحیح خیال ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ڈر کر یا بر تقاضائے مصلحت بیعت کی تھی اور دل سے راضی نہ تھے خوب۔ لیکن اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ کہ سیدنا علیؓ کی بیعت نہ کرنے والوں کے ساتھ سبائیوں نے کیا کیا سلوک کئے تھے اور کتنے صحابہ کرامؓ اور دوسرے لوگ حق بات کہنے کی پاداش میں ان

لوگوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے جو سیدنا علیؓ پر مسلط تھے۔ پھر جنگ جمل اور صفین جیسے ہولناک حادثوں میں پچاسی ہزار کے قریب قریب جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور نیکوکار تابعین عظامؒ کا قتل عام بھی سیدنا علیؓ کی بیعت سے انکار ہی کی وجہ سے تھا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس سے انکار ناممکن ہے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ اکثر صحابہ کرامؓ نے سیدنا علیؓ کی بیعت نہ کر کے ثابت کر دیا کہ ایک جابر اور فاسق تو کیا موت کا ڈر بھی صحابہ کرامؓ کو حق بات کہنے سے نہیں روک سکتا تھا۔

کیا صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے امیر یزیدؒ کی بیعت سے انکار کیا

اس موقعہ پر ہم یہ دریافت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ہمیں بتایا جائے کہ وہ کون کون سے صحابہ کرامؓ تھے جو سیدنا علیؓ کی طرح امیر المومنین یزیدؒ کی بیعت خلافت سے انکار کی وجہ سے قتل ہوئے۔ اور وہ صحابہ کرامؓ بھی جو آپ کی بیعت سے باہر رہے جیسا کہ ہم نے اوپر سیدنا علیؓ کی بیعت سے انکار کرنے والوں کی فہرست پیش کی ہے۔ واضح طور پر ہمیں بھی ایسے بزرگوں کے نام بتائے جائیں۔ اگر آپ لوگ سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ کا سوال اٹھائیں تو یہ دونوں بزرگ تو خلافت کے امیدوار تھے۔ اس لئے جو شخص کسی بات کا دعویدار ہوتا ہے اس کی شہادت کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی ماسوا شہادت کے مطابق گواہی غیر جانبدار ہی کی سمجھی جا سکتی ہے ان حالات و واقعات کے ہوتے ہوئے اہل حق کو دو کشتیوں پر سوار ہونے کی بجائے ایک ہی پر سوار ہونا چاہئے یعنی ایک ہی راہ اختیار کرنی چاہئے۔

زندگی بسر کرنے کا سلیقہ

قارئین محترم! یہ تو کوئی اچھی بات نہیں کہ آپس میں تو تو میں میں اور لڑائی جھگڑے میں اپنی زندگی

گزار دی جائے۔ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں اس سے تو ہمارے دونوں جہان برباد ہو رہے ہیں۔ اگر ہم اپنی عاقبت درست نہیں کر سکتے، تو کم از کم ہمیں اپنی دنیا تو بچا لینی چاہیئے جس کے لئے اس وقت صرف ایک ہی راستہ باقی ہے وہ یہ کہ صحابہ کرامؓ کے مسلک کو خیرباد کہہ کر شیعہ مسلک کو اپنا کر اس آپس کی تو تو میں میں سے جان چھڑائی جائے اور شیعوں کے ساتھ مل کر "اس فرقہ بندی کی لعنت" سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ آئے دن کے لڑائی جھگڑوں سے منہ موڑ کر عزاداری کے جلوس تمام بڑی بڑی مساجد سے نکالے جائیں اور تمام بڑے بڑے علماء کرام کے ہاتھوں میں سیاہ علم تھما کر اور انہیں سیاہ لباس پہنا کر "زیارتوں" کے محافظ مقرر کر دیا جائے۔ پھر سب چھوٹے اور بڑے تمام جاہل و عالم مل کر "شام غریباں" منائیں اور ثابت کر دیں کہ "مسلمان" سب ایک ہیں۔ اور پنجابی کے اس ضرب المثل۔ "اے جگ مٹھا اگلا کس ڈٹھا"۔ کے مصداق کم از کم یہ دنیا تو جنتِ نظیر بنالی جائے۔

شیعہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمان صحابہ کرامؓ سے بدظن ہو جائیں

شیعوں کے مجتہد مجلسی نے اپنے امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ "حضور رسالت مآبؐ نے اس دنیا سے کوچ کیا تو چار افراد کے سوا سب کے سب مرتد ہو گئے تھے (حیات القلوب ص۹۷۹ جلد۲ طبع لکھنؤ) اس کے علاوہ امداد امام "مصباح الظلم" میں لکھتے ہیں کہ۔ سچ ہے اگر سقیفہ کا معاملہ ظہور میں نہ آتا۔ (یعنی سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی بیعت) تو کربلا کا واقعہ بھی ظہور میں نہ آتا لاریب کربلا کا واقعہ سقیفہ کے معاملہ کا ایک فطری نتیجہ ہے۔ (ص۱۹ام) الحق خلافت شیخین اور شہادت امام حسینؓ بلا گفتگو علت و معلول کی نسبت رکھتے ہیں۔ (ص ۲۲

مصباح الظلم) اسی طرح قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں لکھتا ہے۔ خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا جسے شیخین نے غصب کر لیا اور خود خلیفہ بن بیٹھے۔ ان کے تسلط کی وجہ سے حضرت عثمانؓ اور امیر معاویہ کو اقتدا حاصل ہوا اور امیر معاویہؓ کے تسلط سے یزید کو اقتدار ملا۔ اور یزید کے تسلط کی وجہ سے واقعہ کربلا پیش آیا اس طرح شہادت امام حسینؓ کا سبب خلافت شیخین ہے۔ چنانچہ امام باقرؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے خون کا ایک قطرہ بھی جو گرایا گیا ہے یا قیامت تک جو گرایا جائے گا۔ وہ حضرت شیخین کی گردن پر ہے دوسرے یہ کہ جب زید بن علیؒ بن حسینؓ نے معرکہ جنگ میں ہشام بن عبدالملک کی فوج کے ہاتھ سے تیر کھایا تو کہا کہ مجھے حضرت شیخین نے یہاں لا کر ڈالا ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک شیعی شاعر نے کہا ہے کہ واقعہ کربلا عمر کی طرف سے ہے کیونکہ قانون جفا کا موجد وہی ہے۔ چوتھے جب ایسے اسباب مہیا ہو جائیں جو واقعہ سقیفہ کے وقت موجود تھے۔ تو عقل مند لوگ ابتداء ہی میں یہ حکم قطعی و عقلی صادر فرما دیتے ہیں کہ اسباب کے نتائج ایسے ہوں گے جیسا کہ واقعہ کربلا۔ (ص ۲۵ مجالس المومنین بحوالہ تحفہ شیعہ) اور پھر جیسا کہ آج بھی یہ لوگ علی الاعلان اور چھاتی کے زور سے صحابہ کرامؓ کے فدائیوں کے سامنے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین مشیر اور مخلص ساتھی۔ محسن الثانیت اور حق کے عکس سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پتلا بنا کر اور گلے میں جوتوں کا ہار ڈال کر جلوس نکالتے ہیں اور پھر پتلے کو جلا دیتے ہیں۔ (استغفر اللہ! یہ سانحہ مورخہ ۲۰-۷-۱۹۷۴ء کو ضلع جھنگ تھانہ گڑھ مہاراجہ موضع جانی جوئن میں ہوا ہے۔ جو اہل حق کی آنکھیں کھولنے کے لئے حجت کا مقام رکھتا ہے۔ اور پھر یہ سانحہ بھی نیا اور پہلا نہیں بلکہ اس سے پہلے

اسی ضلع کے ایک گاؤں جسو بیلی میں بھی یہ لوگ اسی طرح کی شرمناک شرارت کر چکے اور پھر جسو بیل کے بعد اسی قسم کی شرارت علی رضا آباد میں بھی سنی گئی تھی) (خبر مفت روزہ دعوت" ۲۹ جولائی ۱۹۶۴ء لاہور)

صحابہ کرامؓ کی محبت کا دم بھرنے والو! دیکھ لیا امیر المومنین یزیدؒ کو برا کہنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو برا کہنے کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ گویا امیر کو بطور دروازہ استعمال کیا جا رہا ہے اگر ہم لوگوں کو صحابہ کرامؓ سے ذرہ بھر بھی محبت الفت ہے، تو پھر تبرا بازی کے تمام ذرائع بند کرو دینا ہمارا فرض ہے۔

نجات اُخروی اور مصالحت کی تجویز

ان حقائق کی روشنی میں نجات اخروی کے حصول کے لیے

ہم پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ نہ صرف حقیقت کا اعتراف ہی کریں بلکہ اس کی نشر و اشاعت کے لئے بھی کمر بستہ ہو جائیں۔ اس عظیم حقیقت کے لئے جس پر کوئی سبائی پروپگینڈا نے عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے غلط فہمیوں کے غلاف چڑھا رکھے ہیں۔ واقعات کی روشنی میں حقیقت یہی ہے کہ امیر المومنین یزیدؒ خلیفہ برحق تھے۔ اور اگر خدانخواستہ ہم اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں جس کا اس مذموم پروپگینڈا نے ہمیں شکار بنا رکھا ہے۔ تو غور فرمائیے کہ امیر یزیدؒ کی امارت کو تسلیم کرنے والے تمام صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ حضرات کی حیثیت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کا زمانہ دیکھا ہے۔ وہ زمانہ جسے خود آنحضور صلعم نے اپنے بعد بہترین زمانے کے خطاب سے نوازا ہوا ہے۔ گویا وہ بزرگ دین حق پہ جانیں قربان کرنے والے اپنے وقت کے

حالات کو جو ان کے زمانہ میں ہوئے ان کو وہ ہم سے بہتر نہ جانتے تھے۔ اور کیا وہ خود ہم تمام بعد آنے والوں سے ہر طرح اعلیٰ و افضل اور بہتر حیثیت کے مالک نہ تھے جو ہم ان کے سامنے یا خود ان کے کئے ہوئے کاموں میں مین میخ نکال رہے ہیں۔ بخدا! یہ سبائی کوئی جھوٹے ہیں اور ان کا پروپیگنڈا محض غلط اور جھوٹا ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعین عظامؒ کسی صورت بھی غلط راستے پر گامزن نہیں ہو سکتے تھے۔ ہم لوگ کوفیوں کے غلط پروپیگنڈے کو تو بلا تحقیق تسلیم کر لیتے ہیں۔ لیکن ہم نے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے قول و فعل کی اہمیت کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں دی۔ ہمیں دیانتداری سے تاریخ کے اس دوسرے روشن پہلو کو آئندہ کے لئے اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے۔

امیر و امام اور خلیفہ کی تعریف

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں انسان کو دنیا میں اپنا نائب قرار دیتے ہوئے "خلیفہ" کے لقب سے موسوم کیا ہے۔ اور شروع اسلام میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق سب سے بڑے مذہبی فریضہ یعنی نماز کی امامت بھی خلیفہ ہی کا کام تھا۔ فوجی مہموں کی ذمہ داری اور دنیاوی امور طے کرنا خلیفہ ہی کے فرائض تھے۔ اس لئے خلیفۂ وقت کو امیر اور امام کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ بلکہ خلیفہ کے نائب مثلاً گورنر یا فوجی جنرل بھی امیر ہی کہلاتے تھے کیونکہ خلیفہ کی طرف سے اپنے اپنے علاقوں میں نماز کی امامت بھی انہی کے فرائض میں داخل تھی۔ اس لئے یہ بھی وہاں امیر یا امام ہی کہلاتے تھے۔ لہٰذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام کسی نبی کے آنے کے خلاف ہے۔ اس لئے ہر

اصل میں خلیفۂ وقت ہی امام وقت بھی ہوا کرتا تھا۔ سوادِ اعظم یعنی مسلمانانِ عالم کی اکثریت اپنے اس قومی مسلمان رہنما کو جو دینی اور دنیوی اعتبار سے اسلامی صفات سے متصف ہوتا اسے ہی اپنا امیر امام یعنی خلیفہ قرار دیتی۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور مسلمان دین سے دور ہوتے چلے گئے۔ اور اہل تفرقہ نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور قوم کی امامت ایک پیشہ بن کر رہ گئی یہاں تک مسلمانوں کے وہ لوگ امام بننے لگے جن کو دین سے دور کا بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ امامت محض روٹی کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے　　　اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

رہی خلافت اور امامت تو وہ پہلے مسلمانوں کے ساتھ ہی ختم ہو کر رہ گئی۔ اب اہل تفرقہ کا حال سنو! جن بیچاروں نے جس خلافت وحکومت کے لئے اتنے پاپڑ بیلے جن کا شمار ناممکن ہے جنہوں نے مسلمانوں کو آپس میں لڑا لڑا کر پچاسی ہزار نیک تمیز مسلمانوں کے خون سے سبائی مذہب کی بنیاد رکھی۔ لیکن ان کا حکومت کا خواب شرمندۂ تعبیر پھر بھی نہ ہوا۔ لہذا خلافت تو ان کی قسمت میں نہ تھی اور نہ ہی انہیں ایک دن نصیب ہوئی لیکن انہوں نے اسلام کی بربادی کے لئے ایک فرضی امامت کا ایسا شوشہ چھوڑ جس نے اسلام کی نشوونما اور مرکزیت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پارہ پارہ کر کے رکھدیا اس فرضی امامت کو ان لوگوں نے ایک عجیب رنگ میں پیش کیا جو اصولِ اسلام اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے مسلک کے سراسر خلاف ہے۔ یہ امامت وہ درخت ہے جو نہ تو آج تک بارآور ہوا ہے اور نہ ہی قیامت تک اس کے بارآور ہونے کی کوئی امید کی جا سکتی ہے۔ بلکہ یہ امامت وہ معمہ ہے جس کو عقلِ انسانی سمجھنے سے بالکل قاصر ہے

اور مثال اس کی یہ ہے کہ ایک فوق العقل قسم کا انسان جو دوسرے انسانوں کو کسی قسم کا کوئی فائدہ خواہ وہ عقلی ہو یا مالی پہنچانے کی طاقت سے یکسر خالی ہو۔ اور کہہ یہ رہا ہو کہ میں لوگوں کا بادشاہ ہوں۔ اور عقل سے بے بہرہ توہم پرست قسم کے لوگ اس کی ہاں میں ہاں ملاکر دوسرے صاحب بصیرت لوگوں کو بھی مجبور کر رہے ہوں کہ وہ بھی اس کی حکومت کو تسلیم کرلیں ان حالات میں تو سمجھدار لوگوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ حقیقت حال سے اپنے بھائیوں کو آگاہ کریں۔ قرآن کریم اور پیغمبر اسلام کی سنت کے مطابق امام کے فرائض شیخ الاسلام جناب ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں تھیں۔ ان آئمہ کو جب یہ قدرت واختیار ہی نہ تھا کہ جمعہ وجماعات کی نمازوں کی امامت کرتے۔ جہادوں میں قائد امام ہوتے یا حج کے زمانے میں امیر حج ہوتے یا شرعی حدود قائم کر سکتے یا نزاعی معاملات کا تصفیہ اور مقدمات کا فیصلہ کر سکتے یا کسی شخص کا حق دلوا سکتے خواہ وہ لوگوں کے ذمہ ہوتا یا بیت المال پر۔ اور نہ وہ مسافروں کے لئے راستوں کو محفوظ و مامون کر سکتے تھے۔ کیونکہ یہ سب امور تو محتاج ہیں قدرت و اختیار کے اور یہ قدرت و اختیار بغیر اعوان اور مددگاروں کے میسر نہیں ہو سکتا۔ ان آئمہ کو نہ تو اس کا اختیار تھا اور نہ قدرت بلکہ یہ قدرت اور اختیار تو ان کے علاوہ دوسروں کو حاصل تھا۔ پس جو شخص ایسے عاجز و ماموں سے ان باتوں کی توقع کرے وہ نادان و بے انصاف ہے (منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۱۳۶) باوجود کہ یہ امامت ان تمام اوصاف سے یکسر خالی ہے۔ لیکن کہا یہ جا رہا ہے کہ یہ امامت نبیوں سے بھی بلند مقام رکھتی ہے۔

مجلسی لکھتے ہیں

علمائے شیعہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت امیر اور تمام آئمہ طاہرین تمام پیغمبروں سے افضل ہیں (حیات القلوب ص ۴۰۰ جلد ۲ طبع لکھنؤ)

ہم واضح طور پر صاف صاف بتا دینا چاہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت جن کو صحابہ کرامؓ سے انس و محبت ہے وہ ایسے کمزور اور بے اختیار ائمہ کو جن کا تعمیر ملت کے کاموں میں کسی قسم کا کوئی حصہ نہ ہو۔ جیسا کہ علامہ ابن حزم نے اپنے وقت میں ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔ "امامیہ کے وہ تمام ائمہ ۔۔۔۔ جنہوں نے بجز اپنے سکونتی مکان کے اور کہیں کبھی حکم نہیں دیا اور نہ کبھی ایک گاؤں یا اس سے بھی کم پر حکومت کی۔ تو پھر ان لوگوں کی (مسلمانوں کو) کیا حاجت ہے خاص کر ایک سو انسٹھ برس سے تو یہ لوگ ایسے کھوتے ہوئے امام کا دعویٰ کر رہے ہیں جو عنقائے مغرب کی طرح پیدا ہی نہیں ہوا۔ (ملل والنحل ابن حزم بحوالہ تحقیق سید و سادات ص ۲۰۹)

لہٰذا اہل سنت ایسے کمزور ائمہ کو ان اہل حق اموی بزرگوں کے مقابلہ میں کھڑا کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہیں جنہوں نے اسلام کو دنیا کے اکثر حصوں میں پہنچایا بلکہ آج ان خادمان اسلام اور مجاہدوں پر اعتراض کرنے والے اور باقی ہم تمام مسلمان ان ہی بزرگوں کی قربانیوں محنتوں اور کاوشوں کی بدولت مسلمان کہلا رہے ہیں۔ افسوس کہ آج بعض مسلمان سبائیوں کے پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر گویا اس درخت کی جڑوں پر کلہاڑا چلا رہے ہیں جس کا پھل کھا کر انہوں نے پرورش پائی ہے۔ یہ تو سراسر احسان فراموشی اور انسانیت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

شیعی امام جناب علی الرضا کی نظر میں امیر امام کی تعریف

شیعہ مجتہد جناب علی الرضا سے اس طرح روایت بیان کرتے ہیں۔ "بے شک امامت دین کی باگ اور مسلمانوں کا انتظام اور دنیا کی اصلاح اور مومنوں کی عزت ہے۔ بیشک امامت درخت اسلام کی بڑھنے

والی جڑ اور اس کی بلند شاخ ہے۔ بیشک امام کے ساتھ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں، فئے اور صدقات کی کثرت (ہوتی ہے) اور حدود احکام شرع کا جاری کرنا اور ملکی سرحدوں اور اطراف بلاد اسلام کی حفاظت ہے امام خدا کی حلال کردہ کو حلال اور حرام کردہ کو حرام کرتا ہے اور خدا کی حدود کو قائم کرتا ہے، خدا کے دین سے ضرر کو دفع کرتا ہے اور خدا کی طرف حکمت و موعظت حسنہ اور حجت بالغہ کے ساتھ بلاتا ہے۔" (اصول کافی ص ۱۲۰)

ہم اہل بصیرت کو دعوت دیتے ہیں کہ آیئے اور جناب علی الرضا کے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق دیکھیں کہ رہبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کون کون سے جانشین اور امام المسلمین ہیں جو اس کسوٹی پر پورے اترتے ہیں۔ جن سے مسلمان قوم نے تعاون فرمایا ہو جن کی وجہ سے دین حق نے وسعت حاصل کی ہو جنہوں نے خدا کے دشمنوں کو ناکوں چنے چبوائے ہوں اور جن سے جمیع المسلمین نے دینی اور دنیاوی فوائد حاصل کئے ہوں۔ خدا اور رسول پاک پر ایمان رکھنے والوں خردمندوں کا فرض ہے کہ وہ دیکھیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر وہ کون کون سے خلیفۃ المسلمین ہیں جو اس کسوٹی پر ہر پہلو سے پورے اترتے ہیں۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بارہ خلیفوں والی حدیث میں داخل ہیں۔ تاکہ قوم عبداللہ بن سبا کے بچھائے جال سے نجات حاصل کر سکے۔ حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام طاقتور رہے گا یہاں تک کہ ہوں بارہ خلیفے قریش میں سے۔ (مشکوٰۃ باب مناقب قریش)

امیر المومنین یزیدؓ امام برحق تھے۔	ہم اللہ و رسول پاک صلعم پہ ایمان رکھتے

ہوتے دیانت داری اور اسلام کی پیروی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہوئے دعویٰ سے کہتے ہیں اور انشاء اللہ وہ اہل حق جو اصول اسلام اور تاریخی حالات سے واقف ہیں۔ ہماری تائید کریں گے کہ امیر المومنین یزیدؓ۔ جناب علی الرضاؓ کے بتاتے ہوئے اصول امامت پر ہر حالت میں پورے اترتے ہیں۔ آپ نے متواتر تین۳ سال امیر حج کے فرائض انجام فرماتے اور تمام مسلمانوں بلکہ امہات المومنینؓ اور تمام اکابر صحابہ کرامؓ نے آپ کی امامت میں مناسک حج اور نمازیں ادا فرمائیں بڑے بڑے اجل صحابہ کرامؓ نے آپ کی قیادت میں جہاد کئے۔ اپنے چار سالہ دور خلافت میں امیر نے امامت کے فرائض ادا فرمائے۔ اور مسلمانوں کا نظام درست کیا دنیا کے کئی ملکوں کو فتح کر کے دین حق کو بلند کیا اور مومنوں کی عزت کا ڈنکا بجایا اور اسلام کی بڑھنے والی جڑ اور بلند شاخ کا صحیح نمونہ بن کر دکھایا۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، جہاد، حج آپ کی قیادت میں قوم نے نہایت ہی احسن طریقے پر سرانجام دیئے فتنے اور صدقات کو کثرت حاصل ہوتی۔ خدا کی حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیا اور خدا کے دین اسلام کی سرحدوں کی حفاظت بلکہ ان کو وسیع کیا۔ خدا کی حدود کو قائم کیا۔ ان سب باتوں کا ثبوت یہ ہے۔ کہ رہبر اعظم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل اور نیک ترین انسانوں نے، یعنی آنحضور صلعم سے فیض یافتہ صحابہ کرامؓ نے امیر المومنین یزیدؓ سے خلافت کی بیعت کر کے آپ کو اپنا امیر و امام تسلیم فرمایا اور امیر یزیدؓ کو امیر المومنین کے خطاب سے نوازا اور ہر طرح سے تعاون فرمایا۔ جس کا ثبوت کتاب ہذا میں پیش کر دیا گیا ہے

امیر المومنین یزیدؓ ہی خلافت کے حقدار تھے

اب رہا یہ سوال کہ خلافت

کا زیادہ حقدار کون تھا۔ کیوں دوسرے اکابر کو چھوڑ کر امیر یزیدؒ کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اور آپ کو کیا حق ہے کہ ہم سا تیوں کے بہکانے میں آ کر بارہ تیرہ سو سال بعد صحابہ کرامؓ کے کئے کام اور متفقہ فیصلے پر اعتراض کریں ہمیں دیانتداری کے پیش نظر یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہئے کہ صحابہ کرامؓ نے جو دین حق کی خدمت کی ہے اس کے مقابلہ میں ہم تو صفر سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمیں کیا حق ہے کہ ہم دین سے کوسوں دور ان بزرگ ترین ہستیوں کے کئے ہوئے کام جو انہوں نے اسلام اور قوم کی بہتری کو مدنظر رکھتے ہوئے متفقہ طور پر کیا ہوا ہو اس پر اعتراض کریں اور اس میں مین میخ نکالیں۔ ان اکابر کے فیصلوں پر جنہیں مالک حقیقی نے اچھے سے اچھے خطابات سے نوازا ہوا ہو اور اپنے دین کا عکس فرمایا ہو۔ اعتراض کرنے کا تو صاف صاف یہ مطلب نکلتا ہے۔ کہ ان نیک ترین ہستیوں سے ہم اپنے آپ کو بہت زیادہ عقل مند، ان سے زیادہ اسلام کو سمجھنے والے اور ان سے زیادہ منصف مزاج اور صحیح فیصلے کرنے والے سمجھتے ہیں۔ ہمیں خدا سے ڈرنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ امیر یزیدؒ پر اعتراض کرنے سے ان تمام نیک مسلمانوں پر حرف آتا ہے، جنہوں نے ان کے برسر اقتدار لانے میں حصہ لیا، اور علیٰ بیعت کی یا خاموش رہ کر اس کی تصدیق کر دی۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ دوسرے موثر اور طاقتور عناصر کے دست و بازو کے بغیر تن تنہا کوئی شخص بھی اتنا بڑا منصب حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی زبردستی سے اس پر متمکن رہ سکتا ہے اگر بالفرض محال کوئی شخص زبردستی اتنے بڑے منصب پر قابض ہو جاتے۔ تو اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کو لوگ اس جگہ پر متمکن نہیں ہونے دیں گے۔ لہٰذا امیر المومنین یزیدؒ کی صداقت

کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ لوگوں نے خوشی سے آپ کے بعد آپ کے بیٹے کو خلیفہ منتخب کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین یزیدؓ کو دنیائے عرب کی اکثریت کی تائید وحمایت حاصل تھی (اور آج دنیا کے گوشے گوشے میں جمہوریت یعنی عوام کی اکثریت کی رائے کو سرفرازی دی جا رہی ہے۔ لہٰذا امیر المومنین یزیدؓ کے جمہوری انتخاب پر دنیا کو نکتہ چینی کا کیا حق پہنچتا ہے۔ یہ تو عقل و دانش اور ایمانداری کے سراسر خلاف ہے

حکومت کے متعلق قانون قدرت

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ترجمہ۔ "اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکومت عطا کرتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے واپس لے لیتا ہے اور عزت و ذلت بھی اپنی منشاء اور مرضی کے مطابق دیتا ہے، وہ ہر بات پر قادر ہے" (آل عمران آیت ۲۶) سیدنا حسینؓ نے مدینہ منورہ میں گورنر مدینہ سے جو یہ کہا تھا کہ صبح جب لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے تو ہم بھی موجود ہوں گے۔ ان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کا سیاسی حربہ تھا۔ کیونکہ شروع ہی سے آپ آپ کو بلاوجہ خلافت کا حق دار سمجھ کر اسے حاصل کرنے کی امید رکھتے تھے آپ کو اپنے بیس سالہ پروگرام اور کوفیوں سے کئے ہوئے عہد پر تو اچھی طرح یاد تھے سو انہیں عملی جامہ پہنانے کے لئے آپ رات ہی کو مدینہ سے مکہ چلے آئے تھے تاکہ چار ماہ بعد حج کے موقعہ پر لوگوں کے اجتماع میں اپنے خروج کے لئے جماعت اکٹھی کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے مکہ میں اپنی خلافت کے لئے دوستوں اور ہمدردوں

سے مل مل کر راہ ہموار کر نیکی کوشش شروع کر دیں۔ گو آپ اپنے سگے بھائیوں اور سب سے زیادہ ہمدرد چچازاد بھائی اور بہنوئی سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ اور باقی رشتہ داروں اور بہی خواہوں کو تو متفق نہ کر سکے۔ لیکن کوفیوں کی خط وکتابت سے آپ بھی اچھی طرح مطمئن ہو چکے تھے۔ کہ اب میں بہت جلد کوفہ جاکر خلافت پر قابض ہو جاؤں گا۔ اسی لئے آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم کو کوفہ اپنی بیعت لینے کے لئے روانہ کیا اور فرمایا کہ تم جاکر حالات حاضرہ کا اچھی طرح جائزہ لو اگر کوفہ والے دل وجان سے متفق ہو کر میری خلافت کے لئے بیعت کر لیں تو میں تمہارے لکھنے پر فوراً کوفہ پہنچ جاؤں گا۔ آپ کوفیوں کو اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے میرے بزرگ باپ کو شہید کیا تھا اور میرے بڑے بھائی پر قاتلانہ حملہ کیا اور ان کا سامان لوٹ لیا۔ اور زخمی کر کے ان کو کوفہ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ لیکن آخر آپ بھی انسان تھے اور یہ انسانی کمزوری ہے کہ انسان جس چیز کا خواہش مند ہوتا ہے اس کے لئے اگر اس کا دشمن بھی کچھ امید دلاتا ہے تو سابقہ دشمنی کو فراموش کر کے اور خوش فہمی میں مبتلا ہو کر اس کے ساتھ ہو جاتا ہے چنانچہ سیدنا حسینؓ بھی اسی خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ اور چونکہ ابھی موقعہ تھا اس لئے آپ نے مزید تسلی کے لئے مسلم کو کوفہ بھیجا تاکہ کوفیوں کی قسموں کو اچھی طرح دیکھ اور پرکھ لیا جائے۔ مگر وہ بھی فریب دہی میں لاجواب تھے انہوں نے اس وقت تک اپنے فریب کا علم تک نہ ہونے دیا جب تک آپ میدان کربلا تک نہ پہنچ گئے۔ دوسری طرف قانون قدرت بھی انسانی تدبیروں اور تجویزوں کو بے کار ثابت کر رہا تھا۔ قانون قدرت سیدنا حسینؓ کی خواہش کے مخالف نظر آیا اور خدائی قانون نے دنیاوی اصولوں اور انسانی امیدوں کے برعکس ایک رخ

پیش کیا۔ آپ نے خواہش کی تھی کہ خلافت مجھے ملے۔ لیکن آپ کے ہوش سنبھالنے سے بھی بہت پہلے اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنا اٹل قانون ہم تک پہنچا دیا تھا کہ اگر کوئی شخص ہمارے دین میں حکومت مانگے تو ہم اسے نہیں دیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب حکومت سے منع فرمایا

سیدنا ابو موسیٰ رضی روایت فرماتے ہیں کہ میں آنحضور صلعم کے پاس گیا تو آپ کے پاس دو آدمی بیٹھے ہوتے تھے۔ ایک نے آنحضور صلعم سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلعم امیر بناؤ مجھے اپنے بعض کاموں پر جن کا والی بنایا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے" اور کہا دوسرے نے بھی اس طرح۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ہم نہیں حاکم بناتے کام اپنے پر اس شخص کو کہ مانگے ہم سے کوئی عہدہ۔ اور اس کو کہ حرص رکھے اس کی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں عامل بناتے ہم اوپر کام اپنے کے اس کو کہ ارادہ رکھے اس کا۔ (مشکوٰۃ متفق علیہ) اس فرمان کے مطابق سیدنا حسینؓ کو حکومت کا ملنا ممکن نہ تھا اور ارشاد نبوی کے خلاف تھا۔

صحابہ کرامؓ نے کیوں سیدنا حسینؓ کا ساتھ نہ دیا۔

اب قارئین وہ وجوہات ملاحظہ فرمادیں جن کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اور دوسرے اہل الرائے مسلمانوں نے سیدنا حسینؓ کا ساتھ نہ دیا۔ آپ کے مشفق چچا سیدنا ابن عباسؓ اور حد سے زیادہ محب بہنوئی سیدنا ابن جعفرؓ اور نہایت ہی عزیز سگے بھائی محمد بن حنفیہؒ اور نہایت ہی مہربان اور عزیز رشتہ دار سیدنا عبداللہ بن عمرؓ۔ علاوہ ازیں آپ کے باقی سگے بھائی اور عزیز

واقارب اور دوسرے تمام نیک دل مسلمان بزرگوں نے کسی طرح بھی آپ کا ساتھ نہ دیا حالانکہ تمام بزرگوں کو آپ سے بہت ہی محبت اور عقیدت تھی۔ کوئی ایک فرد بھی نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو کسی قسم کا کوئی دکھ یا تکلیف پہنچے۔ لیکن یہاں تو دین کا معاملہ تھا یہ بزرگ دین کے مقابلہ میں باپ بیٹے، بھائی اور کسی عزیز رشتہ دار کو بھی کچھ نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے تمام کے تمام بزرگ آپ کا ساتھ نہ دینے پر مجبور تھے، کیونکہ ان کے سامنے ان کے رہبر اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین روز روشن کی طرح موجود تھے۔ اور یہ سب بزرگان دین جنہوں نے آنحضور صلعم کے دست مبارک پر آپ کے فرامین پر عمل کرنے کے لئے بیعت کی ہوتی تھی وہ کس طرح ان اصولوں کے خلاف قدم اٹھا سکتے تھے۔ بیعت کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے لئے وہ درخشندہ اصول بھی پیش نظر تھے، جنہیں پروان چڑھانے کے لئے انہوں نے اپنے مال اور اولادیں بلکہ جانیں وقف کر رکھی تھیں وہ کس طرح ان اصولوں کی خلاف ورزی کر سکتے تھے۔ اور کس طرح سیدنا حسینؓ کا ساتھ دے سکتے تھے۔ وہ جس کی بیعت کر لیتے تھے اس کے خلاف بات سننا بھی گناہ سمجھتے تھے۔ جب تک کہ اس سے خلاف اسلام کوئی بات سرزد نہ ہو۔ لہٰذا جب وہ بزرگ امیر یزیدؓ سے بیعت کر کے آپ کو اپنا امیر، امام یعنی خلیفہ تسلیم کر چکے تھے، تو کس طرح سیدنا حسینؓ کا ساتھ دے سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے تمام کے تمام مسلمان اور بزرگ، اسلام کے ان دونوں مرکزوں، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں سے کسی ایک بزرگ نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا سوائے ان لوگوں کے جو رشتہ داری کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ تو سیدنا حسینؓ کی آنحضور سے قرابت کی وجہ بھی آپ کو سب بزرگ پیار، محبت اور عقیدت سے

خروج سے منع کر رہے تھے ورنہ اگر کوئی دوسرا شخص آپ کی جگہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ اپنے امیر کے خلاف اس کو فتنہ سمجھتے ہوئے آنحضور صلعم کے حکم کے مطابق اسے ختم کر دینا اپنا فرض سمجھتے اب اہل حق کے لئے پیارے آنحضور صلعم کے وہ فرامین جن کی وجہ سے صحابہ کرامؓ سیدنا حسینؓ کو اس قسم کے اقدامات سے روکتے تھے پیش کئے جا رہے ہیں ہمیں بھی اس واقعہ کو ان فرامین کی روشنی میں دیکھنا چاہیے اگر سیدنا حسینؓ اس اقدام میں راستی پر ہوتے تو یقیناً دنیائے اسلام ایک سیلاب کی شکل میں امیر المومنین یزیدؒ کی خلافت پر اُمڈ پڑتی اور اسے خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتی اور سیدنا حسینؓ کی خلافت کا جھنڈا گاڑ دیتی۔ اہل بصیرت غور فرمائیں کہ کیا اس دور کے تمام مسلمان جن میں بے شمار صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے۔ نعوذ باللہ بالکل (بقول مخالفین) اس حد تک خائف ہو چکے تھے کہ ان کے ایمان میں لچک پیدا ہو گئی تھی۔ یا وہ مداہنت سے کام لے رہے تھے ان میں حق بات کہنے کی جرأت نہ رہی تھی۔ اور صرف سیدنا حسینؓ ہی اس دور کے واحد فرد تھے جو اسلام کے امانتدار کہلانے کے حقدار تھے۔ قارئین کرامؓ کو یہاں اس دوراہے سے صرف ایک راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ یا تو وہ سیدنا حسینؓ کے علاوہ تمام عالم اسلام کو گمراہ تسلیم کر لیں۔ یا پھر انہیں سیدنا حسینؓ کے اس اقدام کو جو آپ نے صرف حکومت اور جاہ و جلال حاصل کرنے کے لئے اٹھایا تھا، صحابہ کرامؓ کی طرح غلط قرار دینا ہوگا۔ سوائے اس کے تیسرا کوئی راستہ نہیں۔

ارشاد خداوندی:- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

ترجمہ:- اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو
اللہ تعالیٰ کے حکم کی اور اس کے رسولؐ کے حکم کی اور ان حاکموں کی جو تم میں سے ہوں۔

(یعنی تمہارا صحیح طرح ایمان دار ہوں) (نساء آیت ۵۹)

پہلی آیت میں جہاں اللہ تعالیٰ نے صاحب امر کو عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہر کام کا فیصلہ میرا خوف دل میں رکھتے ہوئے ٹھیک ٹھاک دیانت داری سے کیا کرو۔ کیوں کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے اس آیت مذکورہ میں دوسرے عام مسلمانوں کو بھی صاحب حکم کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم فرمایا ہے تاکہ حاکم و محکوم دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری کرکے اپنی دنیاوی زندگی کو بھی جنت نظیر بنالیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہوکر رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور آپس میں جھگڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی خودسر لوگ اللہ کو نہیں بھاتے۔

امیر کی اطاعت کے متعلق ارشادات نبوی

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص میری فرماں برداری کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اپنے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی سوائے اس کے نہیں کہ امیر بمنزلہ سپر کے ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا جاتا ہے اس کے ماتحت۔ اور حفاظت کی جاتی ہے۔ دین حق کی ساتھ اس کے۔ اور اگر حکم کرے وہ ساتھ خوف اللہ تعالیٰ اور ساتھ انصاف کے۔ پھر واسطے اس امیر کے بسبب ڈرنے خدا سے ثواب ہے بہت زیادہ۔ اور اگر حکم کرے وہ خلاف اس کے۔ اور پھر اس پر گناہ ہے بسبب اس کے۔ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ)

(۲) سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فاروق سے روایت ہے کہ سنا میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہ جو شخص امیر کی تابعداری سے نکل جائے (یعنی امام وقت کا نافرمان ہو) اور اسی
حالت میں ملاقات کرے قیامت کو اللہ تعالیٰ سے اور نہیں ہوگا کوئی جواب پاس
اس کے اور جو کوئی اس حالت میں مرجائے کہ وہ کسی امیر کی بیعت میں داخل نہ ہو
تو ایسا شخص کفر کی حالت پہ مرا۔ (مسلم شریف) بحوالہ مشکوٰۃ۔

(۳) سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرماتے تھے کہ جو شخص امیر کی اطاعت سے نکلے اور جماعت سے جدا ہو اور
پھر اسی حالت میں مرجائے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ (مسلم شریف)

(۴) سیدنا ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جس وقت بیعت کی جائے واسطے دو خلیفوں کے پس قتل کرو دوسرے کو ان
دونوں میں سے (یعنی جس کی بیعت پہلے ہو جائے اسے خلیفہ تسلیم کرلو اور دوسرے
کو قتل کردو) اس حدیث کے ماتحت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں
کہ جب کسی شخص کے لئے بیعت منعقد ہو جائے اور اس کی حکومت قائم ہو
جائے پھر اگر کوئی دوسرا شخص اس پہ خروج کرے اور اس سے لڑے تو چاہیے
کہ اس دوسرے کو قتل کر دیا جائے، خواہ وہ افضل ہو یا مساوی یا کمتر بہر حال بعد
انعقاد بیعت سب مسلمانوں کو اس باغی کا دفعیہ کرنا واجب ہوگا (ازالۃ الخفاء کراچی)

(۵) سیدنا عرفجہؓ سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرماتے تھے، قریب ہے کہ ہوں گے شر اور فساد پس جو شخص کہ ارادہ کرے
جدائی ڈالنے کا اس امت کے معاملہ میں اس حال میں کہ امت ہو اکٹھی پس ار

اس کو ساتھ تلوار کے چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ (مشکوٰۃ)

(۶) روایت ہے سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے بیعت کی امیر سے اور دیدیا اس کو ہاتھ اپنا۔ اور میوہ دل اپنے کا۔ پس اپنی طاقت کے مطابق اس کی اطاعت کرے اور پھر اگر دوسرا شخص اس کے خلاف خروج کرے (یعنی اس کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ کرے) تو اسکی گردن اڑا دو (مسلم شریف)

(۷) سیدنا اسامہ بن شریکؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص امیر کے خلاف خروج کرے اور تفرقہ ڈالے میری امت میں پس اڑا دو گردن اس کی۔ (مشکوٰۃ)

(۸) سیدنا جنادہ بن امیہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ عبادہ بن صامتؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس زمانہ میں علیل تھے۔ ہم نے عرض کی اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی بخشے کوئی حدیث ایسی بیان فرمایئے جو آپ کے لئے نفع بخش اور آپ نے آنحضور صلعم کی زبان مبارک سے سنی ہو۔ فرمایا ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا اور ہم سے جن امور پر بیعت لی۔ ان میں امیر کی بات ماننا اور اطاعت کرنا بھی تھا اگرچہ وہ ہمیں پسند ہو یا ناپسند اس پر عمل کرنا مشکل ہو یا آسان خواہ اس کے لئے ہمیں کوئی قربانی بھی کیوں نہ دینی پڑے۔ اور یہ کہ جو حکومت برسر اقتدار ہو اس سے ہم جھگڑا نہ کریں۔ حکومت کے بارے میں جب تک اس سے کھلم کھلا کفر سرزد نہ ہو جو اس کے خلاف خروج کو جائز کر دے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بارے میں کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو۔ (صحیح بخاری پارہ ۲۹ باب الفتن)

(۹) سیدنا عبداللہؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

آنحضورؐ نے کہ مسلمان آدمی کو امیر کی بات کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے جب تک کہ اسے گناہ کا حکم نہ کیا جاتے۔ اور جب گناہ کا حکم کیا جاتے تو نہ سننا اور نہ ہی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ (صحیح بخاری پارہ ۲۹ کتاب الاحکام)

(۱۰) سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اپنے امیر کی ایسی بات دیکھی جو اسے بری معلوم ہو تو اس کو چاہیئے کہ صبر کرے کیوں کہ جو جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہو گا اور پھر وہ مر جائے گا تو وہ جاہلیت کی موت مریگا۔ (صحیح بخاری پارہ ۲۹۔ کتاب الاحکام)

اہل بصیرت حضرات جو حق بات کے متلاشی ہیں انہیں ان واضح شرعی احکام پر بار بار غور کرنا چاہیئے کہ ان واضح فرامین کے ہوتے ہوئے صحابہ کرامؓ یا کوئی دوسرا مسلمان جو ان فرامین کو صحیح سمجھتا تھا کس طرح سیدنا حسینؓ کا ساتھ دے سکتا تھا انہی فرامین کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام کے تمام بزرگ اپنے امام وامیر یزیدؒ کے خلاف اٹھنے پہ آپ کو منع کرتے رہے اور آپ کو سمجھاتے رہے کہ خلافت تو ملنے کی نہیں کیوں جماعت سے علیحدہ ہو رہے ہو کیوں ان مکاروں کے بہکانے میں آ کر اپنا ہی نقصان کر رہے ہو لیکن مشیت ایزدی ہو کر رہی۔ مکہ مکرمہ میں آپ نے نبی المعتدد فرداً فرداً اپنے رشتہ داروں دوستوں اور باقی بہی خواہوں کو متفق کرنے کی کوشش کی لیکن سب نے جواب دیدیا حتیٰ کہ آپ کے پندرہ ۱۵ سگے بھائیوں میں بھی بمشکل پانچ نے آپ کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ جو آپ کے تایا زاد بھائی اور سیدہ زینبؓ کے خاوند تھے۔ سیدہ زینبؓ نے ابن جعفرؓ پر اپنے بھائی کا ساتھ دینے

کے لئے بار بار مجبور کیا اور خود بھی ساتھ جانے پر بضد ہوئیں۔ تو سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنی نیک اور صالح اور جوان بچوں والی بیوی کو تو اپنا گھر ویران کر کے بھیج دیا۔ (یعنی طلاق دیدی) لیکن اپنے امیر و امام یزید کے خلاف قدم اٹھانا گناہ سمجھتے ہوئے ساتھ دینے سے جواب دیدیا۔ ان کے علاوہ بھی جس بزرگ اور بہی خواہ کو آپ کے کوفہ روانہ ہونے کا علم ہوا، تو ان میں سے بعض نے منت سے اور بعض نے شفقت سے یہاں تک بھی کہہ دیا کہ اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ میری کوشش سے رک جائیں گے تو میں آپ کے بال پکڑ لیتا اور گلوگیر ہو جاتا اور لوگ یہ تماشہ دیکھنے کو جمع ہو جاتے۔ لیکن افسوس کہ آپ رکنے کے نہیں ہو۔ ان میں سیدنا ابن عباسؓ پیش پیش تھے۔ مگر آپ نے سب کو جواب دیدیا۔ یقیناً آپ پر کوفی شیعوں کا جادو چل چکا تھا۔ کیونکہ باوجود کوفیوں کو اچھی طرح جاننے کے پھر بھی کوئی کشش آپ کو کشاں کشاں کوفہ لے جا رہی تھی۔ کاش سیدنا حسینؓ تحمل و بردباری اور ٹھنڈے دل سے کام لے کر اپنے بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کا کہا مان لیتے تو ان کے اس نیک اقدام سے تاریخ کا رخ کچھ اور ہوتا اور آج ہم اس شیعہ سنی جھگڑے کا شکار نہ ہوتے۔

اہل الرائے جذبات سے الگ ہو کر غور فرمائیں!

اہل بصیرت اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے جس سے جانی، مالی اور عزت جیسی اہم چیزوں کے نقصان کا اندیشہ ہو یا مذہب کے بگڑ جانے کا خطرہ ہو۔ ان اندیشوں کے ختم ہو جانے کا خدشہ ہو کہ جو مذہب نے

ضروری اور اہم قرار دی ہوں۔ تو اس سے رُکنے اور صحیح راستہ بتانے والے عوامی قسم کے انسان نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ ایک خاص اور بلند مقام کے مالک ہوا کرتے ہیں ایسے لوگ جب کسی شخص کو کسی کام سے رُکیں تو وہ یقیناً غلطی پر ہوگا۔ سیدنا حسینؓ کا خلافت حاصل کرنے کے لئے دین میں تفرقہ ڈالنے والے کوفی سبائیوں کے بلانے پر کوفے جانا جو نہ صرف غلط تھا بلکہ اسلام اور اسلامی مملکت اور جمیع مسلمانوں کے مفاد کے بھی سراسر منافی تھا۔ تاریخی حالات و واقعات کے غیر جانب دارانہ مطالعہ سے ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ سیدنا حسینؓ کا خروج ایک بہت بڑی سیاسی غلطی تھی۔ جس سے روکنے والے یقیناً حق پر تھے جس کا اقرار خود آپ نے کربلا کے میدان میں اس فقرہ سے "کہ واللہ ابن عباسؓ نے کیا ہی اچھی بات کہی تھی" اور اس تجویز کے پیش کر دینے سے کر لیا تھا کہ "یا تو مجھے واپس جانے دیا جائے یا ترکی کی سرحد پر جہاد پر بھیج دیا جائے۔ یا پھر امیر المومنین کے پاس جانے دیا جائے" اگر واقعی آپ اپنے اس اقدام کو عین اسلام یقین کرتے تھے تو آپ کو "لا تخف" کے پیش نظر ہر بلا کا جراتمندی حوصلہ اور شجاعت کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے تھا۔ آپ کے خیالات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ دین اسلام سے کسی طرح کا بھی تعلق نہ رکھتا تھا اور خالصتاً ایک دنیاوی اور سیاسی قضیہ اور تخت و تاج کے حصول کے لئے ایک ناکام جدوجہد سے زیادہ کچھ بھی نہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس موقعہ پر جمیع مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کا دل بھی آپ کے لئے نہ پسیجا۔ اور کوئی ایک ذمہ دار شخص بھی اسلام کے ان دونوں

متبرک شہروں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے ساتھ نہ نکلا۔ چہ جائیکہ حق و صداقت کے اعلان اور اسلام کی حفاظت کے لئے مسلمان اس سے پہلے بھی لاکھوں کی تعداد میں اکٹھے ہو کر دور دراز ملکوں میں جہاد کرتے رہے۔ بلکہ اس وقت بھی یعنی امیرالمومنین یزیدؒ کے دور میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کر رہے تھے۔ اگر یہ واقعہ بھی "حق و باطل" کا معرکہ ہوتا تو مسلمان اس موقعہ پر بھی سیدنا حسینؓ کے موقف کی تائید میں نکل کھڑے ہوتے اور خلافت یزیدؒ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیتے۔

بہر حال اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سیدنا حسینؓ کو مشورہ دینے والے لوگ ہر طرح سے علم و فضل، عمر اور دین داری میں کسی طرح بھی کم نہیں تھے ان میں وہ بھی تھے جو دین داری میں آپ سے بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نمازوں کے لئے اٹھنا باعث نجات اور باعث فخر سمجھتے تھے اور نزول وحی کے رُوح پرور نظاروں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور دوسرے بزرگ جو آنحضور صلعم سے اس وقت فیض حاصل کر چکے تھے۔ جب کہ سیدنا حسینؓ ابھی اس دنیا میں تشریف ہی نہ لائے تھے۔ بلکہ آپ تو آنحضور صلعم کی رحلت کے وقت بھی ابھی معصوم بچے تھے۔ لہٰذا سیدنا حسینؓ کا اپنے بزرگوں و مخلص دوستوں اور ہمدرد بھائیوں کے مشوروں کو ٹھکرا کر اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے اور سیدنا علیؓ کے قاتلوں اور سیدنا حسنؓ پر حملہ کر کے آپ کو زخمی کرنے اور آپ کا مال لوٹنے والوں پر اعتبار کرنا اور خلافت کی طلب میں کوفے جانا آپ کی

یک عظیم اجتہادی غلطی تھا۔ جس کے ارتکاب سے آپ کو بزرگوں اور دانشوروں نے منع کیا۔ لیکن آپ نے تمام مشوروں اور نصیحتوں کو ٹھکرا دیا اور آخر کار ایسے اقدامات کا جو انجام ہوا کرتا ہے وہی ہو کر رہا۔

باب پنجم

سیدنا حسین رضؓ کا صحابیٔ رسول پاکؐ کیساتھ لڑنے کو نکلنا

جن ایام میں سیدنا امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا۔ اس وقت آنحضور صلعم کے نیک و رحمدل اور بردبار صحابی سیدنا نعمان بن بشیرؓ کوفہ کے گورنر تھے۔ ان کو نئی سبائیوں نے آپ کی شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر سیدنا حسینؓ کو کوفہ سے رنگا رنگ مضامین کے خطوط لکھ کر آپ کو ورغلایا۔ ان خطوط کا شمار سینکڑوں سے تجاوز تھا سیدنا نعمانؓ آنحضور صلعم کے صحابیؓ بن صحابیؓ تھے آپ کے والد ماجد سیدنا بشیرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خلافت کی بیعت کی تھی۔ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے متعلق سیدنا معاویہؓ کو سیدنا نعمان بن بشیرؓ نے ہی دمشق آ کر سب حالات سے آگاہ کیا تھا۔ آپ تمام خانہ جنگی کے دوران امیر معاویہؓ کے ساتھ رہے۔ اور آپ کے

زمانہ خلافت ہا سے کوفہ کے گورنر چلے آ رہے تھے۔ امیر المومنین یزیدؓ کے شروع
زمانہ میں جب مسلم نے کوفہ آ کر مختار ثقفی منافق اور باقی سبائیوں سے مل کر خانہ جنگی کا
آغاز کیا تو اسی خانہ جنگی کی بدولت ایسے نیک نفس اور رحمدل انسان کو اُن کا اپنی طبعی
شرافت اور سیدنا حسینؓ کی خلافت کی خواہش اور کوفیوں کی عیاری کی وجہ سے معزول
ہونا پڑا۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ کوفہ جہاد کرنے
گئے تھے۔ وہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا کفر گڑھ تھا جو آپ فتح کرنے نکلے تھے۔ اس
وقت تو کوفہ میں خالص اسلامی حکومت قائم تھی جس کے سربراہ رسول پاکؐ کے رحم
دل صحابیؓ نعمان بن بشیرؓ اور قاضی القضاۃ سیدنا علیؓ کے خاص الخاص قاضی شریحؒ تھے
جنہوں نے سیدنا علیؓ جیسے بزرگ اور خلیفہ وقت ہونے کے باوجود آپ کے ایک مقدمہ
کا جو آپ نے اپنی کھوئی زرہ کا ایک یہودی کے خلاف دائر کیا تھا۔ شہادت ناکافی ہونے
کی وجہ سے یہودی کے حق فیصلہ دے کر اسلام اور انصاف کا بول بالا کیا تھا۔ اور وہ
یہودی یہ فیصلہ سن کر بے ساختہ پکار اٹھا کہ یہ زرہ سیدنا علیؓ ہی کی ہے۔ اور مسلمان
ہو گیا تھا۔ اور سیدنا علیؓ نے اس فیصلہ سے خوش ہو کر زرہ اپنے نو مسلم بھائی کو ہی بخش
دی تھی۔ لہٰذا ایسے حکمرانوں کے خلاف سیدنا حسینؓ کا لڑنے کو نکلنا کس طرح جائز ہو سکتا
ہے۔ اور پھر سیدنا حسینؓ کا خلافت حاصل کرنے کے لئے اسلام اور اپنے خاندانی
دشمنوں کے جھانسے میں آ کر کوفے جانا اور راستے میں ان ہی کے ہاتھ سے قتل ہو جانے
کو جہاد کا نام دینے والے بتا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑائی جھگڑا ہو جائے تو
اسے کیسے جہاد قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب مسلمانوں کے آپس میں کسی جھگڑے کو جہاد
قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تو پھر حکومت وقت کے ساتھ سیدنا حسینؓ کے اس جھگڑے کو

کس طرح جہاد قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ قرآن کریم کے اصول اور اس حکم کے مطابق
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○
ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ حق پر ہیں ان کا ساتھ دو۔"
(توبہ آیت ۱۱۹) اگر آپ اس اقدام میں حق پر تھے تو ان تمام مسلمانوں، اور آنحضور صلعم کے ساتھیوں
کو جو بھی اس وقت دنیا میں حیات تھے، معہ سیدنا حسینؓ کے چچا ابن عباسؓ اور بہنوئی ابن
جعفرؓ اور بھائی محمد بن علی، (ابن حنفیہ) اور دوسرے تمام رشتہ داروں کو جنہوں نے
کربلا جانے میں آپ کا ساتھ نہ دیا تھا۔ سب کو کافر قرار دینا پڑے گا۔ صرف اس
صورت میں ہی آپ کے اس جھگڑے کو جہاد کا نام دیا جا سکتا ہے۔

سیدنا حسینؓ کے غلط اقدام کو دینِ حق کو بچانے کی حجت کہنے والے جواب دیں

کہا جاتا ہے کہ سیدنا حسینؓ نے دینِ حق کو بچانے اور ایک "ظالم" حاکم کے خلاف
جہاد کے طور پر یہ قدم اٹھایا تھا۔ یہ بہت بڑا دعویٰ ہے جسے آج تک کسی نے ثابت
نہیں کیا اور بغیر سوچے سمجھے اس خیال کا چرچا کیا جا رہا ہے۔ بلکہ یہ بھی کہا جا رہا ہے۔ کہ
آپ کی شہادت ہی سے اسلام زندہ ہوا۔ کیا اس خیال کے لوگ بتا سکتے ہیں کہ جب
کوفیوں کا فریب حق الیقین بن کر سیدنا حسینؓ کے سامنے آگیا اور انہوں نے مایوس
ہو کر کربلا سے واپسی کی اجازت چاہی۔ تو کیا اس وقت دینِ حق بچا لیا گیا تھا۔ کیا مایوس
و ناکام واپس ہونے کی خواہش سے دینِ حق کی حفاظت کا فریضہ پورا ہو گیا تھا۔ اور
اس واپسی سے اسلام بھی زندہ ہو چکا تھا اور بقول سبائیوں کے دینِ حق میں جو خرابیاں پیدا

ہو چکی تھیں وہ رفع ہو گئیں تھیں، جو آپ نے واپسی کا قصد کیا اور کیا معرد جنہ ظالم
کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا وہ مشن جو آپ مکہ مکرمہ سے لے کر نکلے تھے پورا
ہو گیا تھا۔ اور دین حق کی مخالفت کرنے والا اب کوئی باقی نہیں رہا تھا جو آپ
واپس جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ اور جس کے خلاف جہاد کرنے
نکلے تھے کیا وہ یکدم مومن ہو گیا تھا جو اس کے ماتحت جہاد پر بھیجے جانے
کی درخواست کر رہے تھے اور کیا وہ اب نیک و انصاف پسند اور خلیفہ
برحق ہو گئے تھے جو ان کی پناہ میں جا کر اپنا فیصلہ چکانے کو کہہ رہے تھے یہ
اہل حق کا فرض ہے کہ ان تمام باتوں پر انصاف اور دیانت داری سے غور فرمائیں
اور پھر اگر بفرض محال امیر المومنین یزیدؒ میں کسی قسم کا نقص تھا تو سیدنا حسینؓ کو کوفہ
کا رخ کرنے کی بجائے دمشق پر حملہ آور ہونا چاہیے تھا یا اس سے بھی نزدیک
بصرہ پر جہاں ابن زیاد گورنر تھا حملہ کر کے دادِ شجاعت حاصل کرنی چاہیے
تھی۔ دراصل دمشق اور بصرہ کو چھوڑ کر کوفے کا قصد اس لئے کیا گیا تھا کہ سیدنا
نعمان بن بشیرؓ آنحضور صلعم کے برگزیدہ اور رحمدل صحابیؓ وہاں کے گورنر تھے
جو مسلمانوں پر سختی کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے کوفی آپ کی نرم دلی
کا فائدہ اٹھا کر بار بار سیدنا حسینؓ کو ایسے شخص کا مقابلہ کرنے کے لئے کوفہ بلا رہے
تھے اس کا مقابلہ جو خود دین کے شیدائی تھے۔ سنت نبویؐ کے مطابق ہر قسم کے
فیصلے کر رہے تھے۔ اور قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر بات کرنا بھی
گناہ سمجھتے تھے۔ شمع نبوتؐ کے پروانے تھے اور آنحضور صلعم کے حکم کے مطابق
جس کی بھی پیروی کرو گے راہ پا جاؤ گے، کے زمرہ میں داخل تھے۔ اور پھر

آنحضور صلعم کی اس حدیث کہ جو میرے اصحاب کو برا کہے گا وہ مجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو برا کہے گا۔ کے مطابق یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جو میرے اصحابؓ کے ساتھ لڑنے نکلا وہ میرے ساتھ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑنے نکلا۔ دراصل سیدنا حسینؓ حصول خلافت کے سلسلہ میں کوفیوں سے مدد حاصل کر کے سیدنا نعمان بن بشیرؓ کو کوفہ سے مار بھگانے کے بعد اپنی خلافت قائم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کوفیوں کی غداری کی وجہ سے آپ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

سیدنا نعمان بن بشیرؓ گورنر کوفہ کا اعلانِ حق

سیدنا نعمان بن بشیرؓ امیر کوفہ کو جب علم ہوا۔ کہ کوفی بغاوت پہ آمادہ ہیں تو آپ نے اہل کوفہ کو اکٹھا کیا اور سمجھایا کہ دیکھو اسلام اتفاق و اتحاد کا سبق دیتا ہے اس لئے تم لوگ فتنہ و فساد سے دور رہو۔ آپ نے سب کو سنت رسول اللہ صلعم کی پیروی کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ مسلمان کو میرے ہاتھ سے نقصان پہنچے۔ اور فرمایا کہ جو میرے ساتھ نہ لڑے گا میں اس کے ساتھ کبھی بھی نہ لڑوں گا۔ لیکن یاد رکھو جو بھی تم میں سے اپنے امام و خلیفہ کی بیعت توڑے گا تو جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہے میں اس سے لڑتا رہوں گا۔

شیعہ مورخ طبری سیدنا نعمانؓ کی تعریف کرتا ہے

نعمانؓ ایک بردبار اور زاہد شخص تھے امن و عافیت کے خواہاں تھے۔ انہوں نے اہل کوفہ کو فرمایا جو مجھ پر حملہ نہ کرے گا میں اس پہ حملہ نہ کروں گا۔ لیکن مجھے قسم

ہے وحدہٗ لاشریک کی اگر تم اپنے امام یزیدؒ سے برگشتہ ہو گئے اور بیعت ان کی توڑ دی تو یاد رکھو میرے ہاتھ میں جب تک تلوار ہے میں تم سے قتال کرتا رہوں گا۔ (طبری جلد ۶ صہ ۲۰۸) (ابن خلدون جلد ۵ صہ ۲۷) (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صہ ۱۲۵) تاریخ کا مطالعہ کے بغیر کوئی پروپیگنڈہ کے شکار سادہ لوح مسلمان اب ان حقائق کی روشنی میں کربلا اور سیدنا حسینؓ کے متعلق مبالغہ آمیز قصے کہانیوں کا غیر جانبدارانہ جائزہ لے کر سچ اور جھوٹ میں خود ہی تمیز کر لیں۔

ابن زیاد کا کوفہ میں تقرر

گورنر کوفہ سیدنا نعمان بن بشیرؓ اپنی طبعی شرافت کے باعث جب باغیانہ سرگرمیاں کچلنے میں ناکام رہے تو امیر المومنین یزیدؒ نے عبید اللہ بن زیاد کو جو بصرہ کے گورنر تھے، کوفہ کی گورنری کا چارج بھی دے دیا۔ کیونکہ کوفی شیعوں کی ذہنیت سے انہیں بخوبی واقفیت حاصل تھی۔ عبید اللہ کے والد امیر زیادؒ سیدنا علیؓ کے خاص الخاص طرفداروں میں سے تھے اور آپ کے زمانہ خلافت میں فارس کے گورنر رہ چکے تھے۔ (یعنی فارس کے امیر و امام تھے) گو آج کے شیعہ امیر زیادؒ کے حق میں بدگوئی کرتے ہیں لیکن اس وقت کے شیعان علیؓ پہلے ملک فارس میں جب آپ وہاں کے امیر تھے ان کی امامت میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ اور پھر سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت میں جب امیر زیادؒ کوفہ کے امیر و امام تھے تو بھی شیعان علیؓ ان کی امامت میں نمازیں ادا کرتے رہے۔ اب اہل نظر خود فیصلہ کریں کہ موجودہ دور کے شیعہ سچے ہیں یا اس وقت کے شیعان علیؓ حق پر تھے جو امیر زیادؒ کی امامت میں نمازیں پڑھتے تھے۔ یہ وہ باتیں ہیں جنکو جھٹلانا ناممکن ہے۔ سیدنا علیؓ کے دلی دوست اور گورنر کا بیٹا اپنے باپ کی طرح بہت شہباز اور سمجھدار

آدمی تھا۔ جب یہ گورنر ہو کر کوفہ آیا تو اکیلا آیا اپنے ساتھ اگر کوئی چیز لایا تو وہ فقط کوفیوں کو رام کرنے والی صلاحیت تھی جس سے اس نے آتے ہی ایک رات اور دن میں کوفے کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ابن زیاد نے آتے ہی رات کو جو خطبہ کوفہ کے دار الامارت میں دیا اس نے کوفیوں کے دلوں میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اور جو کوفی امیر المومنین کے خلاف ہو کر سیدنا حسینؓ کو فریب دینے کے لئے مسلم کے ہاتھ پر سیدنا حسینؓ کی خلافت کی بیعت کرتے ہیں۔ اس خطبہ کو سن کر سیدنا حسینؓ کی بیعت توڑ کر مسلم کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کرنے کے حق میں ہو جاتے ہیں۔ وہ خطبہ شیعہ مورخ طبری کی زبانی سنیے

ابن زیاد نے کوفیوں کو شر انگیزی سے منع کیا

عبید اللہ بن زیاد نے بعد حمد و ثنا کے بعد کہا کہ امیر المومنین یزیدؓ اللہ تعالیٰ ان کی بہتری کرے، نے مجھے تمہارے شہر اور حدود کا والی مقرر کیا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ تمہارے مظلوموں کا انصاف کروں۔ اور محروموں کو عطا کروں۔ جو شخص بات سنے اور اطاعت کرے اس پر احسان کروں۔ اور جو دھوکہ باز اور نافرمان ہو اس پر تشدد کروں۔ تم لوگوں کے معاملے میں میں ان کے فرمان کو نافذ کروں گا تم میں سے جو اچھے کردار کا مالک اور فرمانبردار ہے اس کے ساتھ میں مہربان باپ کی طرح پیش آؤں گا اور جو میرا حکم نہ مانے گا اور فرمان بجا نہ لائے گا اس کے لئے میرا تازیانہ اور میری تلوار ہے آدمی کو چاہیے کہ اپنی جان کی خیر منائے۔ اور بات جب سچی ہو کر سامنے آئے تو پتہ چلتا ہے۔ کہ محض دھمکی ہے کچھ نہیں ہوتا۔ یعنی جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میں ضرور کر کے رہوں گا۔ اور تم دیکھ لو گے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۹۹) (ابن خلدون کتاب ثانی جلد ۵ صفحہ ۷۹)

قارئین حضرات ابن زیاد کے اس خطبے کو اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ عبید اللہ کا ایک ایک لفظ حقیقت کی ترجمانی کر رہا ہے کوفیوں کو شرافت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور مظلوموں کی حمایت کا یقین دلایا گیا ہے اور ظالموں کو صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ کسی صورت بھی فساد کرنے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ اس تقریر کے بعد جو کچھ کوفہ میں ہوا۔ وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے وہ کوفی جنہوں نے سیدنا نعمان بن بشیرؓ کی شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر سیدنا حسینؓ کو لکھا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ جلدی کوفہ تشریف لائیں۔ ہم یزید کے گورنر کو فوراً کوفہ سے نکال دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آج کوفی شیعوں نے ابن زیاد کی سرخ آنکھیں دیکھ کر تقیہ کا لباس اتار دیا۔ اور اصل رنگ میں نظر آنے لگے اور باوجود مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے حوالے کر دیا۔ اور خود مصداق گدھے کے سینگ کہاں یعنی الگ تھلگ ہو کر سیدنا حسینؓ کی بیعت سے منحرف ہو گئے۔ اور پھر جو کچھ کوفہ و کربلا میں ان کوفی شیعوں نے کیا اسے دیکھنے والوں نے دیکھا اور جاننے والوں نے جان لیا۔ جب مسلم نے کوفیوں کو اصل شکل و صورت میں دیکھا تو مسلم نے التجا کرتے ہوئے ابن اشعث سے اپنے آخری وقت میں عرض کی۔ کہ تو مجھے امان تو نہیں دے سکتا لیکن اتنا سلوک تو کر کہ میرا پیغام حسینؓ تک پہنچا دے۔ اور وہ یہ کہ وہ کسی طرح بھی کوفہ نہ آئیں۔ اور ہر حالت میں واپس چلے جائیں۔ کہو کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے والد سے بھی دغا کی۔ کہ وہ مرنے کی تمنا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ سے جھوٹ اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا۔ ابن اشعث نے منظور کر لیا کہ میں آپ کا یہ کام ضرور کروں گا۔ یہ بھی طبری کی زبانی سنیں۔

مسلم نے سیدنا حسین رضؓ کو واپس چلے جانے کا پیغام بھیجا

"مسلم نے ابن اشعث سے کہا میں سمجھتا ہوں کہ تو مجھے امان تو نہیں دے سکتا لیکن اتنا تو سلوک کر کہ کسی آدمی کو حسینؓ کے پاس بھیج دے۔ اور میری طرف سے پیغام پہنچا دے کہ مسلم نے اسے ان کے پاس بھیجا ہے وہ یہ بھی بتائے کہ مسلم گرفتار ہو چکا ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ آپ یہاں آئیں اور قتل ہو جائیں آپ اچھا اپنے اہل و عیال کو لے کر پلٹ جائیں اور کوفیوں کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کے لئے آپ کے والد مرنے اور قتل ہونے کی تمنا کیا کرتے تھے اور اہل کوفہ آپ سے بھی جھوٹ بول رہے ہیں اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا اور فریب کیا۔ ابن اشعث نے کہا واللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اور پھر ابن اشعث نے ایاس طائی کو حسینؓ کی طرف خط دے کر بھیجا۔ اور ایاس کو زادِ راہ بھی دیا اور اونٹ بھی، ایاس روانہ ہوا۔ اور چار دن کی مدت میں مقام زبالہ پر حسینؓ سے ملا اور خط بھی دیا جسے پڑھ کر حضرت نے کہا "جو مقدر میں ہے وہ ہونے والا ہے" (طبری جلد ۲ صہ ۲۰۲ طبع دکن)

سیدنا حسینؓ کو مسلم کے بھائیوں نے موت کے منہ میں دھکیل دیا

ابھی آپ قادسیہ نہیں پہنچے تھے کہ مسلم کا خط ملا اس افسوسناک خبر سے آپ کو نہایت ہی رنج ہوا۔ دوسرے حُر بن تمیمی سے ملاقات ہوئی تو اس نے بھی کہا کہ کوفہ جانے میں آپ کے لئے کوئی بہتری نہیں اس لئے آپ واپس چلے جائیں آپ نے واپس جانے کا ارادہ بھی کیا۔ لیکن مسلم کے بھائی آڑے آئے۔ انہوں نے کہا جب

تک ہم انتقام نہ لے لیں واپس نہیں جائیں گے۔ آخر آپ نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا دی اور آگے روانہ ہو گئے۔ کاش سیدنا حسین اپنی حیثیت کا خیال رکھتے ہوئے اپنے عزیزوں اور ماتحتوں کو سمجھاتے اور واپسی پر مجبور کرتے۔ چھوٹوں کے اشاروں پر نہ چلتے اپنی رائے کو مقدم رکھتے تو یہ دل ہلا دینے والا حادثہ پیش نہ آتا جو مسلمانوں میں انتشار و اختلاف کا موجب بنا۔

واقعات کا اہم موڑ۔ شیعوں کی زبانی طبری لکھتا ہے حسینؓ بن علیؓ کو جب مسلم بن عقیل کا خط پہنچا تو آپ اس مقام پر پہنچے تھے جہاں سے قادسیہ تین میل کے فاصلہ پر پڑتا ہے کہ حر بن تمیمی سے ملاقات ہو گئی حر نے پوچھا۔ آپ کہاں جاتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اسی شہر میں جانا چاہتا ہوں۔ حر نے کہا پلٹ جایئے وہاں آپ کے لئے مجھے کسی بہتری کی امید نہیں۔ اس پر آپ نے لوٹ جانے کا ارادہ کیا۔ مسلم کے بھائیوں نے جو آپ کے ساتھ تھے۔ کہا واللہ ہم اس وقت تک نہیں لوٹیں گے جب تک ہم اپنا انتقام نہ لے لیں یا ہم بھی قتل نہ ہو جائیں۔ آپ نے کہا کہ تمہارے بعد ہمیں بھی زندگی کا کیا لطف ہے۔ یہ کہہ کر آپ روانہ ہو گئے اتنے میں عبیداللہ کے لشکر کا ہراول دستہ سامنے آ گیا تو آپ کربلا کی جانب پلٹ گئے۔ (طبری جلد ۲ صـ ۲۱۷) (ابن خلدون جلد ۵ صـ ۹۵)

ایک اور شیعہ کی رائے۔ مسلم کے قتل کی خبر سن کر حضرت حسینؓ نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا مگر فرزندان عقیلؓ مانع ہوئے۔ چنانچہ آپ آگے چل دیئے۔ یہاں تک کہ آپ کوفہ کے نزدیک

پہنچ گئے وہاں حر بن یزید سے جن کے ساتھ ایک ہزار سوار تھے مڈبھیڑ ہوئی اس نے آپ کو کوفہ لے جانا چاہا لیکن آپ نہ مانے اور ملک شام کی طرف مڑ گئے۔ تاکہ یزیدؒ بن معاویہؓ کے پاس چلے جائیں لیکن جب کربلا کے مقام پر پہنچے تو انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا گیا۔ اور کوفہ لے جانے و عبیداللہ بن زیاد کا حکم ماننے کو کہا گیا۔ آپ نے اس سے انکار کر دیا اور یزیدؒ کے پاس ملک شام جانا پسند کیا۔ (ص ۱۷۹ عمدۃ الطالب فی انساب علی بن ابی طالب طبع لکھنؤ)

آزاد مورخ ڈوزی کی رائے

کوفہ کے افسوسناک واقعات کی اطلاع حضرت حسینؓ کو اس وقت پہنچی جب آپ راستہ میں تھے اور کوفہ تھوڑی دور رہ گیا تھا۔ آپ کے ہمراہ بمشکل سو نفوس تھے جن میں زیادہ تر آپ کے خاندان ہی کے لوگ تھے مگر باوجود متوحش خبروں کے آپ کوفہ کی جانب بڑھتے گئے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی سلطنت میں ایک بادشاہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو بادشاہی کا دعویٰ ہوتا ہے تو پھر اس شخص پر کیسا سحر کا سا اثر ہو جاتا ہے جو کامیابی کی امید دلا کر اسے کسی قسم کا پس و پیش سوچنے نہیں دیتا۔ حضرت حسینؓ کو بھی یقین تھا کہ جس وقت آپ کوفہ کے دروازے پر پہنچ گئے تو اہل شہر فوراً مسلح ہو کر آپ کی نصرت پر مستعد ہو جائیں گے۔ (ص ۲۷ عبرت نامہ اندلس ڈوزی طبع لاہور)

سیدنا حسینؓ اپنے موقف اور رائے کو ترک کر کے امیر المومنین یزیدؒ کے پاس جانا پسند کرتے ہیں

جب کربلا میں کوفی عیاروں نے آپ کو گھیر لیا اور ایک طرح سے بے بس کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے لکھا تھا کہ جلدی آؤ ہمارا کوئی امیر نہیں ہے تو میں چلا آیا اب اگر میرا آنا تم کو ناگوار گزرا ہے تو مجھے واپس جانے دو یا کسی سرحد پر کفار کے ساتھ

جہاد پر جانے دو تاکہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں۔ یا میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں یزید کے پاس جاکر ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں یعنی بیعت کر لوں۔ اب یہ آپ حضرات شیعہ مورخ طبری اور دوسرے مورخوں کی زبانی سنیں۔

تین تاریخی تجویزیں۔

محدثین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ حسین نے کہا کہ تین باتوں میں سے میرے لئے ایک بات اختیار کرو۔ یا تو یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں وہاں چلا جاؤں یا یہ کہ ممالک اسلام کی سرحدوں میں سے کسی ایک سرحد پر مجھے روانہ کر دو کہ میں ان میں سے ایک بن کر رہوں یا یہ کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدوں۔ (طبری جلد ۶ ص ۲۳۱)

ابن حجر اس طرح لکھتے ہیں

میں یزید کے پاس چلا جاتا ہوں تاکہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں۔ (ص ۷۱ جلد ۲ اصابہ)

سید امیر علی جج نے بھی یہی لکھا ہے

شیعہ مورخ سید امیر علی جج نے اپنی کتاب ہسٹری آف دی سارسینز طبع لنڈن کے باب ۸ سطر ۱۴ پر اس طرح لکھتے ہیں کہ مجھے واپس جانے دیا جائے یا ترکوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے سرحد پر بھیج دیا جائے۔ یا یزید کے پاس جانے دیا جائے۔

اکبر شاہ نجیب آبادی اور صادق حسین بھی ان کی تائید میں۔

حضرت حسین نے ابن سعد سے کہا کہ میں تین باتیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے جسے چاہو قبول کر لو۔ پہلی یہ کہ جس طرف سے آیا ہوں اسی طرف چلا جاؤں اور گوشہ نشین ہو کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاؤں۔ دوسری بات یہ کہ مجھے کسی سرحد کی طرف نکل جانے

جانے دو تاکہ میں کفار سے جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں تیسری یہ کہ مجھے یزیدؓ کے پاس جانے دو میں اس کے پاس جا کر اپنا معاملہ اس طرح طے کر لوں جس طرح میرے بھائی حسنؓ نے امیر معاویہؓ کے ساتھ طے کر لیا تھا (یعنی بیعت کر لوں) عمر بن سعد نے کہا آپ کی شرائط قبول ہیں میں ابن زیاد کو لکھ دیتا ہوں (تاریخ اسلام اکبر شاہ جلد ۲ ص۷۰) (تاریخ اسلام صادق حسین جلد ۲ ص۱۴۹)

حق و باطل کے معرکہ کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

سیدنا حسینؓ کی ان تینوں شرطوں کا صاف اور واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ نے واپس جانے کی تجویز پیش کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ انہوں نے کوفہ آنے میں غلط قدم اٹھایا تھا۔ اور انہیں سمجھنے والے حق پر تھے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ میں واپس جا کر گوشہ گیر ہو کر یادالٰہی میں مصروف ہو جاؤں ثابت کرتا ہے کہ آپ نے امیر المومنین یزیدؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ورنہ سیدنا حسینؓ جیسے باہمت انسان کے گمنامی کی زندگی بسر کرنے سے کیا معنی۔ اور آپ کا یہ ارشاد کہ مجھے کسی سرحد پر جہاد میں شریک ہونے دیا جائے اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں۔ آپ کی اس تجویز سے ثابت ہوا کہ آپ کا کوفہ جانا سیاسی مصلحت تھی آپ کے اس اقدام کو جہاد کہنا یار لوگوں کا کام ہے۔ اس تجویز سے آپ نے امیر المومنین یزیدؓ کو حق پر ہونے کی سند عطا فرما دی۔ کیونکہ شرعی اصول کے مطابق جہاد صرف اس شخص کے ماتحت ہو سکتا ہے جو خود حق پر ہو ظالم کے ماتحت جہاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس وقت تمام اسلامی سرحدوں پر امیر المومنین یزید ہی کے حکم کے ماتحت اسلام کے جان نثار جانباز سپاہی کفار سے جہاد کر رہے تھے۔ اس موقف کی شیعہ بھی تائید کرتے ہیں۔

"امام عادل ہی کے ہمراہ یعنی ماتحت ہو کر جہاد کرنا واجب ہے۔ اور اس جنگ میں

قتل ہو کر مرجانا شہادت ہے۔ (ص ۲۵۰ مذہب شیعہ)

آپ کا یہ مطالبہ کہ مجھے امیر المومنین یزیدؒ کے پاس جانے دیا جائے ثابت کرتا ہے کہ آپ امیر کو اپنا چچیرا بھائی اور انصاف پسند سمجھتے تھے۔ کیونکہ ایک باغیرت انسان موت کو تو بخوشی قبول کر لیتا ہے۔ لیکن کسی صورت بھی اپنے دشمن جو فاسق و فاجر اور جابر و ظالم بھی ہو۔ کے سامنے مطلب برآری کے لئے جانے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا سیدنا حسینؓ جو بہت بڑے غیور اور خوددار انسان تھے کا جان بچانے یا کسی اور مطلب برآری کے لئے امیر المومنین یزیدؒ کے پاس جانا ناممکنات میں سے ہے۔ یہ ایک مجاہد کی شان کے خلاف ہے لہٰذا جو لوگ سیدنا حسینؓ کا امیر کے پاس جا کر ان کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو غلط رنگ دیتے ہیں وہ بیوقوف دوست کا پارٹ ادا کر رہے ہیں

سیدنا حسینؓ کے سوتیلے ماموں شمرؒ کا موقع پر ہی بیعت کا مطالبہ

اس کے بعد سیدنا حسینؓ اور ابن سعدؓ نے تین چار بار ملاقات کی عمر بن سعدؓ نے عبید اللہ کو لکھا اما بعد! خدا تعالیٰ نے آگ کو بجھا دیا ہے اور اتفاق پیدا کر دیا ہے۔ حسینؓ نے مجھ سے کہا ہے کہ یا تو اسی جگہ چلے جائیں جہاں سے آتے ہیں۔ اور یا انہیں کسی سرحد کی طرف جہاں ہم چاہیں بھیج دیا جائے۔ یا یہ کہ وہ جا کر یزیدؒ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیں۔ اب اس امر میں تمہارے لئے وجہ رضا مندی اور امت کے لئے وجہ صلاح و فلاح بھی موجود ہے۔ ابن زیاد نے یہ خط پڑھ کر کہا کہ یہ اس شخص کا خط ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا شفیق ہے۔ اچھا میں نے اسے قبول کیا۔

(طبری جلد ۲ ص ۲۴۴) (ابن اثیر جلد ۴ ص ۱۷۹) (ابن خلدون جلد ۵ ص ۱۹۴)

لیکن ابن زیاد کی یہ بات سن کر شمرؒ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ کیا تو ان کی یہ بات قبول کرتا ہے اور وہ تیری زمین یعنی حکومت میں اترے ہوئے ہیں واللہ تیری اطاعت کے بغیر اگر وہ تیرے شہر

سے چلے گئے تو قوت و غلبہ ان کو اور ذلت و عاجزی تیرے لئے ہے یہ موقعہ انہیں نہیں دینا چاہتے اس میں تیرے لئے ذلت ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ وہ اور ان کے انصار سب تیرے حکم پر گردن جھکا دیں۔ (طبری جلد ۲ ص ۲۴۴) ابن زیاد نے شمر کے بہکانے میں آکر اس کو ابن سعد کے پاس بھیج دیا اور لکھا کہ اگر تم سے یہ کام انجام پذیر نہیں ہو سکتا تو لشکر کی سرداری شمر کے سپرد کر دی جائے

ملا مجلسی لکھتے ہیں جب شمر یہ خط لے کر عمر بن سعد کے پاس پہنچا تو خط پڑھنے کے بعد انہوں نے شمر سے کہا خدا تجھے بدترین جزا دے تو نے صلح نہ ہونے دی (ص ۳۶۹ باب ۵ جلاء العیون)

کربلا میں پانی کی بندش کے قصے

کربلا میں پانی کی بندش کے قصے یہ لوگ بڑی دلسوزی اور آہ و زاری کے ساتھ بیان کرتے ہیں یہ سب کچھ محض لوگوں کے جذبات مشتعل کرنے کے لئے واویلا کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ سب کچھ فرضی ہے جسے جھٹلانے کے لئے بہت سے دلائل موجود ہیں۔ مثلاً طبری لکھتا ہے۔ کہ سیدہ زینب کو دس محرم کو غش آگیا تھا اور آپ کو ہوش میں لانے کے لئے منہ پر چھینٹے مارے گئے تھے۔ اور سید امیر علی صاحب شیعہ لکھتے ہیں۔ کہ جب سیدنا حسینؓ دس محرم کو تھکے ماندے اپنے خیمہ کے دروازے میں آکر بیٹھے تو خیمہ سے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا گیا۔ گویا کہ پینے نہانے وضو کرنے چھینٹے مارنے اور نورا لگانے کے لئے تو پانی تھا۔ لیکن حقیقت کو چھپانے کے لئے لوگوں کو بتایا جا رہا ہے۔ اور پھر اس پانی کو سیدنا حسینؓ کا معجزہ بتانے کے لئے روایتیں گھڑی جا رہی ہیں۔ یہ روایت مشہور ہے کہ جب آپ اور آپ کے اہل و عیال پر پیاس نے غلبہ پایا تو آپ نے اپنے خیمہ کے نزدیک بیلچے سے تھوڑی سی مٹی ہٹائی اور پانی حاصل کر لیا خود پیا دوستوں کو پلوایا اور مشکیں بھر لیں۔ جس کو شیعوں کے بزرگ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

دریاؤں کے نزدیک زمین کو تھوڑا سا کھودنے سے پانی حاصل ہو سکتا ہے۔

مجلسی لکھتا ہے کہ امام نے ایک بیلچہ ہاتھ میں لیا اور پشت خیمہ حرم محترم سے بہت قدم کے فاصلہ پر جا کر بیلچہ کو زمین پر مارا کر بزعم آنحضرت چشمۂ آب شیریں ظاہر ہوا۔ اور امام حسینؓ نے معہ اصحاب کے وہ پانی نوش فرمایا اور مشکیں وغیرہ بھر لیں۔ اور چشمہ غائب ہو گیا پھر اس کا اثر بھی کسی نے نہ دیکھا (ص ۴۵۹ باب ۵ جلاء العیون) (ص ۴۳ گلزار جنت) (ص ۲۳۵ جلد ۴ کتاب دہم ناسخ التواریخ)

حضرت عباسؓ کے بازو کٹنے کٹانے کے سب قصے فرضی ہیں۔

"آٹھویں محرم کو حضرت عباس (جن کا ان کے ماموں شمر کو بہت ہی لحاظ تھا) لڑ بھڑ کر دریائے فرات سے بیس ۲۰ مشکیں بھر کر صحیح سالم اپنے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ اور اس لڑائی میں کوئی شخص امام حسینؓ کے لشکر کا شہید نہیں ہوا۔ (گلزار جنت ص ۴۳) اس سے ثابت ہوا کہ شیعوں کے نزدیک حضرت عباس کے پانی لاتے ہوئے بازو کٹنے اور خیمہ تک پانی نہ پہنچ سکنے کی روایتیں بھی غلط ہیں۔ دراصل ایسا کوئی لڑائی جھگڑا ہوا ہی نہیں۔ اور نہ ہی شیعوں کی معتبر کتابوں میں اس کا کہیں ذکر ہے۔ اور پھر قابل غور بات یہ ہے کہ بقول شیعوں کے کربلا میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں شاہی فوج تھی اگر وہ پانی میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہتے تو ایک فرد واحد تو کجا سیدنا حسینؓ کے تمام ساتھی بھی مل کر پانی نہیں لا سکتے تھے۔ عباس اکیلے کا بیس مشکیں بھر کے لے آنا ثابت کرتا ہے کہ عوام کو بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔ اور پھر تصویر کربلا کے ص ۳۲ پر جو نو محرم کے واقعات درج ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس روز بھی پانی بند نہ تھا۔ کیوں کہ اس روز جانبین کے درمیان زیادہ کشیدگی نہ تھی۔ عمر بن سعد اس کوشش میں تھے

کہ کسی طرح باہمی مصالحت ہو جائے۔ تو جو شخص صلح کرانے کے درپے ہو وہ پانی کس طرح بند کر سکتا ہے

کربلا میں دس محرم کو بھی پانی بکثرت موجود تھا

دسویں محرم جسے شیعہ عام بول چال میں قتل کی رات کہتے ہیں کے متعلق جناب زین العابدینؒ سے روایت ہے کہ "بموجب حکم آنجناب اسی شب خیمہ ہائے حرم ایک دوسرے کے نزدیک کر دیئے گئے اور ان کے گرد خندق کھود کر لکڑیوں سے بھر دی گئی ایک طرف سے اس کا دروازہ رکھا گیا۔ اور علی اکبر کو معہ تیس سواروں اور بیس پیادوں کے بھیجا گیا۔ چنانچہ وہ پانی کی چند مشکیں اضطراب اور خوف کی حالت میں بھر لائے۔ حضرت نے اہل بیت اور اصحاب سے فرمایا پانی پیو کہ یہ تمہارا آخری توشہ ہے اور وضو و غسل کرو اور اپنے کپڑوں میں خوشبو لگاؤ کہ وہ تمہارا کفن ہوں گے۔" (ص ۲۲۱ سیرت شہید اعظم) (ص ۳۰۹ منتہی الآمال جلد اول) اور جلاء العیون وغیرہ بحوالہ حرمت تعزیہ و سوانح سیدنا حسینؓ۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ معہ تیس سواروں اور بیس پیادے کہاں سے آتے تھے جو پانی لائے۔ آپ کے ہمراہ تو چھوٹے بڑے صرف بہتر نفوس بیان کئے جاتے ہیں اس قسم کے قصے زیب داستان کے سوا کچھ بھی نہیں اور ثابت ہوتا ہے کہ کربلا کے تمام قصے من گھڑت ہیں۔

خیموں کے اندر بھی پانی موجود تھا۔

جب حسینؓ لشکر درست کر چکے تو حضرت نے حکم دیا کہ بڑا خیمہ نصب کیا جاتے خیمہ نصب کر دیا گیا۔ حکم دیا کہ بڑے کاسہ میں مشک حل کیا جائے حل کیا گیا خیمہ کے اندر آپ نورا لگانے گئے۔ عبدالرحمن بن عبد ربہ انصاری چاہتے تھے کہ آپ کے بعد سب سے پہلے نورہ وہ لگائیں اور بریر کہتے تھے سب سے پہلے وہ لگائیں (غرض کہ

جب آپ نورا لگا چکے تو سب انصار نے خیمہ کے اندر جا کر نورا لگایا۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۵ طبع دکن) یہاں بھی وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو رویہ اختیار کیا گیا ہے وہ عجیب تر ہے اس نورہ لگانے اور آپ کے بعد دوسروں کے نورہ لگانے کی خواہش اور بیّنہ واقعات کربلا کو بد نظر رکھتے ہوئے غور فرمائیں جن کو ایک شیعہ پیش کر رہا ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ اس قسم کے آرائشی اہتمام تو ہمیشہ پر سکون زندگی کے لوازمات ہوا کرتے ہیں۔ یہ واقعات صاف طور پر ثابت کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ محض قصے کہانیاں ہیں جو اسلام میں تفرقہ ڈال کر مسلمان کو مسلمان سے لڑانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

مشہور شیعہ مؤرخ امیر علی جج لکھتا ہے کہ پانی موجود تھا

شیعہ مؤرخ سید امیر علی جج اپنی کتاب ہسٹری آف دی سارسینز طبع لندن باب ص ۸۴ سطر ۱۶ میں لکھتے ہیں کہ کربلا میں دس محرم کو بھی پانی موجود تھا "جب حضرت حسینؓ میں اپنے بے رحم دشمنوں کے مقابلہ کی سکت نہ رہی تو آپ تھکے ماندے اپنے خیمہ کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ خیمہ کے اندر سے ایک خاتون نے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا" اہل نظر! دیکھ لیں آپ نے یہ بیان شیعہ مؤرخین کے ہیں ان پر خوب اچھی طرح غور فرمادیں۔ ان کا بیان ہے کہ پانی خیمہ میں موجود ہے جو سیدنا حسینؓ کو پینے کے لئے پیالہ پیش کیا جا رہا ہے اور مشک حل کر کے تمام لشکر کے جسموں پر ملنے کے لئے تو پانی بکثرت موجود تھا لیکن دنیا کو بیوقوف بنانے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ بچے پیاس سے بلبلا رہے تھے ہائے پانی ہائے پانی وغیرہ کا شور مچایا جا رہا ہے اور جھوٹ ہی دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ عمر بن سعد نے پانی بند کر کے اہل بیت کو پیاسا مار دیا۔ لیکن نورا لگانے

بہو تبھی وہ وضو کرنے، نہانے وضو کرنے اور، پینے کو تو پانی وافر تھا لیکن پھر بھی بچوں کے
پیاسے ہونے کی دہائی دے کر حقیقت کو تقیہ کے غلافوں میں لپیٹ کر دنیا کو بیوقوف
بنایا جارہا ہے۔ اس بار بار کے غلط پروپیگنڈا سے ایک دنیا کو مغالطہ میں ڈال دیا گیا ہے
لیکن وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصیرت اور حق سمجھنے کی صلاحیت عنایت فرمائی ہے
وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ دریا کے کنارے پر کافی دور دور تک اگر تھوڑا سا زمین کو کھودا
جائے تو پانی آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کربلا کا میدان اور
مقام دریائے فرات کے کنارے پر ہے لکھا جاچکا ہے اور جس پر تقریباً تمام شیعہ مؤرخ متفق ہیں
کہ سیدنا حسینؓ نے خیمہ سے باہر چند قدم پر کدال یا بیلچہ مار کر پانی حاصل کر لیا تھا اور مشکیں وغیرہ
بھر لی تھیں جس کو حضرت کا اعجاز اور آب زلال کا نام دے کر لوگوں کو بنایا جارہا ہے اور حقیقت
سے دور رکھنے کے لئے تقیہ ہی کو اوڑھنا بچھونا بنا کر سادہ لوح مسلمانوں کو اندھی عقیدت کی
شراب پلا کر آپس میں لڑایا جارہا ہے اور صحابہ کرامؓ جن کی قربانیوں کی وجہ سے دین حق پروان
چڑھا۔ اور جن کے ذریعہ دین ہم تک پہنچا ان سے عوام کو بدظن کیا جارہا ہے تاکہ ہر طرف تقیہ ہی تقیہ
نظر آئے۔ اگر کدال مار کر پانی نکالنے کا واقعہ درست ہے جو خود شیعہ مؤرخین نے بیان کیا ہے
تو پھر اہل بصیرت ہمارے ساتھ اتفاق کریں گے کہ حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ دریا
کے کنارے دور دور تک تھوڑی سی زمین کھودنے سے پانی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ بچوں کے
پیاس کے مارے بلکنے اور قطرے قطرے کو ترسنے کی جذباتی داستانیں من گھڑت ہیں۔ اور
اگر ان کے یہ من گھڑت واقعات درست ہیں کہ بچے پانی کو ترستے تھے تو پھر کدال مار کر پانی برآمد
کرنا جو شیعہ سیدنا حسینؓ کا معجزہ بیان کرتے ہیں وہ سراسر جھوٹ اور خانہ ساز داستان ہے۔ سچ تو یہ
ہے کہ پانی کی بندش کے قصے صرف سادہ لوح عوام کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لئے

گھڑے گئے ہیں۔ اگر اس فرضی بندش کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا کیا جواب ہے کہ سیدنا حسینؓ دو یا آٹھ محرم کو کربلا پہنچے۔ آٹھ اور نو دو دنوں میں چشمہ بھی جاری ہوا اور حضرت عباس و علی اصغر بھی بیل بیتی مشکیں بھر لاتے۔ دو دنوں میں اتنا پانی ہوتے ہوئے پانی کی کمی کا سوال پیدا کرنا تو سراسر حماقت اور ہٹ دھرمی ہے۔

سیدنا حسینؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا

اللہ عزوجل قادر مطلق نے انسان کو کسی قدر بے بس و مجبور پیدا کیا ہے۔ فطرت انسانی میں یہ چیز ازل ہی سے داخل کر دی گئی ہے کہ شروع شروع جب انسان کسی چیز کا طلب گار رہتا ہے تو وہ اپنی دھن کا اتنا پکا ہوتا ہے کہ ساری دنیا کے سمجھانے سے بھی وہ اپنی رائے نہیں بدلتا۔ اور سمجھتا ہے کہ سمجھانے والے خواہ مخواہ اس کے کام میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ لیکن جب فطری مجبوریاں اسے ہر طرف سے ناکام بنا دیتی ہیں تو پھر پچھتاتا ہے اپنے آپ کو کوستا ہے، نصیحت کرنے والے مہربان دوستوں کو یاد کرتا ہے۔ سیدنا حسینؓ جب مدینہ منورہ سے چلے تو اس وقت سے لے کر مکہ مکرمہ سے روانگی تک آپ کو تمام بزرگوں، دوستوں اور بہی خواہوں نے سمجھایا کہ آپ کا خلافت کی خواہش میں کوفے جانا غلط ہے اور یہ اقدام آپ کی ہلاکت کا باعث ہوگا لیکن آپ نے کسی کی نہ سنی۔ حتیٰ کہ جب تک مسلم کے قتل کی خبر نہ ملی آپ خلافت پر قابض ہونے کی خوش فہمی میں مبتلا رہے۔ باوجود اس کے کہ سیدنا حسنؓ نے اپنی وفات کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ دیکھنا خلافت ہمارے گھر میں آنے کی نہیں اس لئے کوفیوں کے کہنے پر خلافت کی جستجو نہ کرنا۔ لیکن سیدنا حسینؓ انسانی کمزوری کے ماتحت اس خوش فہمی میں مبتلا رہے کہ یہ کوفی ان کا ساتھ دینے کی قسمیں کھا رہے ہیں حلف اٹھا رہے ہیں۔ بار بار اقرار کر رہے ہیں۔ لیکن

اب جب یہ کوفی اپنی اصل شکل و صورت میں نظر آئے اور اہل حرم کے خیموں سے جب بہنوں، بیٹیوں کے رونے اور چلانے کی آوازیں بلند ہوئیں تو اس وقت آپ کو اپنے مشفق چچا سیدنا ابن عباسؓ کا روکنا اور باصرار منع کرنا یاد آیا۔ اس وقت آپ نے کہا میں ان کی بات مان لیتا تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی۔ اور مجھے یہ نوبت نہ دیکھنی پڑتی۔ آپ نے کہا ہو اللہ ابن عباسؓ نے کیا ہی اچھی بات کہی تھی (تاریخ طبری جلد ۱۲ صہ ۷۵۵) جب حالات حد سے زیادہ گزر گئے تو وہ خوش فہمی کے بادل جو کوفیوں کے دھوکے سے آپ کے دماغ پر چھائے ہوئے تھے چھٹے۔ آپ نے محسوس کیا کہ آپ واقعی غلطی پر تھے۔ فرمایا۔ وائے ہو تم پر، تم وہ لوگ ہو جنہوں نے میرے باپ میرے بھائی اور برادر عم زاد مسلم کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ اور جو بھی تمہارے دھوکے میں آجائے وہ بڑا ہی احمق ہے۔ اگر آپ اپنے احباب و اقربا اور ہمدرد بزرگوں کی نصائح کو پہلے دن ہی مان لیتے تو کربلا میں آپ کو یہ الفاظ نہ کہنے پڑتے۔

تمام تاریخی کتب کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ آخری دن محرم ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں ایک طرف سیدنا حسینؓ کے ہمراہیوں کی مختصر سی جماعت تھی اور دوسری طرف عراقی کوفی تھے۔ جن میں ایک شخص بھی شامی یا کسی دوسرے قبیلے کا نہ تھا اس جنگ کی مثال یوں ہے۔ کہ ایک گھرانے کے چند نفوس کو ایک بہت بڑے شہر کے تمام لوگ گھیرے میں لے کر ختم کرنا چاہتے ہوں۔ لہٰذا ایسے طوفان بدتمیزی کو جنگ کا نام کس طرح دیا جا سکتا ہے۔ فی الحقیقت کربلا کا یہی نقشہ تھا۔ کوفیوں نے بہت تھوڑے عرصہ میں سیدنا حسینؓ اور آپ کے ہمراہیوں کو ختم کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کی تفصیل مورخین اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"آخری دن محرم ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں جھڑپ ہوئی ایک طرف امام حسینؓ کے

اسّی ہمراہیوں کی مختصر جماعت تھی اور دوسری طرف عراقی فوج تھی جس میں ایک شخص بھی شامی کا نہ تھا۔ بہت تھوڑے عرصہ میں لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ حضرت حسینؓ اور ان کے اکثر ہمراہی مقتول ہوئے اور ابن زیاد کے اٹھاسی آدمی مارے گئے۔ (ناسخ التواریخ ص۲۸۱ بحوالہ تحفہ شیعہ) (اور تاریخ اسلام اسلم جیراج پوری ص۵۲ جلد ۲)۔

تمام اکابرین کوفیوں کو ہی مجرم سمجھتے ہیں۔

اہل بصیرت خوب جانتے ہیں کہ جب کسی عدالت میں کوئی قتل کا کیس دائر کیا جاتا ہے تو اصول و قانون کے مطابق استغاثہ کی طرف سے جو شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ اگر موقعہ کی شہادتیں نہ ہوں یا شہادت دینے والوں کی اکثریت بھی ملزم کی دشمن پارٹی سے تعلق رکھتی ہو تو پھر عدالت پر فرض عائد ہوتا ہے کہ دوسرے ذرائع سے واقعات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی کے مخالفوں کے کہنے پر اس کو مجرم نہ سمجھ لیا جائے بلکہ اگر شہادت میں کسی قسم کی خامی ہو تو ملزم کی بریت لازمی ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر مقتول کے ورثاء جو قتل کے موقعہ پر موجود ہوں۔ اور انہیں قتل سے از حد تکلیف برداشت کرنی پڑی ہو۔ وہ خود ملزم کی صفائی میں بیان دیدیں اور صاف صاف کہہ دیں کہ اس شخص کا قتل میں کسی طرح سے بھی ہاتھ نہیں۔ بلکہ یہ استغاثہ پیش کرنے والے ہی ہمارے دشمن ہیں۔ اور یہی قاتل ہیں۔ تو ان حالات میں اگر کوئی عدالت انصاف کرنے سے قاصر ہے اور اس مثل پر عمل کرے کہ پھانسی کا پھندا اگر ملزم کے گلے میں پورا نہیں آتا تو جس کے گلے میں پورا آئے اسے ہی پھانسی کے تختے پر چڑھا دو۔ تو پھر سمجھ لینا چاہیئے کہ انصاف کا نام و نشان ہی دنیا سے اٹھ گیا ہے اور ہر طرف ظلم ہی ظلم کا دور دورہ ہے۔ انسانیت الامان الامان

پکار رہی ہے۔ اب ہم اہل حق کے سامنے امیر المومنین یزیدؒ کے بارے میں جنہیں بعض لوگ سیدنا حسینؓ کے واقعہ کا ملزم سمجھتے ہیں، حسینی خاندان کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ جو خاص شیعہ علماء کی تصدیق شدہ ہیں۔ باقی چیدہ چیدہ بزرگوں کی شہادتیں بھی اس کتاب میں آپ کے سامنے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ قرون اولیٰ کے تمام کے تمام مسلمان کوفی شیعوں کو ہی قتل حسینؓ کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ اور آج کے حق پرست مسلمان بھی ان کی تائید کرتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ امیر المومنین یزیدؒ کا اس میں کسی قسم کا کوئی دخل نہ تھا۔ جیسے کہ سیدنا علیؓ کی اولاد کے عمل سے اس کتاب میں ثابت کر دیا گیا ہے۔ اب آپ حضرات کا فرض ہے کہ سیدنا علیؓ اور خاندان علیؓ کی دوسری شہادتوں کی روشنی میں جو اب آپ کے سامنے آرہی ہیں۔ انصاف سے غور فرماویں اور اصل مجرم کے متعلق ایمانداری سے فیصلہ کریں کہ سیدنا حسینؓ کا قاتل کون ہے

بقول شیعوں کے سیدنا علیؓ کوفیوں کو قاتلِ حسینؓ قرار دیتے تھے۔

سعید بن وہب کا بیان ہے کہ مخنف بن سلیم نے مجھے علیؓ کی طرف بھیجا۔ میں آپ کے پاس کربلا میں آیا میں نے دیکھا کہ آپ اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرما رہے تھے۔ یہاں ایک شخص نے آپ سے پوچھا اے امیر المومنین یہ کیا معاملہ ہے آپ نے فرمایا ثقل آل محمد صلعم یہاں اتریں گے پس تمہارے سبب ان کے لئے سختی ہے۔ اس شخص نے آپ سے پوچھا۔ اے امیر المومنین اس کلام کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے سبب ان کے لئے سختی ہے کہ تم انہیں قتل کرو گے۔ اور ان کے سبب تمہارے واسطے سختی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قتل کی وجہ سے تمہیں دوزخ میں ڈالے گا۔ (ص ۵۷ کتاب صفین مطبوعہ ایران بحوالہ تحفہ شیعہ)

سیدنا حسینؓ نے کوفیوں ہی کو مجرم قرار دیا۔

میرے پاس تمہارے خطوط آئے اور تمہارے قاصد تمہاری بیعت کی اطلاع دینے کے لئے آئے اور تم نے یہ اقرار کیا کہ مجھے دشمن کے سپرد نہ کرو گے اور مجھے چھوڑ کر الگ نہ ہو جاؤ گے۔ اگر تم میری بیعت پر قائم رہے تو ہدایت پاؤ گے۔ میں حسینؓ بن علیؓ اور ابن فاطمہؓ بنت رسولؐ ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ اور میرے اہل تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں۔ اور تمہارے لئے میری ذات میں ایک نمونہ ہے۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور تم نے میرے عہد کو توڑ دیا اور میری بیعت کو فسخ کر دیا تو قسم ہے مجھے اپنی جان کی کہ یہ تمہارے لئے کوئی انوکھی بات نہیں۔ کیوں کہ تم نے اب سے پیشتر میرے باپ میرے بھائی اور برادر عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ اور جو کوئی تمہارے دھوکے میں آجائے وہ واقعۃً بڑا ہی احمق ہے۔ تم نے اپنے حق کو چھوڑا۔ اور اپنے حصے کو ضائع کیا اور یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی اپنا عہد توڑتا ہے اپنے نفس ہی کے خلاف کرتا ہے۔

(طبری جلد ۲ صہ ۲۳۲) (جلاء العیون باب ۵ صہ ۴۹۷) (ناسخ التواریخ جلد ۲ صہ ۱۹۵) (کامل ابن اثیر جلد ۴ صہ ۲۱) (ابن خلدون جلد ۵ صہ ۹۸)

حضرت بریدؓ بھی کوفیوں ہی کو مجرم ٹھہراتے ہیں

شیعہ مجتہد مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت بریر بن حضیر نے جو امام مظلوم کے جان نثاروں میں سے تھے کوفیوں کو اس طرح خطاب کیا۔ اے گروہ بے حیا خدا سے ڈرو کہ حرمت و ذریت اہل بیت اور فرزندان حضرت علیؓ اور رسالت مآبؐ تمہاری زمین پر آئے ہیں اور تمہارے مہمان ہیں ان کی نسبت تمہارا کیا ارادہ ہے۔ ان اشقیاء نے جواب دیا ہم چاہتے ہیں انہیں پکڑ کر ابن زیاد کے حوالے کر دیں ان کی

بابت جو چاہے کرے۔ برید نے کہا اس پر راضی نہیں ہو کہ وہ اپنے وطن واپس چلے جائیں کوفیوں نے کہا نہیں۔ برید نے کہا اے اہل کوفہ تم پر وائے ہو تم اپنے عہد پیمان اور وعدے اور خطوط ہو کہ بقسم جو تم نے لکھے تھے، سب کو بھول گئے ہو اے بے شرمو تم نے اہل بیت پیغمبرؐ کو لکھا کہ ہمارے شہر میں تشریف لا دیتے ہم اپنی جانیں آپ پر سے قربان کریں گے۔ اب جب کہ وہ تشریف لائے تو ... چاہتے ہو پسر زیاد کو ان پر مسلط کر دو اپنے پیغمبر کی رعایت ان کے فرزندوں کے حق میں اس طرح کرتے ہو۔ تم بہت برے لوگ ہو خدا تمہیں روز قیامت سیراب نہ کرے (جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۴ صـ ۴۶۷)

ہر بیان امیر المومنین یزیدؒ کا قتل حسینؓ سے لاتعلق ثابت کرتا ہے۔ افسوس کہ صحابہ کرامؓ کے شیدائی اور انصاف کے رکھوالے سبائی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر انصاف کو ذبح کر رہے ہیں۔

سیدنا حسینؓ کے خاص ہمراہی ظہیر نے بھی اہل کوفہ ہی کو مجرم سمجھا

"اگر تم ان کی نصرت نہیں کرتے تو خدا کے لئے ان کے قتل سے تو باز آؤ۔ انہیں ان کے برادر عم یزیدؒ کی رائے پر چھوڑ دو میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یزید تمہاری اطاعت پر حسینؓ کے قتل کے بغیر بھی راضی رہے گا۔ یہ سن کر شمر نے زہیر کو ایک تیر مار کر کہا خاموش خدا تیری بک بک کو خاموش کرے تو نے ہم لوگوں کا دماغ پریشان کر دیا ہے۔" (طبری جلد ۲ صـ ۲۵۸) (ابن خلدون جلد ۵ کتاب ثانی صـ ۱۱۵)

اہل بصیرت حضرات اگر انصاف اور دیانت داری سے اس ایک بیان ہی کو سمجھ لیا جائے تو یہ فسق و فجور کے تمام الزام کافور ہو جاتے ہیں اور حقیقت روز روشن کی

طرح صاف نظر آجاتی ہے۔ زہیر کے اس مختصر بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے تمام مسلمان امیر المومنین یزیدؒ کو ایک منصف مزاج درگزر کرنے والے ہمدرد انسان سمجھتے تھے۔ زہیر کہہ رہے ہیں کہ اے کوفی دردندو اگر تم حسینؓ کی مدد نہیں کرتے تو انہیں قتل نہ کرو اور انہیں امیر یزیدؒ کی رائے پر چھوڑ دو۔ اور میں تمہیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ حسینؓ کو چھوڑ دینے پر خوش ہوں گے۔ ہم قارئین کرام کی توجہ اس طرف دلانا چاہتے ہیں کہ کیا دنیا میں ایسی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ جو شخص کسی حکومت کا تختہ الٹنا چاہے۔ اُسے اس کے خود پیدا کردہ مصائب سے آزاد کرانے میں سربراہ حکومت خوش ہو۔ لیکن کیا کیا جائے مسلمان قوم جو دنیا میں انصاف و دیانتداری کا بول بالا کرنے کے لئے آئی تھی وہ خود حقیقت سے کوسوں دور دیانتداری کے نام کو بٹہ لگا رہی ہے اور کوفی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر ناحق امیر المومنین یزیدؒ کو برا بھلا کہہ رہی ہے اصل واقعات کا مطالعہ نہیں کرتی کیا مخالف عقیدہ رکھنے والے لوگوں نے کبھی تاریخی حقائق کا گہرا مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے ایک سیاسی واقعہ کو بڑا چڑھا کر اور مذہب کا غلط رنگ دے کر پیش کرنے والوں کے بیانات پر بلا تحقیق ایمان لے آنا اور خود کتب تاریخ کا مطالعہ نہ کرنا کوئی معقول بات نہیں اس طرح تو بدگمانی میں ایک مسلمان کی آبروریزی ہوتی ہے اور مسلمان کی آبروریزی کرنے والے کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایسے شخص پر خدا کی تمام فرشتوں کی تمام انسانوں کی لعنت اور اس کی نہ کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ نفل۔

(صحیح بخاری باب فضائل مدینہ)

سیدہ زینبؓ نے بھی اہل کوفہ ہی کو قاتل قرار دیا

اما بعد! اے اہل کوفہ اے اہل غدر و مکر و حیلہ

ہے ہم پہ گریہ کرتے ہو (یعنی ہمارا ماتم کرتے ہو) حالانکہ خود تم نے ہمیں قتل کیا۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا۔ اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو اپنے رشتہ (رسّا) کو مضبوط بٹتی ہے اور پھر کھول دیتی ہے تم نے بھی رشتہ ایمان کو توڑا، اور اپنے کفر کی طرف عود کیا۔۔۔۔ اور مثل تمہاری ایسی ہے جیسی قبر سیاہ تیرہ و تار پہ آرائش نقرہ کاری کی گئی ہو۔ تم ہم پہ گریہ و نالہ کرتے ہو (یعنی ماتم کرتے ہو) حالانکہ تم نے ہمیں قتل کیا۔ واللہ لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور کم ہنسا کرو۔ تم نے عیب و عار ابدی خود خرید لیا۔ اس عار کا دھبہ کسی پانی سے تمہارے جامہ سے زائل نہ ہوگا۔ (جلاء العیون فصل ۱۵ باب ۵ ص ۵۰۴)

معزز قارئین! سیدہ زینب نے معاملہ کو کیسا صاف کر کے اس واقعہ کی یاد میں رونے دھونے اور سینہ کوبی کرنے والوں کی نشان دہی کر دی ہے۔ یہ بیان شیعوں کی مستند کتاب سے اخذ کیا گیا ہے۔ کیا اب بھی امیر المومنین کو ناحق گستاخانہ لفظوں سے یاد کیا جائیگا

سیّدہ فاطمہ بنت حسینؓ بھی امیر یزیدؒ کو بری الذمہ قرار دیتی ہیں۔

"اے اہل غدر۔ مکر اور تکبر و حیلہ۔ حق تعالیٰ نے ہم اہل بیت رسالت مآب صلعم کو تمہارے ہاتھ مبتلا کیا ہے۔ تم نے ہماری تکذیب کی اور ہمیں کافر کہا اور ہمیں قتل کرنا حلال سمجھے۔ اور ہمارے مال کو غارت کیا اور ہمیں مانند اولاد ترک و کابل کے اسیر کیا۔ اے اہل کوفہ کن کن خواہ کا رسالت مآبؐ تم سے قصاص لیں گے اس پہ غور کرو جو کہ تم نے میرے جد علیؓ بن ابی طالب اور ان کے فرزندوں سے کیا اور انہیں قتل کیا۔ اور تمہیں میں سے فخر کنندہ نے فخر کیا کہ میں نے علیؓ اور فرزندان علیؓ کو شمشیر ہائے ہندی سے قتل کیا۔ (جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۵ ص ۵۰۵)

سیّدہ ام کلثوم نے بھی امیر المومنین کو مبرّا ثابت کیا۔

اس کے بعد ام کلثوم ہمشیرہ سیدنا حسینؓ نے صدائے گریہ بلند کی اور ہودج سے آواز دی کہ اے اہل کوفہ تمہارا حال بد ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسینؓ کو بلایا اور ان کی مدد نہ کی اور انہیں قتل کیا اور مال اسباب ان کا لوٹ لیا اور ان کی عصمت و طہارت کو اسیر کیا۔ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم تم کیا اور کون گناہ ہوا کا اپنی پشت پر انبار لگا لیا اور خون ہائے محترم کو بہایا اور دختران رسولِ مکرم کو نالاں کیا۔ (جلاء العیون ص۵۰۴ باب ۵) (ناسخ التواریخ ص۱۶۴ ج۲)

مرثیہ خوانوں کے ڈھول کا پول۔

اہل نظر! یہاں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ کوئی جگہ جگہ اپنی فطرت کے مطابق پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ سیدزادیوں کی چادریں تک چھین لی گئی تھیں اور انہیں بے پردہ اونٹوں پر سوار کر کے لے جایا گیا تھا۔ لیکن مجلسی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ سیدہ ام کلثوم نے ہودج سے بلند آواز سے خطاب کیا یعنی پردہ دار محمل سے جس سے ثابت ہوا کہ سیدزادیوں کو اونٹوں پر باپردہ عزت سے سوار کیا ہوا تھا جیسا کہ "اخبار الطوال" کی یہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے اس نے لکھا ہے۔ اور عمر بن سعدؓ نے حکم دیا کہ حسینؓ کی بیبیوں، بہنوں، کنیزوں اور خاندان کی دوسری مستورات کو پردہ محملوں میں اونٹوں پر سوار کر کے لے جایا جائے۔ (اخبار الطوال ص۲۷۰) شاید یہ لوگ یہاں تقیہ کرنا بھول گئے۔

سیّدنا زین العابدینؓ نے کوفیوں ہی کو قاتل قرار دیا۔

"میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے

پدر بزرگوار کو تم نے خطوط لکھے اور انہیں فریب دیا ان سے عہد کیا اور ان سے بیعت کی آخر کار
ان سے جنگ کی پس لعنت ہو تم پر تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی اور راہ بد اپنے
واسطے پسند کی اور کن آنکھوں سے حضرت رسولؐ کی طرف دیکھو گے جس روز وہ تم سے فرمائیں گے
تم نے میری عترت کو قتل کیا اور میری ہتک حرمت کی، کیا تم میری امت سے نہ تھے۔
پھر دوبارہ صدائے گریہ ہر طرف سے بلند ہوئی آپس میں ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ ہم
لوگ ہلاک ہوتے ہیں۔ جب صدائے فغاں کم ہوئی حضرت نے فرمایا۔ خدا اس پر رحم کرے
جو میری نصیحت قبول کرے۔ سب نے فریاد کی یا ابن رسول اللہ ہم نے آپ کا کلام
سنا ہم آپ کی اطاعت کریں گے، جو آپ سے جنگ کرے گا اس سے ہم جنگ کریں گے
اور جو آپ سے صلح کرے گا اس سے ہم صلح کریں گے۔ اگر آپ کہیں تو آپ کے ستمگاروں
سے خون کا مطالبہ کریں۔ حضرت نے فرمایا ہیہات ہیہات اے غدارو اے مکارو اب
میں تمہارے فریب میں نہ آؤں گا اور تمہارے فریب میں نہ آؤں گا۔ تم چاہتے ہو کہ مجھ سے بھی
وہ سلوک کرو جو میرے بزرگوں سے کیا ہے۔ حق خداوند آسمان و زمین میں تمہارے قول و قرار
پر اعتبار نہ کروں گا، کیونکر دروغ بے فروغ کو باور کروں حالانکہ تمہارے زخمہائے دل ہنوز
تازہ ہیں۔ میرے پدر اور ان کے اہل بیت کل کے روز تمہارے مکر سے قتل ہوئے۔ اور
ہنوز مصیبت حضرت پدر و برادر و عزیز و اقربا میں نہیں بھولا اور اب تک ان مصیبتوں
کی تلخی میری زبان پر ہے اور میرے سینے میں ان سختیوں کی آگ بھڑک رہی ہے۔

(جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۵ ص ۵۰۴)

امیر المومنین یزید رضی اللہ عنہ کے سیاسی مخالف سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی کوفیوں ہی کو مجرم قرار دیا

اُس سلسلہ میں امیر المومنین یزیدؒ کے بہت بڑے سیاسی حریف عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت بھی پیش کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ابن زبیرؓ امیر کے خلاف ہونے کے علاوہ سیدنا حسینؓ کے بعد یہی وہ واحد انسان ہیں جو امیر یزیدؒ کے مقابلہ میں خلافت کے امیدوار تھے۔ لہٰذا امیر کے اس مخالف کی شہادت بھی پیش کرنا ضروری ہے۔ اور یہ شہادت طبری جیسا شیعہ مؤرخ بیان کر رہا ہے جس کے متعلق یہ شبہ تو ہو سکتا ہے کہ طبری نے اسے اپنے مسلک کے مطابق بنا لیا ہو۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ اس نے ایک لفظ بھی امیر کے حق میں بڑھایا ہو۔ "حضرت حسینؓ جب قتل ہوئے تو ابن زبیرؓ نے اہلِ مکہ سے حمد و صلوٰۃ کے بعد اس باب میں ایک تقریر کی اور اس واقعہ کو بہت عظمت دی اہلِ کوفہ کو خصوصاً اور اہلِ عراق کو عموماً ملامت کی۔ اور کہا کہ اہلِ عراق چند لوگوں کے سوا سب کے سب غدار و بدکار ہیں اور بدترین اہلِ عراق کے کوفی ہیں۔ حسینؓ کو انہوں نے اس لئے بلایا کہ ان کی نصرت کریں گے اور انہیں اپنا فرمانروا بنائیں گے جب وہ ان کے پاس چلے گئے تو وہ ان سے لڑنے اٹھ کھڑے ہوئے" (اور انہیں قتل کر دیا) (طبری جلد ۲ ص ۳۰۶)

شیعوں کے امام محمد باقرؒ نے تو معاملہ بالکل صاف ہی کر دیا۔

"امام محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ "جب انہوں نے (کوفی شیعوں نے) امیر المومنین علی المرتضےٰ کی بیعت کی تو بیعت توڑ کر آپ کے خلاف تلوار کھینچی (یعنی آپ کو قتل کر دیا) پھر انہوں نے آپ کے صاحبزادے امام حسنؓ کی بیعت کی اور بیعت کے بعد حضرت سے بے وفائی کی اور مکر کیا۔ اور چاہا کہ انہیں دشمن کے حوالے کر دیں اور اہلِ عراق ان کے خلاف اٹھے اور ان کے پہلو پر خنجر مارا خیمہ لوٹ لیا یہاں تک کنیزوں کے خلخال

پاؤں سے اتار لئے اور انہیں یہاں تک مجبور کیا کہ آپ نے معاویہؓ سے صلح کر لی اپنے اور اپنے اہل بیت کے خون بچا لئے اور آپ کے اہل بیت بہت تھوڑے تھے۔ پس اہل عراق میں سے بیس ہزار نے حضرت حسینؓ کی بیعت کی اور آپ کے خلاف تلوار کھینچی ابھی حضرت کی بیعت ان کی گردنوں میں تھی کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ اہل بیت پر ظلم کرتے رہے انہوں نے ہمیں ذلیل کر دیا۔ اور اپنے حق سے دور کر دیا اور اپنے مالوں سے محروم کر دیا۔ ہمارے قتل کرنے میں کوشش کی وہ (کوفی) ہمیں خوفزدہ رکھتے تھے اور ہم اپنی جانوں اور دوستوں کی جانوں سے بے خوف نہ تھے۔ جھوٹ بولنے والوں اور انکار کرنے والوں نے ہمیں اپنے انکار اور جھوٹ کا محل قرار دیا اور ہر شہر اور ہر ولایت میں ہم پر جھوٹ تھوپے اور افترا کرنے سے اپنے حاکموں اور قاضیوں کا تقرب ڈھونڈا۔ اور ہمارے ضرر کے لئے حدیثیں وضع کیں اور جھوٹی روائتیں جو ہم نے بیان نہ کی تھیں ہمارے سر تھوپ دیں اور لوگوں کو ہمارا دشمن بنانے کے لئے کئی کام جو ہم نے نہ کئے تھے ہم سے منسوب کر دیئے۔ (ص ۹۴۱ تنقیح المسائل بحوالہ تحفہ شیعہ)

شیعہ بھی یہی کہتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ کے قاتل کوفی شیعہ ہی ہیں

آپ اپنی اولاد اور اہل بیت کو لے کر حرمین شریفین سے عراق کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ آپ اپنے شیعوں سے جنہوں نے آپ کو بلایا تھا دشمنوں کے خلاف مدد لیں اور آپ نے اپنے آگے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجا تاکہ وہ آپ کے لئے بیعت لے۔ پس اہل کوفہ نے اس بات پر مسلم کی بیعت کی اور اس سے معاہدہ کیا اور اس کی نصرت و خیر خواہی کا اقرار کیا اور اس بارے میں اس سے عہد و پیمان کئے

پھر کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ انہوں نے مسلم کی بیعت توڑ دی اس کی مدد نہ کی اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ ان کے درمیان قتل ہوئے مگر انہوں نے نہ بچایا ۔ ۔ ۔ ۔

پھر وہ امام حسینؓ کے گرد جمع ہوئے یہاں تک آپ کو قتل کر دیا ۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ص۱۸۵ بحوالہ تحفہ شیعہ)

شیعوں کے روح رواں ملا مجلسی شہادت دیتے ہیں کہ کوفی ہی قاتل حسینؓ ہیں

بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں ہمانے شمشیر آپ پر کھینچی ۔ اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؓ کو شہید کر ڈالا ۔ (جلاء العیون ص۴۷۹ جلد ۲ بحوالہ آفتاب ہدایت)

مولانا توکلی صاحب بھی کوفی شیعوں کو مجرم قرار دیتے ہیں

مولانا مولوی محمد نور بخش صاحب توکلی ایم ۔ اے ۔ پروفیسر عربی اپنی مشہور کتاب تحفہ شیعہ جلد دوم میں ہمارے اس خیال کی تائید فرماتے ہیں ۔ کہ حادثہ کربلا کے اصل ذمہ دار سبائی کوفی شیعہ ہیں آپ لکھتے ہیں ۔ "حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کا اصل سبب خود شیعان حسینؓ ہیں ۔ جیسا کہ ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر آئے ہیں ، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے اصل ذمہ دار شیعہ کے اسلاف یعنی منافقین یہود تھے جو بظاہر اہل بیت کی محبت کے مدعی تھے مگر حقیقت میں وہ اہل بیت کے ایسے ہی دشمن تھے ۔ جیسا کہ دوسرے مسلمانوں کے ۔ ان کا مقصد صرف تخریب دین اسلام تھا ، جس کے لئے تقیہ آلہ کار تھا ، اور زمانہ مابعد میں بھی یہ آلہ کار موجود رہا تقیہ کے بھیس میں وہ سنی کہلاتے کبھی محدث

کبھی صوفی کبھی فقیہ کبھی مورخ کبھی حکومت میں دخیل بنے اور کبھی سنیوں کے نام سے کتابیں لکھیں اور کبھی کتب اہل سنت میں الحاقات کئے۔ غرض جس طرح ممکن ہو سکا انہوں نے تخریب دین اسلام اور ترویج مذہب سبائی کا سامان بہم پہنچایا۔ اسی تقیہ کے سہارے وہ آئمہ اہل بیت پر خوب افترا کیا کرتے تھے۔ جب کسی امام نے اس کی تکذیب کی تو کہہ دیا کہ امام کا یہ انکار تقیہ پر محمول ہے (ص۵۲ جلد۲ تحفہ شیعہ)

معزز اہل بصیرت قارئین! عام طور پر امیر المومنین یزید اور سیدنا حسینؓ کو واقعہ کربلا کے سب سے بڑے دو کردار قرار دیا جاتا ہے۔ جس میں اول الذکر کو ظالم غاصب، فاجر و فاسق اور نامعلوم کیا کیا کچھ قرار دیا جاتا ہے اور مؤخر الذکر کو مظلوم اور خلافت کا صحیح حقدار بنایا جاتا ہے۔ شیعہ حضرات کے علاوہ اہل سنت الجماعت کے ایک گروہ کا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن اہل سنت غلط پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس عقیدے کے حامل ہوتے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ انہوں کہ انہوں نے کبھی جذبات سے الگ ہو کر تاریخ کا مطالعہ کرنے کی زحمت ہی نہیں اٹھائی کہ وہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکیں۔ اور نہ ہی انہوں نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کو سب سے زیادہ سمجھنے والے اور اسلام کی حفاظت کرنے والے اور حق بات پر مر مٹنے والے تھے، انہوں ہی نے اسلام کو دنیا میں پھیلایا اور عجم تک پہنچایا، ان کے سامنے ایک ظالم کیا شے تھا وہ تو قیصر و کسریٰ کا تختہ الٹ چکے تھے۔ وہ اگر امیر المومنین یزیدؒ میں کسی طرح کا کوئی بھی نقص ہوتا تو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ ان کا امیر یزیدؒ کے ساتھ تعاون کر کے اسلام کا تمام کا تمام نظام ان کے سپرد کر دینا ہی امیر یزیدؒ کی پرہیزگاری اور صداقت کا زندہ ثبوت ہے۔

اگر سیدنا حسینؓ اس اقدام میں حق پر ہوتے تو صحابہ کرامؓ کبھی بھی انہیں اس سے نہ روکتے اور پھر اگر قتل حسینؓ میں امیرالمومنین یزیدؒ کی غلطی ہوتی تو وہ کس طرح انہیں معاف کر سکتے تھے۔ اور پھر سیدنا حسینؓ کے بیٹے شیعوں کے امام ہمارے بزرگ سیدنا زین العابدینؒ اور آپ کے بھائی اور دوسرے نزدیکی رشتہ دار قتل حسینؓ کے بعد امیر یزیدؒ سے تعاون کیوں کرتے۔ کیوں ان سے عطیے لے لے کر کھاتے۔ آخر یہ تمام واقعات وحالات کس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اہل حق کا فرض ہے کہ ان تمام باتوں پر غور فرماویں۔ مندرجہ بالا چند حوالہ جات قتل حسینؓ پر پوری پوری روشنی ڈالتے ہیں، جو یقیناً صحیح حالات سے ناواقف لوگوں کے لئے حقیقت افروز ثابت ہوں گے، جن میں سے اکثر خود شیعوں کی کتابوں سے لئے گئے ہیں، ان کے مطالعہ کے بعد امید ہے کہ کوئی صحیح العقل انسان بھی امیرالمومنین یزیدؒ کو سیدنا حسینؓ کا قاتل قرار نہیں دیگا۔ اور وہ اگر غیر جانبداری اور ایمان داری سے ان پہ غور کرے تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ سیدنا حسینؓ کے اصل قاتل کوفہ کے سبائی آپ کی محبتؓ کا دم بھر کر آپ کو دھوکہ دینے والے ہی تھے۔ حقیقت میں یہ لوگ تمام مسلمانوں کے دشمن تھے انہوں نے سیدنا حسینؓ کو قتل کر کے محض مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے غلط پروپیگنڈا سے خلیفۃ المسلمین امیرالمومنین یزیدؒ کو خواہ مخواہ ملوث کر کے سارے واقعہ کی ذمہ داری ان پر ڈال دی ہے۔ ان بیانات کے مطالعہ کے بعد اہل حق کا فرض ہے کہ امیرالمومنین یزیدؒ کے متعلق اپنی رائے کی اصلاح کریں کیوں کہ اس واقعہ سے ان کی ذات ستودہ صفات کا قطعاً کوئی تعلق نہ تھا یہ سب کچھ مسلمانوں میں انتشار و افتراق پھیلا کر اسلام دشمن کوفی سبائیوں کی مسلمانوں کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنے اور تفرقہ ڈالنے کے لئے ایک شرانگیز تحریک ہے۔

دمشق میں سیدنا حسینؓ کے پسماندگان سے امیر المومنین یزیدؒ کا حُسنِ سلوک

اب اہل بصیرت ان کوفی شیعوں کے ظلم و ستم کے شکار اور لٹے ہوئے قافلے کو امیر المومنین یزیدؒ کے دربار میں پیش ہونا اور قتل حسینؓ کا سن کر امیر کو جو رنج و ملال ہوا وہ اور حسن سلوک سے امیر اس بے یارومددگار قافلہ سے پیش آئے اور جس بدولت شفقت اور ہمدردی سے پیش آکر جناب زین العابدینؒ کو ہر روز اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے رہے وہ اور جس مہربانی اور انعامات سے نواز کر دمشق سے مدینہ منورہ روانہ کیا وہ یہ سب کچھ شیعہ کتب سے ملاحظہ فرمادیں۔ اور پھر ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے جذباتی عقیدت اور خدا واسطے کے تعصب سے ہٹ کر فیصلہ کریں۔ کہ امیر المومنین یزیدؒ آپ کو کس مقام پر نظر آتے ہیں۔ مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے۔ ایل ایل۔ بی مہتمم رفیق الاسلام سرگودھا لکھتے ہیں۔ "انگریز مؤرخ گب و کریمرس اپنی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں لکھتا ہے۔ یزید کو جو کیفیت اس واقعہ کی دی گئی جو اس کے مطابق معرکہ کے اختتام پذیر ہونے میں کچھ دیر نہیں لگی۔ صرف اتنی دیر لگی تھی صرف اتنا وقت صرف ہوا جتنا اونٹ ذبح کرنے میں ہوتا ہے یا آدمی کی آنکھ جھپک جاتی ہے۔ خلیفہ نے اس انجام پر بہت غم کیا۔ ایسے نہ تو یہ خواہش تھی۔ اور نہ ہی اس کا یہ حکم تھا۔ اس نے تو صرف حسینؓ کو اس کے پاس لے آنے کی ہدایت کی تھی تاکہ وہ حق خلافت کی خطرناک جدوجہد کو طول نہ دیں۔ انہوں نے حادثہ کربلا کے علوی پسماندگان سے عزت و آبرو کا برتاؤ کیا ان کی ضروریات فیاضی سے مہیا کیں۔ مدینہ تک پہنچانے کے لئے معاون دستہ دیا۔" (ص ۹۴ دو پھول)

شیعہ مؤرخین امیر المومنین یزیدؓ کے حسنِ سلوک کے قائل ہیں۔

طبری اور طراز مذہب مظفری لکھتے ہیں (۱) جب اہل حرم کا داخلہ دربار یزیدؓ میں ہوا تو انہیں دیکھ کر گھر کے تمام لوگ اور گھر کی تمام عورتیں اور معاویہؓ کی بیٹیاں (یعنی تمام گھر والے نالہ و فریاد کرنے لگے (طبری جلد ۲ صہ ۲۹۴) (۲) یزیدؓ نے اسیرانِ اہل بیت کو دمشق پہنچنے کے بعد بڑے عزت و احترام سے اپنے محل خاص میں ٹھہرایا اور بنی امیہ کی سب عورتوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ غم گساری اور سوگواری کریں (صہ ۴۵۷ طراز مذہب مظفری طبع بمبئی) دورِ حاضر کے مؤرخ سید عبدالقادر مرحوم لکھتے ہیں۔" طبری کا بیان ہے کہ یزیدؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ ابن زیاد کو لعن طعن کرنے لگا کہ میں نے اسے صرف بیعت لینے کا حکم دیا تھا، لڑنے یا حسینؓ کی ذات کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ (صہ ۲۹ تاریخ اسلام عبدالقادر بحوالہ گل خنداں لاہور سید الشہدا نمبر) اور (ناسخ التواریخ صہ ۲۶۹ کتاب دوم جلد دوم جلد ۶ ایران) (طراز مذہب مظفری صہ ۴۵۶) خلاصۃ المصائب میں لکھا ہے کہ۔ جب حرم محترم یزیدؓ کے روبرو لائے گئے تو انہوں نے حکم دیا کہ انہیں فوراً حرم سرائے میں لے جایا جائے اس کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے آنسو پونچھتا تھا۔ ہندہ بنتِ عامر کے محل سرائے میں حرموں کو لے گئے۔ اور جب اندر داخل ہوتے تو رونے اور چلانے کی صدا منبعث ہوئی (صہ ۳۰۳ المصائب طبع نول کشور) ذیل کے مؤرخین نے لکھا ہے کہ "یزیدؓ ان کے قتل پر راضی نہ تھا پس اہلبیت کو اپنے گھر میں رہنے کی جگہ دی۔ اور ہر صبح و شام

زین العابدینؒ کو دستر خوان پر بلاتا اور بغیر ان کے کھانا نہ کھاتا۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۲) (ابن اثیر جلد ۴ ص ۲۱۵) جلاء العیون ص ۵۲۷ باب ۵) (ناسخ التواریخ ص ۲۷۰) (ریر جلد ۲ ص ۳۳۶) (مذہب طراز مظفری ص ۴۵۷) (تنقیح ص ۱۶۰)

• شیعوں کے مجتہد مجلسی لکھتے ہیں کہ "مخدرات اہل بیت باعصمت وطہارت اس (یزیدؒ) کے گھر میں داخل ہوئی آل ابوسفیان نے اپنے زیورات اتار دیئے اور لباس ماتمی پہن کر آواز نوحہ و گریہ بلند کیا اور تین روز ماتم رہا۔ (جلاء العیون ص ۵۲۶ باب ۵)

جب قتلِ حسینؓ کی خبر امیر المومنین یزیدؓ کو پہنچی تو آپ آبدیدہ ہوگئے

• یزیدؒ کربلا کی خبر سن کر آب دیدہ ہوگیا اور عبید اللہ کے نمائندے سے بولا۔ تمہارا بھلا ہو حسینؓ کو قتل کئے بغیر ہی میں تمہاری کارگزاری سے خوش ہوجاتا ابن مرجانہ (عبید اللہ) پر خدا کی لعنت ہو۔ قسم خدا کی اس کام کی کارگزاری کی سربراہی اگر میرے سپرد ہوتی تو میں ابوعبداللہ (حسینؓ) کو معاف کر دیتا۔ پھر بچوں اور عورتوں کو اس نے حرم میں بھیج دیا۔ اور دوپہر کا کھانا علی اور عمر (بن حسینؓ) کے ساتھ کھاتا۔ (اخبار الطوال ص ۲۶۷ بحوالہ قرن اول کا ایک مدبر طبع دہلی)

امیر المومنین یزیدؓ نے حسینؓ کے پسماندگان کو باعزت رخصت کیا

• طبری اور دوسرے مورخین لکھتے ہیں۔ جب یزیدؒ نے انہیں مدینہ بھیجنے کا ارادہ کیا تو نعمان بن بشیرؓ کو حکم دیا کہ ان کے لئے مناسب حال سامان تیار کرے۔ اور اہل شام میں سے کسی ایماندار شخص کو کچھ سوار دیکر مدینہ تک ان کے ہمراہ روانہ کریں۔ رخصت کرتے وقت اس نے علی بن حسینؓ (زین العابدین) سے کہا کہ خدا کی پھٹکار ہو ابن مرجانہ پر

خدا کی قسم اگر حسینؓ میرے قبضہ میں ہوتے تو وہ مجھ سے جو طلب کرتے میں انہیں دیتا۔ اور خواہ میرے کسی بچے کی ہلاکت کی ضرورت ہوتی تو میں ان کی موت کو ضرور دفع کرتا۔ لیکن بیٹا کیا کیا جائے جو کچھ خدا نے چاہا وہی ہوا تمہیں جو ضرورت پیش آئے مجھے لکھا کرو۔

(طبری جلد ۶ ص ۲۶۳) (ابن اثیر جلد ۴ ص ۲۱۹) (ابن خلدون کتاب ثانی جلد ۵ ص ۱۲۰)

حسنِ سلوک اور شیعی مؤرخین کی تصدیق۔

سید قاسم رضا۔ نسیم امروہوی۔ زبور آل محمد میں لکھتے ہیں کہ صاحب طبری۔ صاحب ارشاد اور مؤلف ناسخ التواریخ، صاحب اخبار الطوال اور صاحب حیات الحیوان سب نے متفقہ طور پر یہ لکھا ہے کہ یزیدؒ نے علی بن حسینؓ اور اہل حرم کو نعمان بن بشیرؓ صحابی کو جو کہ محب اہل بیت اور شاعر بھی تھے حکم دیا کہ وہ اپنی نگرانی اور حفاظت میں علی بن حسینؓ اور ان کی بہنوں کے قافلے کو دمشق سے مدینہ پہنچا دیں۔ بتیس سواروں کے دستہ کے ساتھ اور ہدایت کی کہ بچوں اور عورتوں کی خبر گیری کرنا اور آرام و آسائش سے لے جانا۔ وہ جہاں کہیں منزل کرنا تا کہ وہ آرام کریں۔ اور رات کے وقت چلنا دن کے وقت قیام کرنا۔ تاکہ بچے گرمی کی تکلیف سے محفوظ رہیں۔ . . . . . . اور جب قافلہ روانہ ہوا تو (امیر المومنین یزیدؒ نے زین العابدین کو) فرمایا علی بن حسینؓ! اگر میرے بس میں ہوتا تو میں حسینؓ کی موت پر راضی نہ تھا مگر حکم خدا یہی تھا آپ کو جب کسی چیز کی ضرورت درپیش آئے تو مجھے اطلاع کیجئے (ص ۱۳۵ صحیفہ کاملہ زبور آل محمد طراز مذہب مظفری کے ص ۴۴۱) پر اس طرح لکھا ہے۔ یزیدؒ نے حرم ہائے محترم کے لئے خاص طور پر محمل آراستہ کرائے اور بروایتے ۵۰۰ سو اور بروایت دیگر ایک ہزار سواروں کو ان کی خدمت کے لئے مقرر کر کے کمال عزت

واحترام کے ساتھ تمام سے مدینہ روانہ کیا۔"

ایک مومن کی شان

صاحب بصیرت قارئین! یہ ایک شیعہ صاحب لکھ رہے ہیں ذیل کے اس بیان پہ اچھی طرح غور فرمائیں۔

در اصل حقیقت تو یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں صرف مومن خدا سے ڈرنے والے انسان ہی کیا کرتے ہیں۔ خدا اور رسولؐ کے باغی اور ظالم انسان کب ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اس مضمون کو بار بار پڑھیں اور ایک مومن کی شان دیکھیں کیونکہ کوئی پروپیگنڈے کے زیر اثر کہا جا رہا ہے کہ امیر المومنین یزیدؒ دین حق سے منحرف ہو چکے تھے، اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو جب کوئی شخص کسی مذہب سے دل برگشتہ ہو جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اس مذہب کے بانیوں کا مذاق اڑاتا ہے اور فخریہ طور پہ ہر بات کو اپنی قوت کا کرشمہ ظاہر کرتا ہے۔ برعکس اس کے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پہ ایمان رکھتا ہو تو وہ ہر بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ہر چھوٹے اور بڑے کام کو منشائے الٰہی کے بغیر پورا ہونا ناممکن سمجھتا ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب امیر المومنین یزیدؒ کے سامنے واقعہ کربلا پیش کیا گیا تو آپ نے افسوس کیا قاتلوں کو برا کہا، لوگوں کے سامنے وہ اسباب جو قتل حسینؓ کے بنے بیان کیے۔ سیدہ فاطمہ زہرا کی عظمت و طہارت صاف صاف بیان کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقام بیان کیا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ایک مومن کی طرح تسلیم کیا۔ اپنے ایمان کی بنیاد قرآن کریم کو قرار دیا۔ اب یہ آپ تاریخ کی زبان سے ملاحظہ فرمادیں۔

امیر المومنین یزیدؒ کی زبانی جناب حسینؓ کے قتل کی اصل وجوہات

اس سلسلہ میں طبری اور ابن اثیر

لکھتے ہیں۔ (امیر المومنین) یزید نے کہا خدا کی قسم اے حسینؓ اگر تم میرے پاس آتے تو میں تمہیں ہرگز قتل نہ کرتا۔ پھر لوگوں سے کہا، کیا تم جانتے ہو حسینؓ کیوں ہلاک ہوئے۔ (دراصل) بات یہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ان کا باپ علیؓ اس کے (امیر یزیدؒ کے) باپ سے بہتر ہیں۔ اور ان کی ماں فاطمہؓ اس کی (امیر یزیدؒ کی) ماں سے بہتر ہیں۔ اور ان کا نانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے (امیر یزیدؒ کے) نانا سے بہتر ہیں۔ اور وہ خود اس سے یعنی امیر سے بہتر ہیں۔ اور خلافت کا اس سے (یزیدؒ سے) زیادہ حقدار ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ ان کا باپ میرے باپ سے بہتر ہے اس بارے میں میرے باپ اور ان کے باپ دونوں نے خدائے تعالیٰ کے پاس اپنا حج کیا اور لوگوں نے بخوبی جان لیا کہ فیصلہ کس کے حق میں صادر ہوا۔ ان کا یہ کہنا ان کی ماں میری ماں سے بہتر ہیں۔ تو مجھے اپنی جان کی قسم کہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں سے بہتر ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ ان کا نانا میرے نانا سے بہتر تھے۔ تو یاد رکھو جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل و نظیر یا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ اپنی سمجھ کی وجہ سے گھائل ہو گئے۔ (جو یہ کہتے رہے کہ میں یزیدؒ سے بہتر ہوں اس لئے خلافت مجھے ملنی چاہیے) اور قرآن کریم کی یہ آیت نہ پڑھی۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ترجمہ:- اے پیغمبر کہہ دیجئے۔ اے اللہ تو جسے چاہتا ہے بادشاہی یعنی حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ اور تو ہی جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے

اور جس کو چاہے ذلت دیتا ہے اور تیرے ہی دست قدرت میں نیکی ہے۔ اور تو ہی ہر شے پر قادر ہے۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۴) (کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۶)

قارئین محترم! یہ ہم نہیں کہتے ہے بلکہ یہ طبری شیعہ مؤرخ کا بیان ہے جو اپنے عقیدہ کے مطابق سیدنا امیر معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؒ کے بارے میں اکثر گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا رہا ہے جیسا کہ ہم شروع کتاب میں درج کر چکے ہیں یہ وہ پہلا مؤرخ ہے جس نے ابو مخنف جیسے کذاب اور بنی امیہ کے ازلی دشمن کے جھوٹ کے پلندوں کو اپنی کتابوں میں درج کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو غلط راستے پر ڈالنے کی راہ ہموار کی۔ لہٰذا امیر المومنین یزیدؒ کے دشمنوں کی زبان سے آپ کی تعریف امیر کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے۔ کیا اس کے بعد بھی امیر المومنین یزیدؒ کے خلاف کسی کو زبان کھولنے کا حق پہنچتا ہے۔ اور کیا وہ لوگ جو آپ کے خلاف گستاخانہ رائے رکھتے ہیں وہ ان صحیح واقعات کو دیکھ کر اپنی رائے تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے اور غور فرماویں گے کہ ان کی معلومات کے وسائل کیا ہیں اور تاریخ زبان حال سے کیا کہہ رہی ہے۔ خدا سے ڈرنا چاہیے، کیوں کہ کسی پر بہتان باندھنا مسلمان کا شیوہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے قرآن کریم میں منع فرمایا ہے۔

باب ششم

ہر اہلِ ایمان حق بات کی تائید کرتا ہے

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں کتاب و سنت کی روشنی میں دلائل و براہین سے صحابہ کرام رض اور علمائے عظام رح نئے اور پرانے مورخین کے بیانات سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ امیر المومنین یزید پکے مسلمان اور متقی ہیں ان سے جو واقعات منسوب کئے جاتے ہیں وہ سراسر بے بنیاد اور سبائی پروپیگنڈے کا نتیجہ ہیں۔ واقعہ کربلا سے ان کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے امیر کی خلافت پر وقت کے تمام مسلمان متفق الرائے تھے۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رض نے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم یافتہ اور دوسرے اکابرین جو صحابہ کرام رض کی صحبت سے بہرہ مند تھے۔ تمام نے انہیں صدقِ دلی کے ساتھ اپنا امیر و امام اور خلافت اسلامیان کا صحیح اہل سمجھتے ہوئے ان کی مدد کی ان سے ہر طرح کا تعاون فرمایا ان سے وظیفے اور عطیئے حاصل کئے، عہدے اور مناصب قبول کئے۔ گویا وقت کے تمام بزرگوں اور مسلمانوں نے (سوائے چند ایک کے) متفقہ طور پر اپنے اعمال واطوار اور اسلوبِ زندگی سے امیر المومنین یزید کا دست بازو بن کر ان کی حمایت کی ان کے نام کے خطبے پڑھے۔ اور ان کی خلافت کے حق دعائیں کیں۔ ان لاتعداد خاص و عام مسلمانوں میں سے کسی ایک نے بھی ان کی خلافت کے دوران ان سے اختلاف کر کے ان کی جان پر حملہ نہیں کیا۔ ان کا تمام دورِ خلافت بغیر کسی ذکر

اور خوف کے امن وامان اور ترقی و ترفع کا دور رہا۔ البتہ ان سے اختلاف کی ایک استثنائی مثال صرف سیدنا حسینؓ کی ملتی ہے اور ان کے جو حامی تھے ان کے متعلق بھی گذشتہ اوراق میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ کچھ تو اسلام کے دشمن سبائی تھے اور باقی سوائے گھر کے گنتی کے چند افراد کے کسی نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ خود آپ کے حقیقی بھائی اور دوسرے بہت سے قریبی عزیز بھی آپ سے اختلاف کرتے ہوئے امیر المومنین یزیدؒ کی خلافت سے متعلق تھے۔ افسوس کہ سیدنا حسینؓ سبائی فریب کاری کا شکار ہو کر بعد آنے والے مسلمانوں کے لئے فرقہ آرائیوں اور مصیبتوں کے راستے کھول گئے۔ کاش آپ بزرگوں کا کہا مان لیتے تو قوم کا آج یہ حال نہ ہوتا۔ بدقسمتی سے اسلام دشمن عناصر نے سالہا سال سے مسلسل غلط پروپیگنڈا کے ذریعہ عامۃ المسلمین کے ایک گروہ کو امیر موصوف کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اب وہ نہیں سمجھتے کہ ہم ان تمام مسلمانوں اور صحابہ کرامؓ پر اعتراض کر رہے ہیں جنہوں نے امیر یزیدؒ سے تعاون فرمایا تھا۔ اپنے بھائیوں کو صحیح حالات سے آگاہ کرنے کے لئے ہم نے یہ کتاب لکھی ہے اور ضروری خیال کیا گیا ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی تسلی کے لئے موجودہ علماء کرام کی رائے بھی حاصل کر کے شامل کتاب کر دی جائے تاکہ قارئین کرام یہ خیال نہ کریں کہ مندرجہ خیالات کا اگرچہ وہ بھی مستند ہیں صرف راقم الحروف ہی حامل ہے۔ بلکہ انہیں یقین ہو جائے کہ درحقیقت آج بھی علمائے حق مسلمانوں میں موجود ہیں جو حق بات کہنا ایمان کا جزو سمجھتے ہیں اور امیر المومنین یزیدؒ کے بارے میں صحیح عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن خدا جانے کن وجوہات کی بناء پر اس موضوع کو عوام کے سامنے صحیح رنگ میں پیش کرنے کا موقعہ نہیں دیتے۔ بہرحال ہم نے موجودہ علماء کرامؒ سے ایک سوالنامہ کے ذریعہ جو جوابات

حاصل کئے ہیں ان کا مطالعہ قارئین کرام کے لئے یقیناً سبق آموز ثابت ہوگا۔ اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ واقعہ کربلا اور امیر المومنین یزیدؒ کے متعلق خیالات کی جو ایک خالص کردہ چلتا رہا ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد سبائی پروپیگنڈہ کا نتیجہ ہے۔

وہ سوال جو علماء کرام سے دریافت کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! مکرمی جناب مولانا صاحب دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عرض خدمت اقدس میں یہ ہے کہ آپ عالم دین متین اور وارث انبیاء ہیں بدیں وجہ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش وجہ نزاع بنا تو مجھ جیسے لوگوں کو آپ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اب جب کہ ایک مسئلہ درپیش ہے آپ کا فرض عین ہے کہ آپ نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے آنحضور صلعم کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے "کہ میری ایک بات بھی اگر جانتے ہو تو دوسروں تک پہنچا دو"۔ فرمان نبوی کے مطابق آنحضور صلعم کی عدم موجودگی میں مجھ ایسے افراد کی صحیح رہنمائی فرماتے ہوئے اپنی رائے سے آگاہ فرما دیں، مسئلہ وجہ نزاع یہ ہے۔

ہمارے اپنے سنی بھائی شیعوں کی پیروی اور کوفی پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر امیر المومنین یزیدؒ کو۔ نعوذ باللہ، فاجر و فاسق بلکہ کافر تک کہہ دیتے ہیں لیکن میرے خیال میں قرآن کریم اور احادیث نبوی کی روشنی میں درج ذیل دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے امیر المومنین یزیدؒ صحیح العقیدہ مسلمان تھے

(۱) من قال لا الٰہ الا اللہ فدخل الجنۃ

(۲) امیر المومنین یزیدؒ نے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جہاد میں حصہ لیا اور بڑے بڑے اجل صحابہ کرامؓ ان کے ماتحت جہاد میں لڑتے رہے اور حدیث

مغفور ہیں امیر کی حیثیت سے شامل تھے:

(۳) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی جو پہلی فوج قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گی اس کے لئے مغفرت ہے۔ (صحیح بخاری)

(۴) بڑے بڑے اجل صحابہ کرامؓ مثل عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن جعفرؓ نے امیرالمومنین یزیدؒ سے خلافت کی بعیت کی تھی۔ اس کے علاوہ یہ فرمان الٰہی بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ "جو کوئی لڑے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وہ مارا جائے یا غالب آئے پس البتہ دیں گے ہم اس کو اجر بہت زیادہ۔" سورۃ نساء آیت ۷۵ اس کے علاوہ سورۃ نساء آیت ۹۵و۹۶ اور سورۃ صف آیت ۴ بھی ملاحظہ فرمادیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ ان دلائل کی روشنی میں امیر یزیدؒ یقیناً جنتی ہیں۔ بہرہ آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ پھر ان فرامین خدا اور رسولؐ کے ہوتے ہوئے امیر موصوف کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ براہ کرم جواب سے جلد مطلع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں، آپ کا بیحد ممنون ہوں گا

والسلام السائل۔ ابو یزید بٹ

اس خط کے جواب میں جن علماء کرام نے راست گوئی حق پرستی اور جرأت سے کام لے کر اپنے عقیدے کا دانشگاف اظہار فرمایا ہے۔ ان جوابات کے مطالعہ سے حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو جائے گی۔ جوابات درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مولوی سید اظہار الحق سہیل شاہ صاحب خطیب جامع و مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ لائل پور۔

آپ نے اس سلسلہ کی تائید میں چار اشعار تحریر فرماتے ہیں جن میں امیر یزیدؒ کی ذات

کی صفات بیان کرتے ہوئے گویا دریا کو کوزے میں بند کر گئے ہیں اور اس طرح بندہ کے پیش کردہ دلائل کی تائید بہت اچھی طرح ادا فرما گئے ہیں۔

اِذَا سَبَّ السَّبَّابُ لِلصَّحَابِیْ ... بِلاَ اَنَّہُمْ فَاسْتَمِعُوْا جَوَابِیْ

اُسَلِّمُ رُوْحَ سَیِّدِنَا یَزِیْدًا ... اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْحَقِّ الصَّوَابِ

اِذَا سَمِعَ الْجَوَابَ یَفِرُّ مِنْہُ ... کَعِفْرِیْتٍ یَفِرُّ مِنَ الشِّہَابِ

فَیَتْرُکُ سَبَّہُمْ وَیَسُبُّ نَفْسِیْ ... فَیَشْتَغِلُ فِی السِّبَابِ عَنِ السِّبَابِ

ترجمہ (۱) جب کوئی تبرائی، صحابیؓ کو منہ بھر بھر کر گالیاں دیتا ہے تو اسکے لئے میرا جواب سن کر

(۲) میں سیدنا یزیدؒ کی روح پر سلام بھیجتا ہوں جو کہ امیر المومنین ہے، اور حق بات یہی ہے۔

(۳) جب وہ (تبرائی) یہ جواب سنتا ہے تو اس طرح بھاگتا ہے جیسے شہاب ثاقب سے شیطان بھاگتا ہے

(۴) پھر وہ (تبرائی) صحابہ کرامؓ کو گالی دینا چھوڑ دیتا ہے اور مجھے گالی دینا شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ ان گالیوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اُن گالیوں سے غافل ہو جاتا ہے۔

(۲) حضرت مولانا مولوی ابوالوحید غلام محمد صاحب، مولوی فاضل، فاضل دارالعلوم دیوبند۔ شہر راجن پور ڈیرہ غازی خاں تحریر فرماتے ہیں۔

محترم برادر ابو یزید بٹ صاحب السلام علیکم مزاج شریف

محترم تاریخ نے ہم پر نہایت ظلم کیا ہے کہ اسلام کے ایک بہترین گروہ کو جو بنو امیہ کے نام سے مشہور ہے، اس کے حسن کردار اور اسلامی جہاد اور قربانیوں کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ یہاں تک کہ آج کا سُنی حضرت یزیدؒ تو ایک طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کمالات سننا بھی پسند نہیں کرتا۔ بے شک جناب کے خیالات صحیح ہیں۔ حضرت یزید علیہ الرحمۃ ایک جلیل القدر مجاہد اسلام ہیں۔ شیعہ گروہ نے

ان کے "مظالم" جو حقیقت میں بالکل جھوٹے ہیں اچھال اچھال کر آپ کو دنیا میں بدنام کر دیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ وہ ضرور جنتی ہیں حدیث بخاری کا یہی مطلب ہے۔ مجھے اپنے والد کے متعلق تو اتنا یقین نہیں کہ وہ ضرور بہشتی ہیں لیکن حضرت یزیدؓ کے متعلق میرا ایمان ہے کہ وہ ضرور جنتی ہیں ورنہ حدیث کا انکار کرنا پڑے گا۔

آپ کا مخلص، ابوالوحید غلام محمد

(۳) حضرت مولانا مولوی حمید الرحمٰن صاحب مدرس شعبہ عربی مدرسہ دارالقرآن ... لاہور۔ بندہ کی کتاب کے مسودہ سے چند اوراق سننے سے بے حد متاثر ہوئے اور مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریراً جواب عنایت فرمایا۔

جناب بٹ صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الکرام

احقر نے جناب کی کتاب کے مسودہ کو اگرچہ مکمل طور پر نہیں سن سکا تھا۔ لیکن چند سطور کے گوش گزار ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ اور اس کی تعریف کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں سوائے اس کے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کی تائید میں کافی اور شافی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی جمیلہ کو منظور و مقبول فرما کر نوبت تک پہنچائے اور آئندہ بھی آپ کو اسلامی خدمت کی توفیق عطا فرمائے (آمین) کیوں کہ ملک و ملت کو آپ جیسے بے لوث خادموں کی اشد ضرورت ہے۔

احقر۔ حمید الرحمٰن

(۴) حضرت مولانا جناب مولوی غلام مرشد صاحب مدظلہ العالی خطیب شاہی مسجد لاہور کا اعلان حق۔

بسم اللہ تعالیٰ

محترمی زادہٗ وعلیکم السلام۔ خداوند تعالےٰ کے بے نظیر محبوب بے نظیر رسولؐ بے مثال تقریب حق پہنچے اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشادات کے ہوتے آپ کا یہ استفسار کہ "ان مندرجہ بالا فرامین کے ہوتے ہوئے تمہارا کیا خیال ہے": بہت بڑی جسارت ہے۔ البتہ خدا کرے میرا اور باقی تمام کے تمام مسلمانوں کا اسی پر خاتمہ ہو کہ آنحضور پرنور صلعم کے تمام ارشادات انمٹ اور ناقابل تردید ہیں۔ ان کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں جو الزامات امیر یزیدؒ پر لگائے جاتے ہیں، وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ یہ سب کچھ سبائی کوفی پروپیگنڈا ہے۔ کیونکہ آنحضور صلعم کی صحبت بابرکت میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے والے صحابہ کرامؓ نے یزیدؒ کی بیعت کر کے اپنا امیر و امام تسلیم کیا اور ہر طرح سے اس کے ساتھ تعاون فرمایا۔ لہٰذا امیر یزیدؒ کی صداقت کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

والسلام غلام مرشد مجالی گیٹ

حضرت مولانا مولوی عبدالجلیل صاحب مدظلہ العالی خطیب منٹگمری

محترم عزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ آپ کو خوش رکھے

میں سفر حج پر گیا ہوا تھا، پرسوں آیا اور آپ کا خط پڑھا۔ حقیقت ہے کہ آپ کے سوال کا جواب خط میں تحریر کرنے سے آپ کی تشفی نہیں ہو سکتی یہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کا سوال ہے۔ آپ کی تسلی کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو آپ کو زبانی گفتگو کرنے سے مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے یا اس سلسلہ کی تصنیف کا مطالعہ کریں۔ علامہ محمود احمد عباسی کی کتاب خلافت معاویہؓ و یزیدؒ ہی آپ کی صحیح رہنمائی کر سکتی ہے۔ عباسی صاحب اس سلسلہ میں وقت کے مجدد ہیں۔ ان کا اسلامی تاریخ پر بڑا احسان ہے۔ اسلامی تاریخ کا سب

سے مظلوم دَور یہی دَور ہے۔ اکثر مورخین اور اصحاب و راویان اس سلسلہ میں ذہنی عقیدت اور دوسری طرف بغض کے جذبات کا شکار رہیں مظلومیت میں امام حسینؓ اور یزیدؒ دونوں یکساں ہیں امام حسینؓ کے متعلق تو ہر کوئی جانتا ہے لیکن یزیدؒ بچارا مظلوم اس وجہ سے کہ دنیا جہان کی جھوٹی اور موضوع روایات اس غریب کو بدنام کرنے کے لئے اور ناکردہ گناہ اس غریب کے سر تھوپے گئے حالانکہ وہ ایک مسلمان بادشاہ تھا۔ اسلامی تاریخ میں یزیدؒ سے پہلے اور اس کے بعد ایسے حاکم گزرے ہیں جن کی برائیوں کے مقابلہ میں یزیدؒ کی طرف جھوٹے واقعات جو منسوب ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یزیدؒ کا صرف یہی قصور ہے کہ اس کے زمانہ میں بغیر اس کے حکم اور اس کی رضامندی کے امام حسینؓ شہید ہوئے۔ جس کا اس نے افسوس کیا اور کرتا رہا اس کے مقابل میں اُس کا جہاد اور اسلامی کارنامے بھی ہیں۔ اُس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ وہ رومی سلطنت مدینہ قیصر قسطنطنیہ کا بہترین غازی او وحملہ آور ہے جس کی مغفرت کی بشارت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ بنی امیہ کا دَور ایک اسلامی تعلیمات اور عقائد اور مفتوحات کے لحاظ سے بہترین دَور ہے جس کے ختم کرنے کے لئے عباسیوں نے ابو مسلم خراسانی مجوسی النسل کے ذریعہ چھ لاکھ آدمی قتل کرائے اور عباسی سلطنت قائم کر کے خود ابو مسلم کے ساتھ دھوکہ کر کے اسے قتل کیا اگر آج ہارون الرشید اور مامون الرشید مہدی، منصور چھ لاکھ آدمی قتل کرا کے امیر المومنین کہلا سکتے ہیں تو یزیدؒ کیوں نہیں کہلا سکتا۔ اس سلسلہ میں آپ کو یقین کرنا چاہئے کہ سنیوں کی اکثریت بھی شیعہ ہے۔ جو دونوں طرف کی غلط روایات سے مرعوب و متاثر ہیں۔

والسلام علیکم۔ عبدالجلیل خطیب منٹگمری

(۶) حضرت مولانا ملک عطا محمد صاحب مدظلہ العالی ۔ منیجر سیل ڈپو گورنمنٹ پریس لاہور و خطیب جامع مسجد گورنمنٹ پریس لاہور ۔

میرے واجب الاحترام بھائی! ۔ ۔ ۔ ۔ وعلیکم السلام ۔ جس مسئلہ کے متعلق آپ نے استفسار کیا ہے، اس کا جواب علمائے دین ہی کو زیبا دیتا ہے۔ بندہ ر جیسے ہیچمدان اور مبتدی سے استفسار بندہ کو آزمائش میں ڈالنا ہے۔ تاہم چونکہ آپ نے اس مسئلہ کے متعلق روشنی ڈالنے کے لئے تحریر کیا ہے۔ چند ایک باتیں احاطہ تحریر میں لاکر فیصلہ آپ پر چھوڑ دوں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ مسئلہ در اصل ایک تاریخی واقعہ ہے لیکن بدقسمتی سے عجمیوں نے اس کو مذہبی رنگ دے دیا ہے۔ اور مسلمانوں نے اس کو اعتقاد میں داخل کر لیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جو چیز اعتقاد میں داخل ہو جائے اور مذہب کا جزو بن جائے خواہ وہ کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو۔ اس کے خلاف آواز خواہ کتنی ہی حقیقت پر مبنی ہو مخالف کو سننے اور برداشت کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ اور اس کے خلاف آواز اٹھانا بڑے دل گردہ کا کام ہے۔ خاص کر جب وہ عوام کا اعتقادی مسئلہ بن جائے تو اور بھی مشکل بن جاتا ہے۔ ابتداء میں شاید شیعہ حضرات کا اعتقادی مسئلہ ہو جو خالصۃً عجمی ہے۔ جس کو عرب کے مسلمانوں نے نہ اعتقادی مسئلہ بنایا ہو اور نہ عجمی تاثرات کو جو بالکل غیر اسلامی ہیں، ان کو قبول کیا ہے لیکن دیگر ممالک کے مسلمانوں نے غیر شعوری طور پر اس کو اعتقاد میں داخلہ دے دیا ہے۔

اب ان حالات میں تاریخ کا ایک طالب علم نہ تاریخ پیش کر سکتا ہے اور نہ تاریخ سے ہٹ کر عوام کے سامنے آسکتا ہے۔ گویا اہل سنت والجماعت نے بھی اس کو معاف بلکہ معتقدات میں شامل کر لیا ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ کس مسلمان کو یہ یارا ہے کہ

ایک کھلی حقیقت پیش کر سکے۔ اور پھر اسے گوارہ بھی کیا جا سکے گا اب چند ایک باتیں جن کا اوپر وعدہ کر چکا ہوں ملاحظہ ہوں۔

(۱) امام حسینؓ اور یزیدؒ کے مابین مذہبی اور دینی نزاع تھی کہ یزیدؒ کو کافر کہا جاتے یزیدؒ مسلمان سلطان تھا۔ حسینؓ نے بیعت نہ کی اور متوازی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی، جن کوفیوں کے بل بوتے پر خلافت حسینؓ کی کوشش ہوتی تھی وہ در حقیقت نہ حسینؓ کے بہی خواہ تھے اور نہ یزیدؒ سے انہیں لگاؤ تھا۔ وہ اسلام دشمن تھے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں نمودار ہوتے۔ جب انہوں نے صدق دل سے اسلام ہی قبول نہ کیا تھا۔ بلکہ اسلام اور مسلمانان عرب کے خلاف ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت اپنا انتقام لینے کے لئے اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ اب حسینؓ ہو یا یزیدؒ وہ لوگ ان کے برابر کے دشمن تھے۔ یہ بھی ایک سکیم تھی کہ عرب کو عرب سے لڑا کر انتقام کی آگ بجھائی جائے جس میں وہ کامیاب ہوتے۔ حسینؓ کو بہ لفعا۔ شہید کیا اور یزیدؒ کو ذمہ دار گردانا اور خود محبانِ اہل بیت بن بیٹھے۔ حسینؓ کو دعوتِ خلافت دی، بیعت کی اور جب آپ کوفہ پہنچے تو آپ سے بے وفائی کی۔ غدار ہوتے، بیعت توڑ دی اور شہید کر کے سیاہ لباس پہنا، رونا اور پیٹنا شروع کر دیا اور جماعت توابین بنائی اور حسینؓ کے انتقام لینے کا ڈھونگ رچایا۔ اور شیعانِ حیدرؓ۔ اور محبان حسینؓ ہیں۔ (ان کو کافر کیوں نہیں کہا جاتا)

(۲) حسینؓ نے اپنی زندگی میں کسی وقت نہ یزیدؒ کو فاسق و فاجر اور نہ کافر کہا ہے۔ اگر یزیدؒ ایسا ہی تھا تو حسینؓ نے مکہ میں یا کم از کم کوفہ ایسا اعلان کیا ہوتا۔ ایسا نہیں ہوا۔

(۳) صحابہ رسول اللہ جنہوں نے حضورؐ سے صحبت پائی۔ حضور سے دین کا فیض

پایا۔ حضورؐ کے ساتھ ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کئے، جن سے ہم مسلمان دین کی سند لیتے ہیں۔ انہوں نے شہادت حسینؓ سے پہلے اور نہ شہادت حسینؓ کے بعد یزیدؒ کو کافر کہا بلکہ بیعت کی اور یہی صحابہؓ تھے جنہوں نے حسینؓ کو کوفہ کی روانگی پر نہ فقط منع کیا بلکہ اصرار بھی کیا۔ اس وقت بھی یزیدؒ کا کردار سامنے تھا۔

(۴) کوفہ پہنچ کر جب کوفیوں کی غداری کا علم امام حسینؓ کو ہوا تو بدلے ہوئے حالات میں آپ نے تین شرائط پیش کیں۔ مکہ کو واپسی۔ کسی سرحد پر جانا۔ یزیدؒ کے پاس جانا۔ اب اس آخری شرط میں آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر دیکھا جائے تو یزیدؒ کافر معلوم ہوتا ہے یا حسینؓ کے نزدیک ایک دیندار بھائی۔ کیا حسینؓ نے کافر سمجھ کر یزیدؒ کے پاس جانے کی درخواست کی تھی؟ یا یہی خواہ اسلامی اور نسبتی بھائی سمجھ کر؟

(۵) شہادت حسینؓ کے بعد آپ کے صاحبزادے زین العابدین جو واقعہ فاجعہ کربلا میں موجود تھے، یزیدؒ کو کافر کہا ہے؟ آپ کی عمر اس وقت ۲۳ سال تھی آپ ہی سے "سادات" کی نسل چلی ہے۔ شیعہ حضرات آپ کو امام معصوم مانتے ہیں۔ اگر آپ نے یزیدؒ کو کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے تو ہم بھی یزیدؒ کو کافر کہیں گے۔ اور اگر نہیں کہا اور یقیناً نہیں کہا بلکہ بیعت کی۔ ساری زندگی یزیدؒ سے مواصلات رہے۔ وظیفہ لیا۔ اور عبداللہ بن زبیرؓ، مختار ثقفی کذاب کا ساتھ نہ دیا جس نے شہادت حسینؓ کا انتقام لینے کا ڈھونگ رچایا اور علی بن حسینؓ (زین العابدین) کو دعوت بھی دی۔

(۶) حضرت زینب دختر حیدر کرارؓ، امام حسینؓ کی ہمشیرہ جو کربلا میں حسینؓ بھائی کے ساتھ تھی اور کربلا کے لٹے قافلے کی سالار تھی۔ دشمن اسلام کوفیوں کے تمام کارہائے نمایاں دیکھ چکی تھیں۔ یزیدؒ کے ہاں موجود تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی یزیدؒ کو کافر کہا ہے؟

اگر نہیں کہا، اور یقیناً نہیں کہا تو آج تیرہ سو سال کے بعد کسی مسلمان کو یزیدؒ کو کافر کہنے کا کیا حق ہے اور وہ کیوں تجاوز کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت زینب نے آخری زندگی دمشق میں گزاری۔ اور وہیں آپ کا مدفن ہے۔

(۷) عباس علمبردار جو کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کے لڑکے کا نام معاویہ اور پوتے کا نام یزید تھا۔ کیا بیٹے اور پوتے کا نام اپنے دشمنوں کے نام پر تھا اور بالخصوص پوتے کا نام کافر کے نام پر رکھا۔ پوتا تو کربلا کے واقعہ کے بعد ہوا ہوگا۔

(۸) کیا یزیدؒ نے کسی ہاشمی عورت کو کنیز بنایا ہے بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جب حسینؓ کے پس ماندگان یزیدؒ کے محل میں داخل ہوئے تو ان کی معیت میں ایک ماتم بپا ہوا۔ یزیدؒ ان کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ اور انہیں اختیار دیا کہ چاہیں تو زندگی بھر اس کے ساتھ رہیں اور اگر چاہیں تو مدینہ لوٹ جائیں۔ انہوں نے آخری صورت اختیار کی اور یزیدؒ نے پورے عزت واحترام اور مروّت سے واپس مدینہ پہنچا دیا۔ اور ہمیشہ وظائف بھیجے جاتے رہے۔ کیا حضرت سکینہ اور حضرت فاطمہ دختران حسینؓ نے کبھی یزیدؒ کو کافر کہا؟

(۹) پھر صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ سب سے پہلے قسطنطنیہ پہ جو فوج لڑے گی اس کی بخشش ہو گی۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے اس فوج کا سپہ سالار یزیدؒ ہی تھا جس فوج کی بخشش کی خوش خبری اس مخبر صادق نے دی ہو۔ اس کے سپہ سالار کو کافر کہا جا سکتا ہے؟

(۱۰) میرے بھائی بٹ صاحب! آپ تو یزیدؒ کے متعلق پوچھ رہے ہیں بعض من چلے مسلمان جو اسلام کی الف، بے سے نابلد ہیں کسی کی تقلید میں تمام بنی امیہ کو کافر اور ان پر لعنت کا وظیفہ بھیج رہے ہیں۔ نہ عثمانؓ کا پاس ہے۔ نہ ابوالعاص بن ربیعہ کا لحاظ ہے

نہ معاویہ جن کو علیؓ نے بھی مومن بھائی کہا ہے، کا لحاظ اور نہ عمر بن عبدالعزیزؒ ہی کا پاس ہے حالانکہ اسلام کی نشر و اشاعت میں کامیہ خاندان کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ یہ عجمیوں کا زہریلا پروپیگنڈہ تھا جس کو اپنی کم فہمی سے مسلمانوں نے قبول کر لیا ہے۔

(۱۱) حجۃ الاسلام کا فتویٰ یزیدؒ کے متعلق۔ ترجمہ:- یزیدؒ صحیح الاسلام تھا۔ اور یہ صحیح نہیں کہ اس نے حسینؓ کو قتل کرایا، یا اس کا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا۔ پس جب جب کہ یہ قتل اس سے (یزیدؒ) سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ تو پھر اس کے ساتھ ایسی بدگمانی حرام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بدگمانی سے بچتے رہو۔ اس لئے کہ بدگمانی سخت گناہ ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلم کا مال اس کی جان کو نقصان پہنچانے اس کی آبرو ریزی اور اس کے ساتھ بدگمانی کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزیدؒ نے قتل حسینؓ کا حکم دیا اس پر رضامندی کا اظہار کیا تو جاننا چاہیے کہ وہ پہلے درجے کا احمق ہے

نوٹ:- اب انہی دلائل پر ختم کرتا ہوں پہلے بھی کافی طویل ہو گیا ہے۔ السلام علیکم

احقر العباد - عطاء

(۷) حضرت مولانا مولوی ظہیر الدین صاحب نقشبندی مدظلہ العالی چک نمبر ۱۵۱ گ ب ضلع لائل پور۔

مکرمی محترمی جناب بٹ صاحب زید مجدہٗ و علیکم السلام و رحمۃ و برکاتہٗ

مزاج اقدس۔ آپ کا لفافہ ملا پڑھ کر حالات سے آگاہی ہوئی آپ نے یزیدؒ کے متعلق دریافت کیا ہے کہ وہ کیسے شخص تھے۔ ان کے بارے میں ہمیں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ ان کے متعلق عرض ہے کہ جس نتیجے پر میں پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ لوگوں کی

سنی سنائی باتوں پہ بالکل کان نہیں دھرنا چاہیے۔ عام لوگوں نے اور بہت پڑھے لکھے
لوگوں نے بھی یہ بات دل میں بٹھا رکھی ہے کہ یزیدؒ جیسا بدتر اور کافر شخص دنیا کے اندر کوئی
پیدا نہیں ہوگا حالانکہ اس بچارے کا اس معاملے (یعنی قتل حسینؓ) میں کوئی دخل ہی نہیں ہے۔
اس کو علم تک نہیں کہ تھا حسن حضرت حسینؓ کے ساتھ ہو رہا ہے نہ تو یزیدؒ نے حضرت امام
حسینؓ کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور نہ ہی بعد میں اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا بلکہ یہ واقعات
رونما ہو جانے کے بعد بہت غیظ و غضب سے پیش آیا اور حصہ لینے والوں کو بہت
سرزنش کی، اور اہل بیت سے بہت حسنِ سلوک سے پیش آیا اور ان کی بہت دلجوئی اور
خاطر و مدارات کی اور ان سے بہت رحیمانہ اور کریمانہ سلوک کیا۔ اہل بیت کے وظائف
مقرر کر دیئے۔ بتلا دیجئے بھلا کوئی اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرتا ہے اگر یزیدؒ
کو حضرت امام حسینؓ سے دشمنی ہوتی تو ان کے اہل و عیال کو بھی تہ تیغ کر ڈالتا۔ بے شک
یزیدؒ خلیفہ برحق تھے اور جو لوگ انہیں فاسق و فاجر کہتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی شرعی دلیل
نہیں شریعت مطہرہ میں الزام ثابت کرنے کے لئے چار گواہ رکھے گئے ہیں اندریں حالات
یہ سب شیعی پروپیگنڈا ہے۔ رافضی تو تمام اصحابؓ کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ رافضی ٹولے کی باتوں
سے متاثر ہو کر اور بے علمی کی بنا پر سنی لوگ بھی بہک گئے ہیں۔ حضرت یزیدؒ کی خلافت
پر اجماع امت ہو چکا تھا فتح الباری مطبوعہ انصاری دہلی ص ۴۲ جلد ۲۔ حضرت عبداللہ بن
عمرؓ اس مدت میں حضرت ابن زبیرؓ یا عبدالملک سے بیعت کرنے میں رکے رہے جیسا کہ
وہ حضرت علیؓ یا حضرت معاویہؓ سے بیعت کرنے میں رکے رہے پھر جس وقت امام حسنؓ
اور حضرت معاویہؓ کی صلح ہو گئی تو انہوں نے حضرت معاویہؓ سے بیعت کر لی اور اس پہ لوگوں کا
اجماع ہو گیا۔ اور حضرت معاویہؓ اور حضرت یزیدؒ کے بارے میں سرکار دو عالم کی مغفرت

کی بشارت بھی موجود ہے اور جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے یہ سب کچھ عدم واقفیت کی بنا پر ہو رہا ہے۔ اور بہت سے مولوی کا اس معصیت اور مصیبت میں گرفتار ہیں خود تو تحقیق کرتے نہیں اور عوام الناس کی سنی سنائی باتوں پہ ایمان لے آتے ہیں۔ اور عوام الناس کو خوش کرنے کے واسطے اسٹیجوں پر چڑھ کر حضرت یزیدؒ کو برا بھلا کہہ دیتے ہیں اب وہ وعظ، وعظ ہی نہیں ہے جس میں حضرت یزیدؒ لعن تشنیع کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ خود میرا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا جو عوام الناس کا۔ لیکن کتابوں کا مطالعہ کیا تو آنکھیں کھلیں کہ ادھر دنیا کدھر سے کدھر جا رہی ہے۔ حضرت امام حسینؓ کے بارے میں حضرت یزیدؒ کا ذرہ بھر قصور نہیں ہے۔ ان کا دامن اس سے بالکل پاک صاف ہے۔ لوگوں نے حضرت امام حسینؓ کو غلطی سے مبرا و منزہ سمجھ رکھا ہے۔ حضرت امام حسینؓ کوفے کے رافضیوں کے دھوکے میں آ گئے اور انہیں تقدیر کھینچ کر میدان کربلا میں لے گئی اور جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اور آپ لقمہ اجل ہو گئے۔ یہ کوئی مذہبی جھگڑا نہ تھا اور نہ ہی کوئی حق و باطل کا مقابلہ تھا اور نہ ہی کفر و اسلام کی ٹکر تھی جب کربلا میں امامؓ اور ابن سعد کی فوج کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت حسینؓ نے ان کے آگے تین شرطیں پیش کیں اور کہا کہ میں لڑنے کے لئے نہیں آیا۔

(۱) یا تو مجھے اسلامی سرحد پر جانے دو یا مجھے یزیدؒ کے پاس جانے دو۔ یا جہاں سے میں آیا ہوں، واپس اس جگہ جانے دو۔ عمر بن سعد تو مان گیا مگر عبید اللہ بن زیاد نے کہا حضرت امام حسینؓ اور ان کے تمام رفقاء اپنے ہتھیار ہمیں دیدیں تو پھر ہم حضرت یزیدؒ کے پاس لے چلیں گے اور حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا کہ ہم یہ ذلت گوارہ نہیں کر سکتے ہتھیاروں سمیت یزیدؒ کے پاس چلیں گے۔ انہوں نے کہا ایسا نہیں ہوگا۔ نتیجے اس بنا پہ ایک جھڑپ ہوئی پھر جو کچھ ہونا تھا چند منٹوں میں ہو گیا۔ اب حضرت یزیدؒ پر لعن طعن کے تیر برسانا کہاں

کا ایمان داری اور عقل مندی کا ہے۔ اگر کسی کے دماغ میں عقل و فکر کا مادہ ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ بات کیا تھی۔ اور لوگوں نے کس طرح من گھڑت قصے گھڑ لئے۔

احقر ظہیر الدین عفی عنہ

چک نمبر ۳۱۵، گ۔ب ضلع لائل پور

(۸) حضرت مولانا مولوی عبد الحیٔ صاحب۔ مولوی فاضل دار العلوم دیوبند خاص شہر جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان، بندہ کے مراسلہ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

محترم المقام برادرم ایڈیٹ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف، یاد آوری اور تفصیلی تحریر کا مشکور ہوں۔ رہا قرنِ اول کے ہمارے محسن مسلمان تو ان کی خوبی کس کو یاد ہے۔ قدرت کا یہ ضابطہ ہے کہ ذی عزت اور ذی شان کی مخالفت شروع ہی سے طاغوتی طاقتیں کرتی رہی ہیں۔ جب ہی آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ ابلیس نے پوری قوت سے مخالفت کی اگرچہ ملائکہ باز آ گئے۔ اور پھر ہر نبی کے وقت اس کا دشمن اس شان سے ظاہر ہوا کہ دنیاوی حشمت اس کے ساتھ تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے حالات کی طرف توجہ فرمائیں کہ فرعون، ہامان، قارون اور سامری جیسے غدار ان سے بیک وقت مقابلہ ہے اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت سرکشانِ قریش نے مقابلہ کیا۔ وہ بحیثیت محمد بن عبد اللہ کا مقابلہ نہ تھا۔ بلکہ بحیثیت محمد رسول اللہ صلعم کے مقابلہ تھا۔ اور رسالت کی تکمیل اور ترویج صحابہؓ ہی سے ہوئی۔ اس لئے جہاں مقابلہ سرکارِ دو عالم سے تھا وہاں مقابلہ صحابہ کرامؓ سے بھی کیا گیا۔ قرآن کریم کا دوسرا رکوع ان لوگوں کے بیان میں ہے۔ پھر جب مدینہ کے دوسرے سال سرکارِ دو عالم کو اللہ تعالیٰ نے حکومت اور امارت سے سرفراز فرمایا، تو تکمیل حکومت خاندان بنی امیہ سے ہوئی آنحضور

صلعم کی وفات کے وقت اکثر گورنریوں پر بنی امیہ ہی قائم المکرام تھے۔ اسی خاندان کی قوت فیصلہ، قوتِ جنگ اور شہسواری و لیڈری تمام عرب میں مسلمہ تھی۔ جو لوگ اسلام کی شوکت کے مخالف تھے؛ انہیں ان ہی کی تلوار نے نیچا دکھا کر قوت اور شوکتِ اسلام کو تسلیم کرا دیا تھا۔ یہ منافق یہودی۔ ابن سبائی سب جل کر راکھ ہو گئے۔ سرمایا سیدنا عثمانؓ کا تھا جس سے اسلام نے ترقی کی۔ اور تلوار خالدؓ۔ یزیدؓ بن ابو سفیانؓ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ وغیرہ کی تھی مکہ کی سرزمین میں اسید بن حضیر (اموی) گورنر نے امن قائم کرنے کے بعد انہیں سیدھا کر دیا نجران جیسے مرکزِ عیسائیت میں ابی سفیانؓ کے تدبر اور حشمت نے انہیں کمزور کر کے رکھ دیا تھا۔ پھر بحری جنگ کے اسلوب کے اولین موجد حضرت معاویہؓ اور قسطنطنیہ کا پہلا جرنیل امیر یزیدؒ ہی ہے۔ پھر یزیدؒ کے عہد میں چشمہ (ماء الفرس) عقبہؓ کے گھوڑے سے ظاہر نہیں ہوا۔ بلخ بخارا وغیرہ علاقے کی متحدہ کفار کی فوجوں کو شکست اور چھ کروڑ مال غنیمت یزیدؒ کے عہد میں نہیں آیا۔ لہٰذا آج جن اسلامی فتوحات اور رقبہ جات پر فخر کیا جاتا ہے۔ انہیں ناپا جائے تو ان میں سے اکثر بنی امیہ کا مفتوحہ علاقہ ہے۔ اور بنی امیہ کا دور ہی فاتحانہ اور کامیاب دور ہے۔ اسلامی تحقیق سے محبت اور اس زمانہ فتنہ میں قوتِ مقابلہ آپ کی ایمانی قوت پر دلالت کرتا ہے اور آپ کے مرسلہ دلائل بالکل صحیح ہیں۔ سبائی پروپیگنڈا درحقیقت اسلام کی روح کے خلاف ہے اور اینٹی اسلام تحریک ہے۔

والسلام۔ مخلص محمد عبد الحق

حضرت مولانا مولوی عبدالحمید صاحب خطیب جامع اہلحدیث شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محترم المقام ابویزید بٹ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مکتوب گرامی موصول ہوا یاد آوری کا تہ دل سے شکریہ! آپ نے ایک ایسا مسئلہ موضوع بحث بنایا ہے، جس کا صحیح حل اور اس کی اشاعت فی زمانہ بڑی جرأت ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی صبر آزما کھاٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق آپ کے شامل حال ہو کہ آپ تاریخ اسلام کے انتہائی قابل رحم، عظیم مظلوم کے ساتھ کم از کم ہمدردی کا سامان فراہم کر سکیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام سے پہلے عرب قوم کے قبیلوں میں قریش خاندان کو تمام عرب میں عزت و بزرگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم قریش کے دو مشہور قبیلے تھے، دونوں میں مذہب کی سربراہی اور چودھراہٹ کے لئے کشمکش چلی آ رہی تھی باوجودیکہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریبان رہتے لیکن مذہب کے بارے میں ایک تھے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت پر آپ کے چچا ابوجہل و ابولہب اور سیدنا عباسؓ ہاشمی اور سیدنا ابوسفیانؓ اموی نبوت کا مقابلہ کرنے میں ایک جان تھے ابوجہل، ابولہب تو فتح مکہ سے پہلے ہی ہلاک ہو چکے تھے اور حضرت ابی طالب گو حضورؐ کے طرفدار تھے لیکن وہ بھی حضورؐ پر ایمان لائے بغیر فوت ہو چکے تھے اور سانحے صاحب زادے سیدنا طالب سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی بھی اسلام کے مقابلے میں ہلاک ہو چکے تھے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت عباسؓ اور حضرت ابی سفیان ایمان لا کر اسلام میں داخل ہوئے تو آنحضور صلعم نے حکومت کے بارے میں ہاشمیوں کو تو عدم مہارت کی بنا پر انتظامی امور میں نظر انداز کر دیا۔ اور تکمیل حکومت حکومت بنی امیہ سے کی جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے نجران جیسے مرکزی علاقہ میں حضرت ابوسفیانؓ کو گورنر بنایا۔ اور مکہ میں حضرت اسید بن حضیرؓ اموی کو امیر و امام بنایا۔ کیونکہ اس خاندان کی قوت فیصلہ، قوت

جنگ، شہسواری کا ولیڈری تمام عرب قوم میں مسلم تھی۔ آنحضور صلعم کی وفات کے بعد اکثر گورنری عہدوں پر امی کا بزرگ ہی مقرر رہتے۔ جو لوگ اسلام کے مخالف تھے ان ہی کی تلوار نے انہیں نیچا دکھا کر شوکت و عظمت اسلام کو تسلیم کرایا۔ سمر یہ حضرت عثمانؓ کا تھا اور تلوار حضرت خالدؓ، حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ و امیر معاویہؓ وغیرہ کی تھی۔ جس سے اسلام نے ترقی کی منزلیں طے کیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے بنی امیہ کی خدمات کے پیش نظر اور آنحضور صلعم کے طریقے کے مطابق اسلامی حکومت کے عہدے ان ہی کے سپرد کئے۔ بنی امیہ کی جاں نثاری سے اسلام ہر قدم پر ترقی کرتا چلا گیا۔ جسے دیکھ کر یہودی سبائی منافق جل کر راکھ ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنا اسلام دشمنی سے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اسلام کے اس خادم خاندان بنی امیہ کو اسقدر بدنام کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا کہ آج اس خاندان کو اسلامی تاریخ سے ناواقف لوگ غلط طور پر اسلام کا دشمن خیال کرتے ہیں۔ اور اس خاندان کے بقول سیدنا عبداللہ بن عباسؓ "صالح انسان" اور بقول غیر جانبدار مؤرخ پروفیسر فلپ کے ہٹی۔ "اسلام میں یزید بن معاویہؓ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے عربوں کے دل جیت کر بہادر ترین عرب کا خطاب حاصل کیا"۔ (ص ۲۸۰ تاریخ عرب انگریزی طبع لندن)

اس بہادر اور صالح انسان امیر یزیدؒ کے بارے میں تو دنیا کو یہاں تک غلط راہ پر ڈال دیا گیا ہے کہ آج اسلام کے اس سپوت کا نام لینا بھی بڑی جرأت اور صبر آزمائی کا کام ہے۔

(۱) تیری دانست میں دنیا اسلام کے اس "بہادر ترین عرب" امیر یزیدؒ کا کردار بہت بلند تھا یعنی پابند شریعت اصوم و صلوٰۃ میں گہرا محتاط، علم کا شیدائی، نیکی کا خوگر، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منہ بولتی تصویر تھا۔ کیا قال محمد بن علی بن ابی طالب۔۔ فرأیتہ

مواظباً علی الصلوٰۃ متحریا للخیر السا ل عن الفقہ ملازماً للسنۃ

(۲) کتب تاریخ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر یزیدؒ کے لئے بیعت خلافت کی تحریک ان نیک دل بزرگ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کی جنہوں نے حق و باطل کے معرکوں میں ہمیشہ

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۳ جلد ۸)

حق کی شہادت اپنے خون سے دی پھر اسلامی مملکت کا فرمانروا تسلیم کیا اور اس کا ہر مشکل مقام پر ساتھ دیا۔ (۳) اور یہ بھی تسلیم شدہ بات ہے کہ یزیدؒ صحابہؓ کی موجودگی میں امیر حج مقرر ہوتے۔ پھر اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت حسینؓ کی بھتیجی ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر اور حضرت فاروقِ اعظمؓ کی پوتی امیر یزیدؒ کے حبالہ عقد میں تھی۔

(۴) قسطنطنیہ ایسے اہم جہاد جس کی اہمیت و عظمت پر حدیث رسول صلعم ناطق ہے اور جس کی شمولیت پر غفران الہیٰ کا مژدہ بھی نوازش ہوئی۔ اس جہاد میں پیر مرد ہی نواسی سالہ بوڑھے مجاہد ابو ایوب انصاریؓ اور ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن جعفرؓ، ابن زبیرؓ، اور حسینؓ بن علیؓ کو میدانِ جہاد میں کھینچ لایا تھا۔ ان بزرگوں کی موجودگی میں یزیدؒ کو اس مہم کا کمانڈر بنایا گیا، ان بزرگوں نے یزیدؒ کی قیادت کو بطیب خاطر قبول فرمایا، اور اس فوج میں امیر یزیدؒ کی سپاہیانہ زندگی کو ان بزرگوں نے فخریہ طور پر محسوس کیا۔ اور یہ عظیم بزرگ یزیدؒ کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے رہے۔

(۵) یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ امیر یزیدؒ کا دورِ خلافت ان پاکیزہ و بابرکت زمانوں میں سے ہے جن کی خیریت و عظمت کی تعیین خود آنحضور صلعم نے بایں الفاظ فرمادی۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم الخ۔

(۶) اس حقیقت سے بھی انکار ناممکن ہے کہ صحابہ کرامؓ معیارِ حق تھے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت حسینؓ کے موقف کی تائید نہیں کی، اگر وہ حسینؓ کے خروج کو صحیح سمجھتے تو لازماً شریک ہوتے بلکہ انہوں نے بجائے شرکت کے امیر یزیدؒ کی مخالفت سے باز رکھنے میں امکان کی حد تک نمایاں کردار ادا کیا، جیسا کہ کتب تاریخ میں صراحت سے منقول ہے۔

(۷) ان واضح شہادتوں کے بعد یزیدؒ کو ظالم و فاسق وہی باور کر سکتا ہے جس نے عقل و دانش کو جواب دے رکھا ہو۔ اور انصاف، دیانت و اعتدال پسندی کا دشمن ہو اور صحابۂ رسول صلعم کو غیر منصف راہ حق سے ہٹے ہوئے سمجھتا ہو، اور یہ نسبانی مسلک ہے۔

(۸) عموماً بغیر سوچے سمجھے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ امیر یزیدؒ نے حضرت حسینؓ کو ظالمانہ

طریقہ سے قتل کرا دیا۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یزیدؒ نے مسلمانوں کی خیر خواہی کیلئے محتاط اقدام کیا، انہوں نے تو سلطنت اسلامی اور مسلمان قوم کو پارہ پارہ ہونے سے بچا کر مسلمانوں پر رفیع الشان، عدیم النظیر احسان کیا اور یار لوگوں نے اسے ظلم سے تعبیر کر لیا۔

(۹) اصل میں حضرت حسینؓ سبائی تحریک کے خونخوار درندوں یا ایرانی تحریک کے علمبرداران فتنہ و فساد سبائی کوفیوں کی سازش میں اپنے بھولے پن کی بناء پر پھنس گئے تھے۔ اس کا جب انہیں علم ہوا تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع فرما لیا۔ جیسا کہ تمام کتب تواریخ متفق ہیں کہ حضرت حسینؓ نے یہ تین شرطیں پیش کیں۔ (۱) یہ کہ مجھے واپس جانے دیا جائے یا جہاد پر بھیج دیا جائے یا مجھے یزیدؒ کے پاس جانے دیا جائے تاکہ میں اپنے بھائی حسنؓ کی طرح جس طرح انہوں نے حضرت معاویہؓ سے فیصلہ کر لیا تھا، میں بھی یزیدؒ سے فیصلہ کر لوں۔ لیکن سبائیوں نے حالات خراب کر دیئے تھے۔ ان سبائیوں نے جو حضرت حسینؓ کے ساتھ رفیق سفر تھے، جب یہ دیکھا کہ عبید اللہ بن زیاد پیش کردہ شرائط کو تسلیم کر چکا ہے، اب سبائیوں کی خیر نہیں ہے تو انہوں نے اچانک عمر بن سعد کی فوج پر حملہ کر دیا لہذا جنگ ہوئی اور حسینؓ جاں بحق ہوئے اگر یہ جرم سبائیوں کے علاوہ امیر یزیدؒ کی غلطی کا نتیجہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ اور خاص طور پر آپ کے سگے بھائی اور بیٹے سیدنا زین العابدینؒ یقیناً کبھی بھی یزیدؒ کو معاف نہ کرتے۔ لیکن صحابہ کرامؓ اور خاندان علیؓ بلکہ اس وقت کے تمام مسلمان معہ کوفیوں کے امیر یزیدؒ کو قتل حسینؓ سے مبرا اور پاک سمجھتے تھے جس کا ثبوت ان بزرگ ترین ہستیوں کا عمل اور کوفیوں کی گواہی جماعت سے واضح طور پر ملتا ہے۔ تاہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اول جیش من امتی **یغزون مدینۃ القیصر مغفور لھم** (بخاری) کے مطابق امیر یزیدؒ بلاشک جنتی ہیں اور جنتی پر حرف گیری جنتی نہیں بلکہ دوزخی ہی کر سکتا ہے۔

(۱۰) یہ حقیقت ہے کہ امیر یزیدؒ نے جماعت المسلمین اور سلطنت کی شیرازہ بندی اور مسلمہ اصول از روئے اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منهما (مسلم شریف عن ابی سعید) کے مطابق جو کچھ کیا وہ اس میں حق بجانب تھے۔

عبدالحمید خطیب شیخوپورہ

(۹) حضرت مولانا مولوی عبدالغنی صاحب شیدا مدظلہ العالی خطیب چونیاں ضلع لاہور

قدر مد مکرم جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم کسی کی وجہ سے وہ باتیں نہیں چھوڑتے اور صراط مستقیم سے کنارہ کش نہیں ہو سکتے۔ اور
ہم ایسے مذہب کے نہیں کہ نصاریٰ کی طرح غلو کریں۔ ہم متوسط امت ہیں۔ اور ہمارا
مذہب ہی یہ تھا کہ حد سے نہ گذریں، بلکہ اعتدال پر رہیں۔ ہم اہل سنت ہیں تقیہ کرنا ہمارا
شیوہ نہیں۔ اور ہم اپنی بابت خفیہ اور اعلانیہ ایک ہی کر سکتے ہیں۔ کسی سے مرعوب ہو کر
خلاف کلام نہیں کر سکتے جو بزدلوں کا شیوہ ہے۔

اکثر علماء وعظام کا آجکل موضوع یہی ہے کہ یزیدؒ بن معاویہؓ پر لعنت کہنی جائز ہے
یا ناجائز لو کانوا یعلمون (کاش کہ وہ جانتے) آخر اس مسئلہ سے حرکات
کیا ہیں۔ جہاں کو شیعہ بنایا جا رہا ہے۔ آخر انبیاء کرامؑ کے قاتل بھی اس دنیا میں گذرے
ہیں۔ اور پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص محبوب سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنیؓ
سیدنا علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قاتلوں کا ذکر بھی کبھی سننے میں نہیں آیا۔ دراصل
اس واقعہ کو شہرت دینے والوں کی مثال یہ ہے کہ برادران یوسفؑ اپنے باپ کے
پاس روتے ہوئے آئے۔ خود ہی کنوئیں میں ڈال آئے اور خود ہی رو رہے ہیں ہم اس
کا مشاہدہ ہر سال کر سکتے ہیں۔ حقیقت ہے کہ یہ ایک سازش ہے جو انگریز کا اپنا
کام کر رہا ہے۔ امیر یزیدؒ کو برا کہنا صرف اس لئے ہے کہ آپ سیدنا معاویہؓ کے
فرزند ہیں۔ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں۔ کلام مجید میں جن کا شہرہ ہو رہا
ہے۔ ہم صرف علماء کرام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کیا مردوں کے برا کہنے
کی ممانعت جو آپ لوگوں کے لئے آنحضور صلعم نے ارشاد فرمائی تھی وہ بھول گئے ہو
اے علماء کرام آپ یزیدؒ کو برا کہہ کر آنحضور صلعم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اور جن صحابہ

کرام نے امیر یزیدؓ کی بیعت کی تھی ان کے خلاف چل رہے ہیں۔ قرآن کریم کی سورۃ
حجرات میں ہے کہ "مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا" اور آنحضور صلعم کا ارشاد گرامی
ہے کہ "تم اپنے مسلمان بھائی کی عزت کرو" یہ اکرام حیات اور موت کے بعد
تک ہے۔ ہم علمائے کرام سے دریافت کر سکتے ہیں کہ اس شخص کو کیوں برا کہا جاتا
ہے جس کو حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ نے مومن تسلیم کیا ہے "اور یزیدؓ کا اسلام
ہے اور یہ بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا کہ اس نے حضرت حسینؓ کو قتل کرایا۔ اور نہ یہ درست ہے کہ
اس نے قتل کا حکم دیا۔ اور نہ ہی وہ اس پر راضی تھے۔ . . اور جو شخص یہ گمان کرے
کہ یزیدؓ نے (حضرت) حسینؓ کے قتل کا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا۔ تو جاننا چاہیے
کہ ایسا شخص اول درجے کی حماقت پر ہے . . . اور یزیدؓ کے لئے دعائے
رحمت طلب کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ بلکہ وہ ہماری ہر دعا میں جو ہر نماز
میں پڑھی جاتی ہے اس میں داخل ہے۔ اس لئے کہ وہ بلاشبہ مومن تھا۔"

(وفیات الاعیان ابن خلکان ص ۴۶۵ جلد ۱ طبع مصر)

سب سے بڑھ کر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے لئے مغفرت کی بشارت
ارشاد فرمائی ہو تو کیوں اس کو برا کہا جا رہا ہے۔ "میری امت کا پہلا لشکر جو
قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا ان کے لئے مغفرت ہے" (بخاری پارہ ۱۲ باب جہاد
حضرت امام ابن تیمیہؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔ کہ پہلی اسلامی فوج جس
نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا اس کے سردار یزیدؓ تھے۔ اور لفظ فوج ایک
معین تعداد ہے۔ مطلق نہیں۔ اور اس فوج کے ہر شخص کا مغفرت میں شامل ہونا
قوی تر ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یزیدؓ نے اس بشارت مغفرت کا وجہ

نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔ (ص ۲۵۲ جلد ۲ منہاج السنۃ) رہا فسق وغیرہ کے الزامات
تو جاننا چاہیے کہ جب صحابہ کرامؓ باریک قمیض پہننے پر اپنے گورنر کو فاسق سمجھنے
لگے تھے۔ یہ روایت ترمذی میں موجود ہے۔ تو اگر امیر یزیدؒ میں کسی طرح کا
کوئی بھی نقص ہوتا تو صحابہ کرامؓ کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ امیر یزیدؒ کو برا
کہنے سے صحابہ کرامؓ کی حیثیت پر حرف آتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سیدنا حسینؓ کے سگے بھائی محمد بن علیؓ
(ابن حنفیہ) واقعہ کربلا کے تین سال بعد واقعہ حرہ کے موقعہ پر بغاوت
کرنے والوں کے سوال و جواب میں امیر المومنین یزیدؒ کے نیکوکار، فاضل، پابند
نماز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔
(ص ۲۳۳ جلد ۸ البدایہ والنہایہ) اور (حاشیہ العواصم من القواصم ص ۲۲۱ و ۲۲۸)
اس سے بڑھ کر امیر المومنین یزیدؒ کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اور پھر
اس سے بھی بڑھ کر سیدنا عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہ واقعہ حرہ کے موقعہ پر آپ
اپنے بھائیوں، بیٹوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو جمع کر کے فرماتے ہیں کہ
اگر تم نے میرے امیر و امام یزیدؒ کی بیعت توڑ دی اور ان کے خلاف بغاوت
میں کسی طرح کا حصہ لیا تو ایسا کرنے والے کے ساتھ میرے تعلقات ہمیشہ
ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائیں گے (بخاری شریف پارہ ۲۹ باب الفتن)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اسلام برابر غالب رہے گا یہاں
تک کہ بارہ خلفاء ہو لیں گے اور وہ سب قریش میں سے ہوں گے (مسلم شریف)
(باب الامارت ص ۱۱۹ جلد ۲) اور یہ مسلم ہے کہ امیر یزیدؒ ان قریشی خلفاء...

میں سے تھے، جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ اس لئے موافقین اور مخالفین سب ہی نے آپ کی خلافت کو تسلیم کیا تھا۔ یہاں تک کہ سیوطی جنبلی کو بھی آپ کی خلافت کا اقرار کرنا پڑا۔ ہر حالت میں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام آپ کی خلافت میں غالب رہا۔ اور امر واقعہ بھی یہی ہے۔ کہ کہاں عرب اور کہاں افریقہ، اندلس اور ہند اسی دور کے متعلق ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے فرمایا ہے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اندلس ہم کہتے ہیں ہے جہاں جن کی عصمت سے تھرا گیا تھا۔ انہی خاندانوں کو ترستی ہیں آنکھیں۔

یہی وہ اموی قریشی خلفاء تھے جنہوں نے اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔ اگرچہ خلفائے ثلاثہ کے دور حکومت کو تو کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن بعد والوں میں اس کامیاب اموی دور کی مثال پیش کرنا بھی ناممکن امر ہے۔ خلاصہ یہ کہ امیر یزید بھی خلفاء والی حدیث میں شامل ہیں جیسا کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی تسلیم کرتے ہیں۔ " اور شرح اس حدیث کے معنی کی یہ ہے کہ بلاشبہ صحابہ اس میں شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے دور میں ضعف اسلام کا احتمال ہی نہیں۔ اور اس طرح وہ شخص بھی داخل نہیں ہے جو بقواعد شرعیہ خلیفہ نہ بنا ہو۔ پس جب ہم شمار کرتے ہیں تو بارہ خلفاء دولت امویہ کے زمانہ تک ہو گئے ہیں۔ اور ان خلفاء میں سے سب سے پہلے خلیفہ جو مصداق حدیث ہے) یہی یزید بن معاویہ ہے (ص۵ الخفیات عشر مطبع مجتبائی دہلی) بعینہٖ الفاظ میں یہی مضمون ترمذی کے حاشیہ المغتذی میں بھی ہے۔ (ترمذی باب الخلفاء ص۴۵ جلد۲) اس بیان سے دو چیزیں صاف ہو گئیں۔ اول یہ کہ امیر یزید بھی ان بارہ خلفاء میں سے ایک ہیں۔ اور دوم یہ کہ ان کی خلافت قواعد شرعیہ کے مطابق تھی۔ اب ہم

اس کے سوا کیا کہیں کہ۔ کوئی ہے نصیحت کرنے والا (قرآن کریم) خلاصہ یہ ہے کہ امیر یزیدؒ خلیفہ برحق تھے۔ ان میں کوئی فسق نہ تھا۔ صرف ان کو بدنام کرنے کی غرض سے سبائیوں نے غلط پروپیگنڈا کیا ہے۔ امیر المومنین یزیدؒ اپنے اسم اور مسمّٰی اور اخلاق عالیہ کے اعتبار سے کسی سے کم نہیں۔ اور وہ ایک روشن مینار ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

احقر الانام:۔ عبدالغنی شیداؔ

نوٹ:۔ ہم جناب مولانا شیداؔ صاحب سے معافی کے خواستگار رہے۔ اس لئے کہ کتاب کا حجم زیادہ ہونے کی وجہ سے ہم جناب کے مضمون کو من وعن کتاب میں درج نہیں کر سکے۔ امیر المومنین یزیدؒ کی شان میں جناب کا مضمون تقریباً ستر صفحات پر مشتمل تھا۔ جو مولانا صاحب نے نہایت ہی عزت اور تحقیق اور علمی رنگ میں لکھا تھا۔ ہم مولانا صاحب کی تحقیق، شوق۔ اور دین سے محبت کی داد دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ (احقر ابو یزید بٹ)

(۱۰) حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب مدظلہ العالی، ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان، بندہ کے سوال کی تائید میں فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین یزیدؒ کی تکفیر اور ان پر لعنت کرنے کو کوئی بھی سمجھدار اور اہل عقل ٹھیک نہیں سمجھتا اور پھر اگر بفرض محال جو کچھ لوگ بیان کرتے ہیں تاریخی واقعات سے ثابت بھی کر دیا جائے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی مغفور لہم کے پیش نظر رہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مغفرت کو کون روک سکتا ہے۔

محترم ومکرم بٹ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکتوب گرامی ملا یزید (رض) کی تکفیر اور اس پہ لعنت کو ہر حسین آدمی ناپسند کرتا ہے لیکن زندگی کے تاریخی حوادث جن کی تاریخ میں صراحت موجود ہے ان کا انکار یا اقرار دلیل کا محتاج ہے واقعات ثابت ہو جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کون روک سکتا ہے امام سیوطی نے ابو محمد عبداللہ بن زید مالکی کا قول نقل فرمایا ہے۔

رحم اللہ بنی امیہ لم یکن فیہم قط خلیفۃ اللہ فی الا سلام بدعتہ وکان اکثر عمالہم واصحاب الاعیتہم العرب اھ صواعق محرق

اللہ تعالیٰ بنی امیہ پہ رحم فرمائے ان کے کسی نے خلیفہ اسلام میں کوئی (بدعتی) والکلام بدعت نہیں کی، ان کے اکثر عمال عرب تھے۔

والسلام۔ محمد اسماعیل گوجرانوالہ

(۷) حضرت مولانا قاضی علامہ شمس الدین صاحب مدظلہ العالی تھانہ بازار گوجرانوالہ۔

محترم السلام علیکم۔

(۱) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا شیعیان عراق نے، یہ کبھی نہیں ملتا کہ یزید (رض) نے حضرت امام کو شہید کرنے کا حکم دیا۔

(۲) اور یہ بات آپ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین کے ذہن میں پوری طرح جاں نشین تھی اس لئے شہادت کے واقعہ کے بعد یزید (رض) سے پورے مراسم جاری رکھے، اور شیعیان عراق کی طرف منہ بھی نہ کیا۔

(۳) اہل حق کے نزدیک کسی کا نام لے کر لعنت کرنا منع ہے۔ البتہ یوں کہہ سکتا ہے کہ شرابیوں پر لعنت ہو، چوروں پہ لعنت ہے۔ مگر وہ ان بد کا ذکر کر کے یہ مستحق

منہاج السنۃ میں بھی لکھا ہے اور تفسیر خازن میں بھی۔

(۴) اوّل جیش یغزو القسطنطنیہ مغفور لہم حدیث صحیح ہے۔ اور یزید اسلام

بھی اس لشکر میں میدان جہاد میں شریک تھا۔ ان الحسنات یذھبن السیّات

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔

(والسلام العبد شمس الدین عفی عنہٗ)

(۱۲) حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب نقشبندی قادری مدظلہ العالی۔

خطیب جامع مسجد پسرور ضلع سیالکوٹ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عزیز محترم مزاج شریف۔ شیعہ مذہب میں فاسق اور ظالم کی بیعت بدترین گناہ ہے۔ اگر یزید (رض) فاسق و کافر تھا تو سیدنا امام زین العابدین (رض) نے یزید (رض) کی بیعت کیوں کی اور اس کی حکومت میں کیوں مقیم رہے۔ وہ بزدل اور عاجز بھی نہیں تھے۔ کیونکہ وہ امام تھے اور امام کا اشجع الناس ہونا ضروری ہے۔ یہ باتیں مجلس میں ثابت ہو سکتی ہیں۔

والسلام۔ بشیر احمد عفی عنہ

(۱۳) حضرت مولانا مولوی محمد سلیمان صاحب انصاری مدظلہ العالی

خطیب جامع مسجد مصری شاہ لاہور۔

الجواب۔ مکرمی بٹ صاحب، علیکم السلام

امیر یزید کے بارے میں جو کچھ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے۔ وہ بالکل درست ہے۔ یزید صحیح الاسلام تھا۔ اور یہ صحیح نہیں کہ اس نے حسینؓ کو قتل کرایا، اور خوشی منائی۔

راضی ہوا۔ جو شخص یہ گمان رکھے کہ یزید نے حسینؓ کے قتل کا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا تو جاننا چاہیے کہ ایسا شخص اوّل درجہ کی حماقت کر رہا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ یزید پر رحمت اللہ کہنا جائز بلکہ مستحق ہے۔ بلکہ وہ ہماری ہر دعا میں جو ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے اس میں وہ شامل ہے اس لئے کہ وہ بلا شبہ مومن تھا۔ (وفیات الاعیان ابن خلکان ص ۴۵۵ طبع مصر)

راقم آثم۔ محمد سلیمان انصاری

(۱۴) حضرت مولانا سید نور الحسن صاحب بخاری مدظلہ العالی مرکزی تنظیم اہل سنت بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔

محترم المقام۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ یاد فرمایا، شکریہ۔ جواباً عرض ہے

(۱) یزید (رح) کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ جو لوگ اس زمانہ میں یزید (رح) کو کافر کہتے ہیں۔ ان کا اپنا ایمان مشتبہ ہے۔

(۲) البتہ فسق و فجور کے متعلق اختلاف ہے، بعض اکابر امت نے ان کے فسق کو تسلیم کیا ہے اور فاسق لکھا ہے۔

(۳) اس فسق و فجور کی تعمیم" میں زیادہ تر اعداء دین کا ہاتھ کام کرتا معلوم ہوتا ہے

(۴) اگر (فرض محال) فاسق تسلیم کر بھی لیا جائے تو آج کے فاسق کہنے والوں سے زیادہ فاسق تو قطعاً نہ ہوگا۔ پہلے فاسق کہنے والوں کو اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے متعلق فتویٰ صادر کرنا چاہیے۔

(۵) فاسق ہونے کی صورت میں بھی یزید (رح) کی مغفرت میں کسی مسلمان کو قطعاً کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ ایک تو اصولاً کہ ہر مومن کی آخر کار مغفرت ہو گی اور وہ

داخل جنت ہو گا۔ دوسرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصی بشارت کے پیش نظر جو صحیح بخاری میں متعدد ابواب ومقامات پر موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دعا گو۔ سید نور الحسن بخاری خادم تنظیم اہل سنت ملتان شہر

(۱۵) حضرت مولانا مولوی ملک عبد العزیز صاحب مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ محمدیہ ملتان

یزید کا فاسق ہونا بھی مغفرت کو مانع نہیں ہے مغفور لہم کا فقرہ بتا رہا ہے کہ فسق بھی قابل معافی تھا۔ جو لوگ یزید کے متعلق فسق وغیرہ کے باعث اسے ایمان سے خارج کرتے ہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں جو کتاب وسنت کے صریح احکام کے خلاف ہے۔

والسلام۔ عبد العزیز ملتان

(۱۶) حضرت مولانا جناب مفتی عبد الحمید صاحب مدظلہ العالی لدھیانوی

سوال ٹوبہ ٹیک سنگھ لائل پور

جناب بٹ صاحب وعلیکم السلام۔ احوط یہ ہے کہ حدیث مغفور لہم کے پیش نظر یزید کو برا کہنے اور ملامت کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کی غالب اکثریت نے بلا جبر واکراہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اس لئے یزید کو برا کہنا ان سب حضرات کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

احقر:۔ عبد الحمید عفی عنہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

(۱۷) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی کراچی میرے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

(الجواب) یزیدؒ کے بارے میں علماء محققین کے نزدیک سکوت احوط ہے
علماء محققین یزیدؒ کو مومن جانتے ہیں اس کو کافر نہ سمجھنا چاہیے
فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔ بندہ محمد شفیع عفی عنہ

(۱۸) حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی سرگودھا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ یزیدؒ کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر بہت لمبا کر دیا گیا ہے (۲) ورنہ یہ کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں۔ (۳) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ایمان ہے تو کسی کے بے ایمان کہنے سے جاتا نہیں۔ اگر ایمان نہیں تو کسی کے ایمان دار کہنے سے بنتا نہیں حقیقت میں ہر ایک آدمی کا یہی حال ہے۔
(۴) باقی یزیدؒ کے بارے میں امت میں تین گروہ ہیں۔ (اول) مومن کامل (دوم) کافر خالص۔ (سوم) توقف۔ یہی مسلک اچھا ہے۔ اور اسی کو اکثر علماء نے اختیار کیا ہے۔ اور احادیث جو آپ نے لکھی ہیں وہ درست ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔
واللہ اعلم۔ احقر محمد شفیع عفی عنہ از سرگودھا

(۱۹) حضرت مولانا مولوی ابو حفص عثمانی صاحب مدظلہ العالی خوشاب ضلع سرگودھا۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ
معذرت کے بعد۔ ماشاءاللہ آپ کی معلومات کافی وسیع ہیں مجھے بڑی مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ بہت حد تک آپ نے دلائل جیا لکھ دیئے ہیں۔ اس لئے بندہ مزید کدوکاوش کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ فی الحقیقت یہ کوئی اور سیاسی پروپیگنڈہ ہی سمجھے کہ ایک ناکردہ گناہ کے سر مختلف النوع الزامات ہی نہیں بلکہ افتراءات چپکائے جاتے ہیں جب کہ ان کا دامن ان الزامات سے بالکل پاک ہے۔ ہمارے

بعض اہل سنت مورخین اور مولفین بھی اسی سبائی پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ لیکن پھر بھی بعض
محققین نے اپنی اپنی تصانیف میں حق کو بلا خوف واضح فرما دیا ہے۔ ملاحظہ ہو تفتازانی برحمہ
اللہ شرح مقاصد میں فرمایا کہ یزید کو لعنت اور گالی گلوچ دینا صحیح نہیں کیونکہ اس کے حال
سے ہم آگاہ ہی نہیں اور اگر یقین ہو جاسکے کہ قرار واقعی اس نے قتل کیا اور کافر ہوا ہے
اگر ایسا نہیں تو نہیں۔ کہ نبی کے غیر کا قتل کفر نہیں۔ اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اسے
بے گناہ جان کر فسق وغیرہ اس پر مت کہنا چاہیے۔ اور اسی پر محققین نے انتہا کی ہے۔
اسی طرح صاحب فتاویٰ عزائب قمی نے صہ ۱۷۹ پہ تحریر کیا ہے کہ۔ نہیں جائز ہے
لعنت کرنا یزید بن معاویہ پہ اور نہ ہی کافر کہنا یہی بشک وہ جمہور مومنین میں سے ہے.....
اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ جو شخص اہل قبلہ سے ہو اس پہ
لعنت کرنا بھلائی نہیں ہے۔ سوائے پیغمبر کے کسی کو کیوں کہ وہ لوگوں کی حالت کو اللہ
تعالیٰ کے بتانے سے جانتا ہے۔ اور پیغمبر کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ اور پھر یزید کے
پکے نمازی ہونے کی شہادت خود حضرت حسینؓ کے سگے بھائی محمد بن علیؓ (ابن حنفیہ)
دے رہے ہیں بلکہ سنت کے فیدائی تیار رہتے ہیں۔ دیکھو (البدایہ والنہایہ صہ ۲۳۳ جلد ۸)
اور پھر حضرت زین العابدین۔ بن حضرت حسینؓ کا اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا (روضۃ الکافی صہ ۱۱۰)
یہ باتیں صاف ثابت کرتی ہیں کہ یزید اس وقت کے جملہ مسلمانوں میں ایک بہترین مسلمان
تھا۔ باقی تمام باتیں یاروں نے اڑا رکھی ہیں۔ مزید براں بالفرض وہ مستحق اللعنت ہو بھی تو
ہم سے قیامت کے دن قطعاً یہ سوال نہ ہوگا کہ تم نے یزید کو لعنتی وغیرہ کیوں نہیں کہا
تھا۔ برخلاف اس کے اگر وہ اس کا مستحق اور سزاوار نہ ہوا۔ اور یقیناً نہیں ہے تو
پھر یہی لعنت بحکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے واپس آکر خود ان کو ملعون

بنا دیتی ہے۔ چنانچہ سجادہ نشین کوٹ مٹھن ضلع ڈیرہ غازی خان بھی اپنے ایک ملفوظ میں
لکھتے ہیں۔ (خواجہ غلام فرید متوفی ۱۳۱۹ھ) کہ لعنت کرنی کسی پر جائز نہیں تو پھر یزید بن
معاویہ پر کیسے جائز ہو گی۔ اگر کسی نے دوسرے کو لعنت کی اور وہ حقدار لعنت
نہ ہو پس وہ لعنت آسمان پر جائے گی اور آسمان کے دروازے بند ہو جائیں گے۔
وہی لعنت اب لوٹ کر لعنت کرنے والے پر پڑے گی۔ (مقابیس المجالس ص۴۸ جلد۲)

یہی روایات سب جو بھی رطب و یابس سے ملوا ہوں
کہ خلاف پایا جاتا ہے۔ وہ درجہ صحت کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور جس کسی کی بھی
اور تنگ و تاز جو وہ ثابت کر کے دکھائے۔ کذب بہتان، افتراء و اختراع اور دجل و
فریب سے مملو روایات ثابت ہوں گی۔ وہ ہی رافضی، سبائی ان واقعات کے واضع
و جاعل۔ وضع کرنے والے اور بیچنے والے ثابت ہوں گے۔ اور امام ابو زرعہ الرازی
متوفی ۲۶۴ھ کے قول کے مطابق ان رافضیوں کا مقصود یہ ہے کہ وہ ہمارے گواہوں
(صحابہ کرامؓ) پر جرح کر کے کتاب و سنت کو باطل اور مجروح کر دیں۔ ابو زرعہ
فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک برحق ہیں۔ اور قرآن کریم بھی
برحق ہے۔ اور یہ قرآن کریم اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں صحابہ کرامؓ سے ہی
ہم کو پہنچی ہیں۔ زندیق چاہتے ہیں کہ ہمارے ان حق و صداقت پر شہادت دینے
والے صحابہ کرامؓ کو مجروح کر دیں تاکہ یہ لوگ قرآن و سنت کو باطل ٹھہرا دیں، حالانکہ
جرح ان لوگوں پر ہونی چاہئے اور یہی اس کے مستحق ہیں۔ (الکفایہ للخطیب ص۴۹)

والسلام ابو حفص عثمانی خوشاب

(۲۰) حضرت مولانا مولوی محی الدین لکھوی مدظلہ العالی سابق امیر جماعت اہل حدیث
دفتر جماعت مرکز اسلام نزد دیپالپور ضلع منٹگمری۔

الجواب: محترم بٹ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والحمد للہ آپ کے مطلوبہ دلائل کتاب وسنت کے بارے میں یہی عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ جو دلائل آپ نے از خود تحریر فرمائے ہیں مجھے ان سے پورا پورا اتفاق ہے مزید برآں میں تو اس بات کا قائل ہوں تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر انسان کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ والسلام محی الدین۔

(۲۱) حضرت مولانا مولوی عبدالستار صاحب تونسوی لائل پور۔

باسمہ تعالیٰ و علیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ، یزید مطلوب کا اہل سنت کے نزدیک ہر وہ شخص یقیناً جنتی ہے جس کے متعلق جنتی ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں، اس کے سوا کے لئے قطعی فیصلہ کرنا خلاف شریعت ہے۔ العبد محمد عبدالستار تونسوی، بقلم خود

(۲۲) حضرت مولانا محمد علی صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی دارالعلوم الشہابیہ ونگل پورہ سیالکوٹ

مکرمی۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ کی بات کا مختصر جواب یہ ہے کہ یزید مسلمان ہے اور اہل سنت والجماعت کے مذہب کے مطابق اس پر لعنت ناجائز ہے باقی رہا اعمال کا معاملہ تو اس کا محاسبہ علیم قیامت اللہ سبحانہ فرمائیں گے نہ کہ میں اور آپ، اس کا کہیں ہماری عدالت میں پیش نہ ہوگا۔ کوئی گناہ خواہ کیا سنگین ہو علاوہ شرک کے اس کے ارتکاب سے کوئی مسلمان دائرہ ایمان سے نہیں نکلتا مرنے کے بعد گناہ کو اچھالنا نہ چاہئے بلکہ اس کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہئے۔ والسلام محمد علی کان اللہ لہ

(۲۳) حضرت مولانا مولوی ابو الاعلیٰ مودودی صاحب مدظلہ العالی، امیر جماعت اسلامی پاکستان

محترم و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ

یزید کی تکفیر غلط اور اس کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے۔ اس سے زیادہ قیل و قال کے بجائے ہمیں اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہئے اور یزید کے انجام کو اللہ پر چھوڑ دینا چاہئے۔
وھو اخیر الفاصلین۔

ابوالاعلیٰ مودودی

(۲۳) حضرت مولانا مولوی شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ۔ جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

الجواب: یزید کے متعلق اہل سنت کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ لعنت نہ کی جائے کیونکہ جس شخص کا خاتمہ بالکفر یقینی معلوم نہ ہو تو اس پر لعنت حرام ہے اور خطرناک ہے جبکہ یزید کا خاتمہ کفر پر کسی کے ذریعہ یقینی بھی معلوم ہو تو اس پر بھی لعنت نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ یزید کے بارے میں امام غزالی نے احیاء العلوم میں تصریح کی ہے (امام صاحب) اگر یہ بات بالکل غلط ہے کہ یزید نے حسینؓ کو قتل کرایا یا قتل کا حکم دیا اس لئے کہ یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہے، تو لعنت کیسے جائز ہو سکتی ہے (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۱۲۵) (۲) ابن [illegible] رحمۃ اللہ [illegible] یزید ہمارے ہر نماز کے اس قول اللھم اغفر للمومنین والمومنات میں داخل ہے کیونکہ وہ مومن تھا (ج ۲ جلد وفیات الاعیان ابن خلکان) ہمارے علم عقائد کے معتبر کتاب قصیدہ امالی میں بھی نفی لعنت کی تصریح موجود ہے۔ از شمس الحق افغانی عفی عنہ۔ نوٹ: یہ خط ہم نے رئیس الجامعہ ڈاکٹر [illegible] صاحب [illegible]

(۲۴) حضرت مولانا جناب مولوی سید احمد حسین سجاد بخاری مدظلہ العالی، مدیر تعلیم القرآن [illegible] مولانا غلام اللہ صاحب مدظلہ العالی کے دست راست۔

محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ کسی شخص کے حق میں جنتی ہونے کا قطعی حکم لگانا تو نص قطعی کی بناء پر ہی صحیح ہو سکتا ہے بہرحال یزید مسلمان تھا اس پر لعن کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ احقر سید احمد حسین سجاد بخاری عفی عنہ۔ حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں گزارش ہے عرض کیا آپ بھی جانتے ہیں کہ ہر خبر اس کی صداقت کی کسوٹی ہوتی ہے۔ اگر خبر غلط ہو تو خبر دینے والے کی تکذیب بھی لازم ہے۔ لہٰذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی مغفور لہم سے بڑھ کر اور کیا نص قطعی ہو سکتا ہے۔

(۲۵) جناب مولانا پیر محمد [illegible] الحق صاحب ہاشمی جامع مسجد [illegible]

مکرمی بٹ صاحب، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ کے مکتوب خط کے جواب میں مرقوم ہے کہ یزید

کے بارے میں مجموعہ روایات کی بنا پر علمائے اہل سنت کا مسلک یہ ہے اور یہی مسلک میرا ہے کہ وہ نہ تو کافر

تھا اور نہ ہی مرتد (گویا کہ پکا مومن تھا)۔ محمد بہاء الحق قاسمی امیر جامعہ مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور

جناب مولانا خیر محمد صاحب ملتانی)۔ "یزید اہل سنت والجماعت کے نزدیک تو

مسلمان تھا، جہاں تک اس کے گناہ گار آخرت کا معاملہ ہے اس کو معلوم نہیں، یہ اعتقاد کافی ہے۔ والسلام۔ خیر محمد۔

ماشاء اللہ مولانا صاحب نے دونوں باتیں سچ کہیں۔ اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ قسطنطنیہ

کی پہلی فوج کے لئے مغفرت ہے اور امیر المومنین یزید اس فوج کے قائد تھے۔ پھر اہل سنت کے نزدیک

مسلمان کی تکفیر نہیں ہو سکتی۔ ہاں مولانا کے نزدیک گناہ گار تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو [illegible]

تو کوئی ہونا چاہئے۔ [illegible] جس سے نفرت اور تحقیر کرنی۔ اگر جس سے نفرت ہو تو وہ تحقیر کرنی

نہ گناہ گار بندوں کی تحقیر کریں۔ مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی

یہ ہے ماموں کا ہمارے طریقہ، یہ ہے بادیوں کا [illegible] مولانا عالی مرحوم

آخری اپیل ہم اہل تشیع حضرات سے بھی [illegible] فرمائیں دلائل کو جو ہم نے اس کتاب میں بیان کئے ہیں ان پر

ٹھنڈے دل و دماغ سے غلط عقیدت اور تعصب سے دور رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

پاک صلعم پر ایمان رکھتے ہوئے اچھی طرح غور فرمائیں اور پھر انصاف و دیانتداری سے فیصلہ کریں کہ کیا یہ

بات صحیح نہیں کہ اگر امیر المومنین یزید میں خرابیاں تھیں تو جن لوگوں نے ان سے خلافت کی بیعت کی

یا ان سے دنیاوی فوائد حاصل کئے یا کسی مصلحت کے تحت خاموش رہے ان کی قدر و منزلت

کیا باقی رہ جاتی ہے کیونکہ ان ہی لوگوں کے سپرد تو کام ہی یہی کیا گیا تھا کہ دنیا سے ظلم و زیادتیاں ختم کریں

اگر انہوں نے یزید کی "ظلم اور زیادتیاں کرنے والے" کی اطاعت قبول کر لی تھی تو پھر وہ منصب نبوت

ہو جاتا ہے جو ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ اگر سبائیوں کے اس استدلال کو تسلیم کر لیں کہ اس وقت کے تمام

کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حق کے تابع ثابت ہوتے ہیں اور یہی سبائیوں کا [illegible] ہے کہ آنحضور صلعم

دشمنوں کی لگائی ہوئی آگ سے اپنے کم علم بھائیوں کو بچائیں اور صحابہ کرامؓ کے مسلک و عمل کو ٹھیک اور صحیح سمجھتے ہوئے لوگوں کو بد عقائد سے روکیں۔ اور کسی ناحق ملامت کرنے والے سے نہ ڈریں۔ کیونکہ یہ دنیا ہے، یہاں ہر نیک کام اور سچی بات کہنے والے کو اکثر برا ہی کہا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ حق بات کہنے والوں کو بعض لوگوں کی تلخ باتیں سننی ہی پڑتی ہیں۔ مگر آپ لوگوں نے نیک اور پاک ہستیوں کے خلاف بہتان تراشی کرنے والے پروپیگنڈہ کو روکنے کی کوشش نہ کی، تو پھر یاد رکھئے کہ محشر کے میدان میں آپ کے پاس اس فعل کا کوئی صحیح جواب نہ ہوگا۔ و نیز ان حالات میں ان دشمنانِ اسلام کی غلط فرقہ بندی کی لعنت کو چھوڑ کر محمد عربی اعظم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ مبین اللہ کی رسی کو واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کے ارشادِ عظیم کے مطابق، نفاق، افتراق اور فرقہ بندی کو چھوڑ کر صحیح راستے پر جمع ہو جائیں تاکہ جہاں آخرت میں راحت و چین نصیب ہو، اس دنیا میں بھی جنت نظیر فضا میسر آ جائے اور پھر یکجہتی، اتفاق و اتحاد اور یگانگت کی وجہ سے دنیا میں ہم بحیثیت ایک قوم کے سربلند ہو سکیں کوئی دشمن آنکھ اٹھا کر بھی ہماری طرف نہ دیکھ سکے۔ اور پھر ہمارا ملک وطن عزیز شاداں و فرحاں منزل کی طرف قدم بڑھاتا نظر آئے اور دنیا ہماری اس بے مثال ترقی و عروج پر رشک ہی نہ کرے بلکہ انگشت بدنداں رہ جائے۔ اور مسلمان پھر تجدید مثال شمشیر کی طرح دنیا کو ظلمت سے نکال کر روشنی اور ترقی کی راہ پر چلا کر اپنی عاقبت سنوار لیں۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ وہ میری اس پیشکش اور التجا کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین۔ ؎ پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر (اقبال مرحوم)

وما علینا الا البلاغ ——— احقر العباد "ابو حمید بٹ"

——— ختم شد ———

(کیسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس لاہور)